خاص نمبر
عمران سیریز
سُرخ قیامت
ظہیر احمد

محترم قارئین۔

السلام علیکم!

میرا نیا ناول ''سرخ قیامت'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ اللہ کر کے آخر کار یہ ناول مکمل ہوا اور آپ کے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ یہ ناول میرے اب تک لکھے ہوئے عمران سیریز کے تمام ناولوں سے ضخیم ہے۔ ناول کی سچوئشنز ایسی تھیں جو کسی کروٹ بیٹھ ہی نہیں رہی تھیں اس لئے قلم روکے بغیر میں خود بھی اس ناول کے بہاؤ میں بہتا چلا گیا۔ اب یہ ناول آپ کو اپنے ساتھ کہاں تک بہا کر لے جاتا ہے اس کا پتہ تو آپ کو ناول پڑھنے کے بعد ہی چلے گا۔ آپ جس طرح میرے ناول پسند کر کے مجھے پذیرائی بخش رہے ہیں اس سے میرا حوصلہ اور جنون بڑھتا چلا جا رہا ہے اور میں مسلسل آپ کے لئے لکھنے میں مصروف رہتا ہوں۔ اس بار آپ کی خدمت میں' سرخ قیامت' جیسا عظیم الشان خاص نمبر پیش کر رہا ہوں اس کے کچھ ہی عرصے بعد میری پیش رفت گولڈن جوبلی نمبر کی جانب ہو گی جو ظاہر ہے اس خاص نمبر سے کہیں بڑھ کر ہی اچھوتا اور منفرد ہو گا۔ گولڈن جوبلی نمبر کے بارے میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ اس ناول میں عمران، کرنل فریدی اور میجر پرمود ایک ساتھ جلوہ گر ہوں گے اور جہاں یہ تین بڑی ہستیاں ایک ساتھ جمع ہو جائیں وہاں ناول کن حشر سامانیوں سے مزین ہو گا اس کا اندازہ

آپ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

میرے ناولوں میں سوال و جواب کے سلسلے کو بے حد پسند کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں ہر نئے آنے والے ناول میں دیئے گئے سوالات کا آپ بذریعہ خط، بذریعہ ای میل اور بذریعہ ایس ایم ایس انتہائی شوق و ذوق سے دیتے ہیں جس سے مجھے ہی نہیں عمران اور اس کے ساتھیوں کو بھی اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے چاہنے والے کس قدر ذہین ہیں۔

سابقہ ناول ''پاور آف ایکسٹو'' میں صفدر نے جو سوال پوچھا تھا وہ یہ تھا کہ ایک مچھیرا، جو سمندر میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا کو ایک بوتل ملی۔ اس بوتل پر کارک لگا ہوا تھا۔ مچھیرے نے بوتل پکڑی اور جب اس نے بوتل کا کارک کھولا تو اچانک بوتل سے ایک جن نکل آیا۔ مچھیرا جن کو دیکھ کر ڈر گیا لیکن جن نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ وہ نہ ڈرے۔ مچھیرے نے چونکہ جن کو بوتل سے ایک ہزار سال کے بعد آزاد کیا ہے اس لئے جن اس مچھیرے کی زندگی بدلنا چاہتا تھا۔ جن نے مچھیرے سے کہا کہ وہ اپنی کوئی ایک خواہش بتائے جسے وہ پورا کر دے گا۔ مچھیرے نے جن سے ایک دن کی مہلت مانگی کہ وہ گھر جا کر اپنے بوڑھے ماں باپ اور بیوی سے مشورہ کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اس سے کچھ ایسا مانگے کہ واقعی اس کی زندگی بدل جائے۔ جن نے اسے اجازت دے دی۔ مچھیرے کے گھر میں اس کے غریب ماں باپ اور اس کی بیوی رہتی تھی۔

مچھیرے کی ماں اندھی تھی۔ مچھیرے نے جب ان تینوں کو جن کے بارے میں بتایا تو اس کی بوڑھی ماں نے مچھیرے سے کہا کہ وہ جن سے کہہ کر اسے آنکھیں دلا دے۔ بوڑھے باپ نے کہا کہ اسے دولت دلا دے جبکہ مچھیرے کی بیوی کا کہنا تھا کہ وہ اولاد کی نعمت سے محروم ہے۔ اسے اولاد چاہئے۔ ان تینوں کی خواہشیں سن کر مچھیرا بے حد پریشان ہوا۔ جن نے اس کی ایک خواہش پوری کرنے کا کہا تھا لیکن اس کے باپ، ماں اور بیوی کی الگ الگ خواہشیں تھی۔ مچھیرا رات بھر سوچتا رہا۔ اگلے دن وہ جب جن سے ملنے گیا تو اس نے جن سے ایک ایسی خواہش کی کہ جن کو اس کی ایک خواہش میں ہی اس مچھیرے کی تینوں خواہشیں پوری کرنی پڑ گئیں۔ اس کی بوڑھی ماں کو آنکھیں مل گئیں۔ باپ کو دولت اور اس کی بیوی کو اولاد جیسی نعمت بھی مل گئی۔ اس کے لئے صفدر نے آپ کو باقاعدہ گائیڈ بھی کیا تھا اور بتایا تھا کہ میری بوڑھی ...... میری اولاد کو ....کے جھولے میں دیکھنا چاہتی ہے۔) اس کا جواب یہ ہے کہ میری بوڑھی ماں میری اولاد کو سونے کے جھولے میں دیکھنا چاہتی ہے۔ تو جناب یہ تھا اس سوال کا درست جواب۔ بہت سے قارئین نے درست جواب دیا ہے مگر ان میں ایسے افراد بھی شامل ہیں جنہوں نے سوال کو سمجھ تو لیا ہے لیکن سونے کے جھولے کی جگہ دولت کا جھولا لکھ دیا ہے اور جہاں تک صفدر کا خیال ہے سونے کا تو جھولا ہو سکتا ہے دولت کا جھولا نہیں ہوتا۔

جن دوستوں نے درست جواب دیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔
حافظ آباد سے جناب آصف اقبال۔ جہلم سے سونیا اور تانیہ۔
نارووال سے احمد علی۔ راولپنڈی سے نام نہیں لکھا۔ اسلام آباد سے
ناصر حسین۔ کوئٹہ بلوچستان سے عامر شہزاد۔ لاہور سے وحید انجم اور
سہیل انجم۔ کراچی سے پرویز نصیر۔ ساہیوال سے بخت یاور اور
ایبٹ آباد سے محمد خان۔ ان تمام قارئین کو ان کی پسند کے ناول
جلد ارسال کر دیئے جائیں گے۔

باقی جن قارئین نے درست جواب دیئے ہیں۔ ان کے نام یہ
ہیں۔ سناواں ضلع ملتان سے کاشف زبیر، وہاڑی سے کشف حبیب،
کوئٹہ سے مسرور خان، لاہور سے جمشید الیاس، حاصل پور سے
فردوس بشیر، کراچی سے جنید، قصور سے وحیدہ اور دردانہ، نارووال
سے آصفہ، اسلام آباد سے فہیم اقبال، کراچی سے سکندر بخش، واہ
کینٹ سے سہیل رفیق، پسرور سے خان احمد خان، پاکپتن سے حیدر
علی، حضرو ضلع اٹک سے حاجی محمد اصغر آفیسر نیشنل بنک، بہاول پور
سے عبدالجبار خان، گجرات سے امجد علی چغتائی، گوجر خان سے محمد
ارسلان علی اور ڈڈیال آزاد کشمیر سے زاہد محمود۔

آپ کی خدمت میں آسان سے سوال پیش کئے جاتے ہیں جن
کے جواب تھوڑی سی محنت اور سوچ سے آپ کو معلوم ہو سکتے ہیں
اور آپ ان سوالوں کے جواب دے کر اپنی پسند کا ناول مفت
حاصل کر سکتے ہیں اس کے علاوہ میں کوشش کرتا ہوں کہ ان تمام

قارئین کے نام اور شہر کے نام شائع ہوں جو مجھے جواب ارسال
کرتے ہیں۔

بعض قارئین کا شکوہ ہے کہ چونکہ ہر ماہ سوالوں کے جواب نہیں
دیئے جا سکتے ہیں اس لئے وہ ہر ماہ نئے آنے والے ناولوں میں
نئے سوال دیکھ کر الجھ جاتے ہیں کہ کس کا جواب دیں اور کس کا نہ
دیں۔ چونکہ جب آپ کے سوالوں کے جواب مجھے موصول ہوتے
ہیں تب تک میرا اگلا ناول پریس میں چھپنے کے لئے جا چکا ہوتا ہے
اس لئے فیصلہ کیا گیا تھا کہ ہر سوال کا جواب آنے والے اگلے
ناول کی جگہ اس سے اگلے آنے والے ناول میں دیا جائے گا لیکن
ایسا کرنے سے سوال اور ان کے جواب چوں چوں کا مربہ سا بن
گیا ہے اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک ماہ سوال کا جواب دیا
جائے گا اور اس سے اگلے ناول میں اس کا جواب پھر اس سے
آگے جو ناول آئے گا اس میں ہی اگلا سوال دیا جائے گا۔ اس
طرح آپ بھی ہر طرح کی الجھن سے بچ جائیں گے اور میں بھی۔
اگلے ماہ آنے والے ناول ''سرخ قیامت'' حصہ دوم میں آپ سے
تنویر سوال کرے گا۔

اس کے علاوہ جیسے میں نے سابقہ ناول میں آپ سے گولڈن
جوبلی نمبر کے حوالے سے ناول کے نام کے بارے میں استفسار کیا
تھا اس سلسلے میں مجھے آپ کی طرف سے کئی نام ارسال کئے گئے
ہیں جن پر میں غور کر رہا ہوں کہ کون سا نام سلیکٹ کروں اور کسے

چھوڑ دوں۔ تمام نام انتہائی منفرد اور پاورفل ہیں جن پر الگ الگ ناول تحریر کئے جا سکتے ہیں۔ میں نے جیسا کہ اعلان کیا تھا کہ جس قاری کا گولڈن جوبلی نمبر کے لئے بھیجا گیا ٹائٹل نیم مجھے پسند آئے گا میں گولڈن جوبلی نمبر اسی کے نام سے منسوب کروں گا۔ اب آپ انتظار کریں اور دیکھیں کہ کس قاری کا بھیجا ہوا نام سلیکٹ ہوتا ہے اور گولڈن جوبلی نمبر کس کے نام سے منسوب ہوتا ہے۔ فی الوقت میں آپ کے لئے ماورائی ناول لکھ رہا ہوں جو نئے اور اچھوتے انداز کا ہے اور پہلے لکھے گئے تمام ماورائی نمبروں سے کہیں زیادہ منفرد ہے جسے پڑھ کر آپ میری کاوش کو سراہے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ اس ناول کا نام ''سیاہ چہرہ'' ہے۔ جو اپنے نام کی طرح اپنی مثال آپ ہو گا۔ اس کا اشتہار آپ آئندہ آنے والے ناولوں میں پڑھ لیں گے۔

اب آپ اپنے پسندیدہ ناول سرخ قیامت کا مطالعہ کریں اور ناول پڑھ کر مجھے اس ناول کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی کی وجوہات سے ضرور مستفید فرمائیں کیونکہ آپ کی آراء ہی میرے لئے مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں۔

اب اجازت دیجئے!

اللہ آپ سب کا نگہبان ہو۔ (آمین)

آپ کا مخلص

ظہیر احمد

تنویر اپنی نئی کار میں نہایت تیز رفتاری سے شہر سے باہر جانے والی سڑک پر اُڑا جا رہا تھا۔ مضافات کی طرف جانے والی سڑکوں پر چونکہ زیادہ رش نہیں تھا اس لئے وہ کار فل سپیڈ سے بھگائے لئے جا رہا تھا۔ وہ ایک ذاتی کام کے سلسلے میں جڑواں شہر کی طرف جا رہا تھا۔ اسے چونکہ دوسرے شہر جانا تھا اس لئے اس نے رات کو ہی چیف سے اجازت لے لی تھی کہ وہ اپنے جس ذاتی کام کے سلسلے میں جا رہا ہے اس کام میں اسے دو سے تین روز لگ سکتے تھے تاکہ بعد میں چیف اس سے استفسار نہ کر سکے کہ بغیر بتائے وہ دو تین روز تک کہاں تھا۔

ان دنوں چونکہ سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہیں تھا اس لئے چیف نے اسے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ تنویر رات کو جانا چاہتا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ وہ صبح سویرے نکلے گا کیونکہ

عام طور پر شہر سے باہر جانے والی سڑکوں پر رات کو زیادہ اژدہام ہوتا تھا جبکہ دن کے وقت سڑکیں خالی اور ویران ہوتی تھیں چنانچہ تنویر نے رات کو آرام کیا۔ صبح فجر کی اذان کے وقت وہ بیدار ہو گیا۔ اس نے قریبی مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کی اور پھر اس نے ایک گھنٹہ مسجد میں ہی بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کی اور جب سات بجے تو وہ دعا مانگ کر مسجد سے نکل آیا اور پھر اس نے فلیٹ میں آ کر ایک لفافہ اٹھایا اور اسے جیب میں ڈال کر وہ فلیٹ سے نکل آیا اور اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

تنویر اصل میں جڑواں شہر میں ایک بچے کے لئے جا رہا تھا۔ اسے ایک روز پہلے ٹریفک سگنل پر ایک غریب بچہ ملا تھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے چوراہے پر کھڑی گاڑیوں کے پاس جا جا کر بھیک مانگ رہا تھا۔ وہ تنویر کی گاڑی کے پاس بھی آیا تھا۔ اس نے تنویر سے بڑی معصومیت اور بڑے عاجزانہ انداز میں بھیک مانگی تھی۔

تنویر نے جب بچے کی طرف دیکھا تو اسے بچے کے چہرے پر بے حد معصومیت اور انتہائی بے بسی کے تاثرات دکھائی دیئے۔ بچے کا رنگ صاف تھا لیکن اس کی حالت ایسی تھی جیسے وہ پچھلے کئی روز سے نہایا نہ ہو۔ اس کے سر کے بال پر بھی کھچڑی سی بنی ہوئی تھی۔ بچے کا چہرہ اور اس کی آنکھیں دیکھ کر لگتا تھا جیسے وہ بھکاری نہ ہو بلکہ اسے زبردستی بھکاری بننے پر مجبور کیا گیا ہو۔

بچے کے چہرے پر معصومیت اور بے بسی کے ساتھ بے پناہ خوف کے سائے بھی ثبت دکھائی دے رہے تھے۔ نجانے اس بچے کی آنکھوں میں ایسا کیا تھا کہ تنویر کو اس بچے کی حالت پر بے حد رحم آ گیا اور اس نے بچے کو جیب سے ایک بڑی مالیت کا نوٹ نکال کر دینا چاہا لیکن پھر اس نے کچھ سوچ کر نوٹ واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس نے بچے سے کہا کہ اس کے پاس بڑی مالیت کا نوٹ ہے۔ وہ سڑک کے کنارے پر چلا جائے۔ وہ اپنی کار سڑک کے کنارے لا کر کسی دکاندار سے چینج لے کر اسے کچھ رقم دے دے گا۔ بچے نے اس کی بات سن کر اثبات میں سر ہلایا اور دوسری گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

تنویر نے دائیں بائیں دیکھا تو اسے دائیں طرف فٹ پاتھ پر ایک اور بھکاری بیٹھا دکھائی دیا جو کافی بڑی عمر کا تھا۔ اس بھکاری کے سامنے ایک چادر بچھی ہوئی تھی اور فٹ پاتھ سے گزرتے ہوئے افراد اس کی چادر پر کچھ نہ کچھ ڈال دیتے تھے۔ اس بھکاری کو دیکھ کر تنویر کو ایسا لگا جیسے وہ بھکاری وہاں بھیک مانگنے کے لئے نہ بیٹھا ہو بلکہ وہ اس بچے پر نظر رکھ رہا ہو جو چوراہے پر کھڑی ہونے والی گاڑیوں کے پاس آ کر بھیک مانگ رہا تھا۔

تنویر چند لمحے اس بھکاری کی طرف دیکھتا رہا۔ اسے شک ہو رہا تھا کہ جو بچہ بھیک مانگ رہا ہے وہ خصلتاً بھکاری نہیں ہے بلکہ اسے بھیک مانگنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ یہ باتیں ان دنوں عام تھیں۔ آخرکار

کیمپ والے شہروں اور دیہاتوں سے بچے اغوا کر لیتے تھے اور پھر
ان بچوں کے عیوض یا تو بڑے لوگوں سے تاوان طلب کیا جاتا تھا یا
پھر کچھ اغوا کار ایسے ہوتے تھے جو بچوں سے جبراً مشقت کراتے
تھے اور انہیں اسی طرح ڈرا دھمکا کر سڑکوں پر لاتے تھے اور ان
سے بھیک منگواتے تھے۔ اس لئے تنویر کو بھی ایسا ہی شک ہو رہا تھا
کہ وہ بچہ بھکاری نہیں ہے اور اس بچے کو فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا
بھکاری اپنے مقصد کے لئے استعمال کر رہا تھا۔

بچے کا چہرہ اور اس کی معصوم آنکھیں بار بار تنویر کی آنکھوں
کے سامنے آ رہی تھیں اس لئے اس نے اس بچے کی مدد کا فیصلہ کر
لیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر اس بھکاری کا تعلق کسی خرکار کیمپ
سے ہوا یا یہ بچہ اغوا شدہ ہوا تو وہ اس بھکاری سے اس بچے کی
اصلیت اگلوا کر بچے کو اس کے اصل وارثوں تک پہنچا کر آئے گا
چاہے اس کے لئے اسے کہیں بھی کیوں نہ جانا پڑے۔ چنانچہ سگنل
آن ہوتے ہی تنویر نے اپنی گاڑی سڑک کی سائیڈ پر لگائی اور وہ
گاڑی سے نکل کر اس بھکاری کی طرف بڑھتا چلا گیا جو لنگڑا تھا اور
بدستور سڑک پر موجود بچے پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ چونکہ سگنل
آن ہو گیا تھا اس لئے بچہ بھی بھاگ کر واپس فٹ پاتھ کی طرف
آ گیا تھا۔ وہ تیز تیز چلتا ہوا فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے بھکاری کی
طرف بڑھ رہا تھا۔ بچے کو بوڑھے بھکاری کی طرف بڑھتے دیکھ کر
تنویر اس بھکاری سے کچھ فاصلے پر رک گیا اور پھر وہ کچھ سوچ کر

بھکاری کے عقب میں آ گیا۔ بھکاری ایسی جگہ بیٹھا ہوا تھا جہاں
اس کے ارد گرد کوئی دکان یا ٹھیلہ نہیں تھا۔ تنویر اس بچے اور بھکاری
کی باتیں سننا چاہتا تھا تاکہ وہ ان کی باتوں سے اندازہ لگا سکے کہ
واقعی اس کا خیال درست تھا یا بچہ اسی بوڑھے بھکاری کا ہی بیٹا یا
رشتہ دار تھا۔

بچے نے کاروں سے اکٹھی کی ہوئی رقم جیبوں سے نکال نکال
کر اس بوڑھے کو دینی شروع کر دی جسے بوڑھا گنے اور دیکھے بغیر
اپنی جیب میں ڈالتا جا رہا تھا۔ وہ بچے کی بے حد تعریف کر رہا تھا۔
اس کی اور بچے کی باتوں سے تنویر کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بچہ واقعی
اس بوڑھے کا ہی بیٹا ہو۔ بچہ بوڑھے کو بابا کہہ رہا تھا جبکہ بوڑھا
اسے بیٹا کہہ رہا تھا۔ بچے نے ساری رقم بوڑھے کو دے دی تو اس
نے اچانک ایک ایسی بات کہی جسے سنتے ہی تنویر کے کان کھڑے
ہو گئے۔

بچے نے بوڑھے سے کہا تھا کہ اس نے اب تک جو کمایا ہے
اس کے علاوہ اور کتنا قرض باقی ہے جسے اتار کر وہ واپس اپنے گھر
جا سکتا ہے۔ اسے اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی بے حد یاد
آتی ہے۔ اس پر بوڑھے نے بچے کو بری طرح سے جھڑک دیا اور
اس نے کہا کہ ابھی اس کا قرض بہت زیادہ ہے۔ اسے اسی طرح
کئی سالوں تک کام کرنا ہو گا جب کام کر کے وہ اس کی رقم پوری کر
دے گا تو وہ اسے آزاد کر دے گا اور اسے خود اس کے ماں باپ

کے پاس پہنچا دے گا۔

بوڑھے کا انداز بے حد جارحانہ تھا جس کی وجہ سے بچہ بری طرح سے سہم گیا تھا اور بوڑھے نے اسے فوراً سڑک کی طرف جانے کا کہا تھا جہاں ایک بار پھر سگنل پر گاڑیاں رک ٹی تھیں۔ بچہ نہایت بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں سر جھکائے چپ چاپ سڑک کی جانب بڑھ گیا۔ اب تنویر کنفرم ہو گیا کہ یہ بچہ اس بوڑھے کا نہیں ہے اور اس بوڑنے نے اس بچے کو کہیں سے اغوا کیا ہے اور اس بچے سے زبردستی بیگار لے رہا ہے۔ اس نے شاید بچے پر بڑی رقم کا بوجھ لاد رکھا تھا کہ وہ اس کی رقم کما کر اسے دے دے پھر وہ اسے واپس اس کے گھر پہنچا دے گا۔ بچے کی عمر آٹھ دس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اس پر کسی قرض کے ہونے کا احتمال نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ خرکار کیمپ والوں کی چالیں ہوتی تھیں وہ بچوں کو اسی طرح اغوا کر کے انہیں ڈراتے دھمکاتے تھے۔ انہیں شدید اذیتیں دیتے تھے اور بعض اوقات وہ بچوں کی فطرت کے مطابق انہیں اسی طرح کے لالچ دیتے تھے کہ ان کے ماں باپ نے ان کا قرض دینا ہے جو وہ انہیں ادا نہیں کر رہے اس لئے انہوں نے اپنے بچے ان کے حوالے کر دیئے ہیں تاکہ وہ ان سے محنت مزدوری کرا کر اپنا قرض وصول کر سکیں۔

چھوٹی عمر کے بچے عموماً ان کے جھانسوں میں آ جاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اگر وہ بھیک مانگ کر ان خرکاریوں کی رقم پوری کر دیں

گے تو وہ انہیں واقعی واپس ان کے گھروں میں پہنچا دیں گے۔ تنویر کو اب اس بوڑھے پر بے حد غصہ آ رہا تھا۔ اس نے ارد گرد آنے جانے والے لوگوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہ بوڑھے بھکاری کے سامنے آ گیا۔

بوڑھا بھکاری سمجھا کہ وہ کوئی خدا ترس انسان ہے جو اسے بھیک دینے کے لئے وہاں رکا ہے وہ اپنے چہرے پر بے بسی اور انتہائی لاچاری کے تاثرات نمودار کر کے تنویر کو دعائیں دینے لگا۔ تنویر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے جیب سے وہی بڑی مالیت کا نوٹ نکال کر بوڑھے کے سامنے کر دیا جو وہ بچے کو دینا چاہتا تھا۔ بڑی مالیت کا نوٹ دیکھ کر بوڑھے کی آنکھوں میں بے پناہ ہوس آ گیا اور وہ تنویر کو اور زیادہ دعائیں دینے لگا۔ تنویر نے اس سے کہا کہ وہ یہ نوٹ اور اس جیسے کئی نوٹ اسے دے سکتا ہے لیکن اس کے لئے اسے یہ بتانا پڑے گا کہ جس بچے سے یہ بیگار لے رہا ہے وہ کس کا بچہ ہے اور اس نے اس بچے کو کہاں سے اغوا کیا ہے۔

تنویر کی بات سن کر بوڑھا بھکاری بوکھلا گیا اور آئیں بائیں شائیں بکتا ہوا کہنے لگا کہ وہ اسی کا بچہ ہے وہ اور اس کی بیوی بہت بیمار ہے اس لئے وہ اسے اپنے ساتھ بھیک مانگنے کے لئے لاتا ہے تاکہ وہ اتنی رقم جمع کر سکیں کہ رات کو وہ اپنے لئے کھانا اور اپنی بیوی کے لئے دوا دارو لے جا سکے۔

تنویر وہاں موجود لوگوں کی وجہ سے اسے پہلے تو بڑے بڑے
معاوضے کا لالچ دیتا رہا لیکن جب بوڑھا ٹس سے مس نہ ہوا او
تنویر کو اس کے لہجے سے صاف اندازہ ہو گیا کہ وہ بچہ اس کا نہیں
ہے بلکہ کسی اچھے خاندان کا ہے تو تنویر نے اس بوڑھے پر رعب
ڈالنا شروع کر دیا اور اسے ڈرانے لگا کہ اس کا تعلق خفیہ پولیس
والوں سے ہے۔ اگر اس نے تعاون نہ کیا تو وہ اسے اور بچے ک
اپنے ساتھ لے جائے گا اور پھر اس کا جو حشر ہو گا وہ اس قد
خوفناک ہو گا کہ اس کی بوڑھی ہڈیاں تک چیخ کر رہ جائیں گی لیکن
وہ ان سے سچ اگلوا ہی لیں گے۔ تنویر کی یہ دھونس کارگر ثابت ہوئی
تھی۔ اس نے تنویر کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور تنویر کو بتایا کہ یہ
بچہ کون ہے اور کہاں سے لایا گیا ہے اس کے بارے میں وہ کچھ
نہیں جانتا ہے۔ اسے یہ بچہ اس کے استاد نے دیا ہے تاکہ یہ اسے
بھیک مانگنے، چوری کرنے اور جیبیں کاٹنے کا ہنر سکھا دے۔

تنویر نے اس کے استاد کے بارے میں پوچھا تو بوڑھے نے
بتایا کہ اس کے استاد کا نام استاد مٹھل ہے جو دوسرے شہر میں رہتا
ہے۔ اس کے پاس ایسے بہت سے بچے ہیں جن سے وہ بیگار لیتا
ہے۔ وہ بچے کہاں سے لاتا ہے اس کے بارے میں بوڑھے فقیر کو
کچھ معلوم نہیں تھا۔ تنویر کو اس بوڑھے کی باتوں میں اب سچائی کی
جھلک دکھائی دینے لگی تو اس نے فوراً اپنے ایک دوست انسپکٹر کو
فون کیا اور اسے یہاں بلا لیا۔ اس کا دوست انسپکٹر جس کا نام انسپکٹر

شہزاد تھا فوراً اس کے پاس آ گیا وہ تنویر کے کہنے پر اپنے ساتھ چند
سپاہی بھی لایا تھا۔ تنویر نے اسے ساری باتیں بتائیں تو انسپکٹر شہزاد کو
بھی بوڑھے پر بے حد غصہ آیا۔ اس نے فوراً بوڑھے کو حراست میں
لیا اور بچے کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ تنویر نے بوڑھے فقیر سے
استاد مٹھل کے بارے میں تمام تفصیلات حاصل کر لی تھیں اور اس
نے تنویر کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ استاد مٹھل اسے کہاں مل سکتا ہے۔

بوڑھے بھکاری اور بچے کو انسپکٹر شہزاد کی تحویل میں دے کر تنویر
خاصا مطمئن ہو گیا تھا وہ جانتا تھا کہ انسپکٹر شہزاد دوسرے انسپکٹروں
کے مقابلے میں انتہائی ایماندار اور فرض شناس تھا وہ ایک بار جو بھی
کام اپنے ذمے لے لیتا تھا اسے پوری ایمانداری سے سرانجام دیتا
تھا اور اس وقت تک چین نہیں لیتا تھا جب تک کہ وہ مجرموں کو
کیفرِ کردار تک نہ پہنچا دے۔ اس کے نزدیک یہ خرکار کیمپ والے
انتہائی بے حس اور سفاک انسانوں کا ٹولہ تھا جو معصوم بچوں کو ان
کے والدین سے جدا کر کے اپنے مذموم کاموں کے لئے استعمال
کرتے تھے اور ان معصوم بچوں پر وہ ذرا بھر بھی ترس نہیں کھاتے
تھے جیسے وہ انسان نہیں بلکہ جانور ہوں۔

تنویر نے انسپکٹر شہزاد سے کہا تھا کہ وہ اب بوڑھے بھکاری کے
استاد سے ملے گا اور اس سے مل کر اس کی جڑ تک جانے کی کوشش
کرے گا اور اگر واقعی وہ خرکار کیمپ کا مالک ہوا تو وہ اس کا انتہائی
بھیانک حشر کرے گا اور اس کی قید میں جو بھی ہوا وہ اسے ہر حال

میں رہائی دلائے گا۔ انسپکٹر شہزاد نے بھی اسے اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا تھا وہ تنویر کے ساتھ اپنے چند فرض شناس ساتھیوں کو بھیجنا چاہتا تھا لیکن تنویر نے اسے منع کر دیا تھا کہ وہ پہلے اپنے طور پر خرکار کیمپ والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا اور جب اسے ضرورت ہو گی تو وہ خود ہی اسے کال کر لے گا۔ انسپکٹر شہزاد کو بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ تنویر کو یقین تھا کہ انسپکٹر شہزاد جلد ہی بچے کے وارثوں کا پتہ لگا کر بچہ ان کے حوالے کر دے گا اور بوڑھے فقیر پر قانون کے تحت مقدمہ چلایا جائے گا اور جب تک بوڑھا بھکاری اس کی تحویل میں تھا انسپکٹر شہزاد اس سے اور بھی مفید معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

تنویر نے استاد مٹھل سے ملنے کے لئے اپنے طور پر ایک پروگرام بنایا تھا۔ اس کام میں اسے چونکہ کئی روز لگ سکتے تھے اس لئے اس نے چیف سے دو تین روز کی رخصت لے لی تھی۔ اس کام میں وہ چونکہ ذاتی دلچسپی لے رہا تھا اس لئے اس نے چیف اور اپنے کسی ساتھی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ یہ کام اکیلا ہی کرے اور استاد مٹھل جیسے ناسوروں کو ان کی جڑ سمیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دے جو نئی نسل کی تباہی اور بربادی کے لئے سفاک درندوں سے بھی زیادہ وحشی بنے ہوئے تھے۔ یہی سوچ کر تنویر فلیٹ سے نکلا تھا اور اب اس کی کار نہایت تیز رفتاری سے جڑواں شہر کی جانب بھاگی چلی جا رہی تھی۔

تنویر نے رات کو ہی ساری تیاری کر لی تھی۔ اس نے کار کے خفیہ خانوں میں اپنا مخصوص اسلحہ چھپا لیا تھا تاکہ ضرورت کے وقت اسے کوئی مسئلہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ اس نے احتیاطاً عمران کے دیئے ہوئے کھلونے نما سائنسی ہتھیار بھی اپنے ساتھ لے لئے تھے۔ کہاں کب اور کس چیز کی ضرورت پڑ جائے اس لئے اس نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی اور استاد مٹھل اور اس کے خرکار کیمپ کا قلع قمع کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا تھا۔

شمالی علاقوں سے گزرتا ہوا وہ ایک قصبے نما گاؤں میں آ گیا جو قصبۂ درویشاں کہلاتا تھا۔ اس قصبے کے بارے میں مشہور تھا کہ اس قصبے میں رہنے والے افراد درویش ٹائپ کے ہوتے تھے جنہیں دنیا داری سے زیادہ اپنے دین کی فکر ہوتی تھی اور وہ فقراء کی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

اس علاقے میں کوئی ایک بھی پختہ عمارت موجود نہیں تھی۔ جہاں تک نگاہ جاتی تھی ہر طرف جھونپڑیاں یا پھر کچے مکان ہی بنے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ اینٹ گارے کے بنے ہوئے مکان البتہ کافی بڑے بڑے اور وسیع تھے جن میں ایک ساتھ کئی خاندان رہتے تھے۔ قصبے کی سڑکیں بھی کچی پکی سی تھیں جو اتنی تنگ تو نہیں تھیں لیکن ان سڑکوں پر کار چلاتے ہوئے تنویر کو کافی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کیونکہ سولنگ زدہ سڑکیں جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھیں اور ان میں گڑھے سے بنے ہوئے تھے جن کی وجہ سے کار بری طرح

سے ڈگمگا رہی تھی۔ سڑک کے دائیں بائیں درختوں کی بہتات تھی جن میں بیشتر درخت سفیدے کے تھے۔ درختوں کے عقب میں طویل و عریض کھیت پھیلے ہوئے تھے جہاں گاؤں کے کسان کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان علاقوں میں ٹیوب ویلوں اور ڈونکی پمپوں سے پانی کی سپلائی ہوتی تھی اس لئے ڈونکی پمپوں کی آوازیں دور دور تک گونجتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

چونکہ اس علاقے میں وڈیرے اور جاگیردار بھی رہتے تھے جو حویلی نما بڑے بڑے مکانوں میں رہتے تھے اس لئے ان کے پاس گاڑیوں کی کوئی کمی نہیں تھی اس لئے تنویر کو اس علاقے میں کار لاتے دیکھ کر کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا البتہ قصبے کے بچے جو گلیوں اور سڑکوں کے کناروں پر کھیل رہے تھے انہوں نے تنویر کی کار اس طرف آتے دیکھ کر اچھل کود کرنا اور کار کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ تنویر کو چونکہ یہاں استاد مٹھل کی ٹپ ملی تھی اس لئے وہ جا کر ڈائریکٹ اسی سے ملنا چاہتا تھا۔

تنویر ٹوٹی پھوٹی سڑک سے ہوتا ہوا ایک کھلے علاقے میں آ گیا جہاں کچے مکانوں کے ساتھ ساتھ ہر طرف جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ دائیں طرف ایک بڑا سا احاطہ تھا جہاں چند کاریں بھی کھڑی تھیں جو شاید اس قصبے کے وڈیروں یا پھر جاگیرداروں کی تھیں۔ تنویر نے اپنی کار اس احاطے کی طرف موڑی اور پھر اس نے کار احاطے کے باہر ہی روک دی۔ جیسے ہی اس نے کار روکی

اسی لمحے احاطے سے ایک ہٹا کٹا دیہاتی نکل کر تیز تیز چلتا ہوا اس کی کار کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس دیہاتی نے سر پر سفید پگڑی سی باندھ رکھی تھی اور جسم پر بھاری چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اس کی کمر پر چادر کے نیچے دو نالی بندوق کا ابھار دکھائی دے رہا تھا جیسے وہ اس احاطے کا محافظ ہو۔

تنویر کو احاطے کی طرف کار لے جاتے دیکھ کر اس کی کار کے پیچھے آنے والے بچے وہیں رک گئے تھے اور پھر محافظ دیہاتی کو آتے دیکھ کر واپس بھاگ گئے تھے۔ تنویر نے کار کا انجن بند کیا اور کار کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

''سلام صاب جی''...... دیہاتی نے نزدیک آ کر تنویر کو مخصوص انداز میں سلام کرتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم والسلام۔ کیا نام ہے تمہارا''...... تنویر نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

''میرا نام فضلو ہے جی''...... دیہاتی نے بڑے مخلصانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم شاید یہاں کے محافظ ہو''...... تنویر نے کہا۔

''ہاں جی صاب جی۔ میں چوہدری دلاور حسین کا غلام ہوں اور یہاں ان کی گاڑیوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ کیا آپ چوہدری صاب سے ملنے آئے ہو''...... دیہاتی نے کہا جس نے اپنا نام فضلو بتایا تھا

''چوہدری دلاور حسین۔ ہاں۔ میں ان سے ہی ملنے آیا ہوں۔
کہاں ملیں گے وہ''...... تنویر نے کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلاتے
ہوئے کہا۔

''وہ تو اس وقت اپنی حویلی میں ہوں گے جی۔ آپ ایسا کرو
اپنی گاڑی احاطے میں لا کر کھڑی کر دو میں آپ کے ساتھ شیدے
کو بھیج دیتا ہوں وہ چوہدری صاب کو آپ کے بارے میں بتا بھی
دے گا اور آپ سے ملا بھی دے گا''...... فضلو نے کہا تو تنویر نے
اثبات میں سر ہلا دیا۔ تنویر دوبارہ کار میں بیٹھا اور وہ کار اس
احاطے میں لے گیا جہاں نئی اور جدید ماڈل کی گاڑیاں کھڑی
تھیں۔ فضلو بھی احاطے میں آ گیا تھا وہ اپنے ساتھ ایک اور نوجوان
کو لے آیا جو شکل و صورت سے فضلو کا بھائی ہی دکھائی دے رہا
تھا۔

''یہ شیدا ہے جی۔ آپ اس کے ساتھ چلے جائیں۔ یہ آپ کو
چوہدری صاب کی حویلی میں لے جائے گا''...... فضلو نے کہا تو تنویر
نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تنویر نے سوچا کہ اسے فضلو سے استاد
مٹھل کے بارے میں پوچھ لینا چاہئے۔ لیکن پھر وہ کچھ سوچ کر
رک گیا۔ اس نے سوچا کہ اسے چل کر چوہدری دلاور حسین سے
بات کرنی چاہئے۔ گاؤں اور قصبوں میں وڈیروں اور چوہدریوں کی
بہت عزت اور مقام ہوتا ہے بڑے سے بڑا شخص ان کے سامنے
سر نہیں اٹھاتا اس لئے اگر وہ چوہدری دلاور حسین سے بات کرے

تو ہو سکتا ہے کہ وہ استاد مٹھل کو اپنی حویلی میں ہی بلا لے۔ تب
تنویر اس سے چوہدری دلاور حسین کے سامنے بہت سی کام کی باتیں
معلوم کر سکتا ہے چنانچہ وہ شیدے کے ساتھ ہو لیا۔

شیدا اسے جھونپڑیوں اور کچے مکانوں کے درمیانی راستوں سے
گزارتا ہوا قصبے کے شمالی حصے میں لے آیا جہاں ایک بہت بڑی
حویلی تھی۔ یہ حویلی قصبے کے دوسرے مکانوں سے قدرے پختہ تھی
اور اس کی دیواریں خاصی بڑی اور اونچی تھیں جیسے کسی قلعے کی
فصیلیں بنی ہوئی ہوں۔ سامنے ایک بڑا سا پھاٹک تھا جو بند تھا۔
اس پھاٹک کے باہر دو مسلح دیہاتی کھڑے تھے۔ ان دونوں کو اپنی
طرف آتے دیکھ وہ مستعد ہو گئے۔

''کون ہے یہ شیدے اور اسے یہاں کیوں لا رہے ہو''۔ گیٹ
کے پاس کھڑے ایک مسلح شخص نے تنویر کے ساتھ آنے والے
دیہاتی سے مخصوص لہجے میں کہا۔

''چوہدری صاب کے مہمان ہیں۔ ان سے ملنے آئے
ہیں''...... شیدے نے جواب دیا۔

''چوہدری صاب کے مہمان۔ لیکن چوہدری صاب نے تو ہمیں
کسی مہمان کے آنے کے بارے میں نہیں بتایا تھا''...... دیہاتی
نے کہا۔

''ہو سکتا ہے ان کی چوہدری صاب سے فون پر بات ہوئی ہو۔
چوہدری صاب کو جا کر ان کے بارے میں بتا دو''...... شیدے

نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اندر جا کر چوہدری صاحب کو بتا دیتا ہوں۔
کیا نام ہے جی آپ کا اور آپ کہاں سے آئے ہیں"...... محافظ
نے پہلے شیدے سے کہا اور پھر تنویر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میرا نام تنویر بیگ ہے۔ میں دارالحکومت سے آیا ہوں اور
مجھے سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن نے بھیجا
ہے"...... تنویر نے جان بوجھ کر سنٹرل انٹیلی جنس اور ڈائریکٹر جنرل
سر عبدالرحمٰن کا نام لیتے ہوئے کہا۔

"انٹیلی جنس۔ اوہ آپ انٹیلی جنس کے آدمی ہو۔ اوہ۔ ایک منٹ
میں ابھی جا کر چوہدری صاحب کو بتاتا ہوں"...... سنٹرل انٹیلی جنس کا
نام سن کر دیہاتی نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا اور پھر وہ
تنویر کا جواب سنے بغیر تیزی سے مڑ کر گیٹ کی طرف بڑھتا چلا
گیا۔ اس نے گیٹ کا ذیلی دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر چلا گیا۔

"یہ انٹالی جانس کیا ہوتا ہے جی"...... شیدے نے حیرت سے
انٹیلی جنس کا انٹالی جانس بناتے ہوئے پوچھا۔

"یہ پولیس والوں کے ادارے کا نام ہے"...... تنویر نے سنجیدگی
سے کہا اور پولیس کا نام سن کر شیدا بھی بری طرح سے سہم گیا اور
گھبرائے ہوئے انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اور تنویر کی جانب
سہمی سہمی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"آپ پولیس والے ہو"...... اس نے خوف بھرے لہجے میں

پوچھا۔

"ہاں کیوں۔ تم پولیس والوں سے ڈرتے ہو کیا"...... تنویر نے
اس کی گھبراہٹ دیکھ کر حیران ہوتے ہوئے کہا جیسے اسے سمجھ میں نہ
آ رہا ہو کہ پولیس کا نام سن کر وہ اس قدر خوف زدہ کیوں ہو رہا
ہے۔

"ہاں جی۔ کون نہیں ڈرتا پولیس والوں سے۔ پولیس والوں کا
نام سن کر تو یہاں اچھے اچھوں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں"۔ شیدے
نے کہا۔

"کیوں کیا یہاں کی پولیس اتنی ظالم ہے جس سے تم جیسوں
کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں"...... تنویر نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں جی۔ یہاں کا تھانیدار تو کیا عام سپاہی بھی کسی جاگیردار
سے کم نہیں ہے۔ ایک بار کوئی ان کے ہتھے چڑھ جائے تو پھر وہ
اس کو نہیں چھوڑتے۔ اب میں آپ سے کیا کہوں صاحب جی۔
آپ تو خود بھی پولیس والے ہو اور آپ شہر سے آئے ہو۔ سنا ہے
شہر کے پولیس والے تو عام گاؤں اور قصبوں کے پولیس والوں سے
کہیں زیادہ سخت اور طاقتور ہوتے ہیں اور کسی سے کچھ اگلوانے کے
لئے وہ آدمی کو جان سے بھی مار دیتے ہیں"...... شیدے نے کہا۔

"جان سے تو نہیں مارتے لیکن بہرحال مجرموں اور بدمعاشوں
کے لئے پولیس واقعی جلاد سے کم نہیں ہوتے"...... تنویر نے جیسے
[illegible] نے کے لئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی

لمحے محافظ گیٹ سے باہر نکلتا دکھائی دیا جو چوہدری صاحب کو تنویر کے بارے میں بتانے کے لئے حویلی میں گیا تھا۔

''لو جی۔ فلک شیر آ گیا ہے''...... شیدے نے کہا تو تنویر اس شخص کی جانب دیکھنے لگا جو گیٹ سے نکل کر اسی کی جانب آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر فکر اور قدرے پریشانی کے تاثرات تھے۔

''کیا بات ہے شیرے۔ تم پریشان کیوں ہو۔ کیا کہا ہے چوہدری صاب نے''...... شیدے نے فلک شیر کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات دیکھ کر کہا۔

''کچھ نہیں''...... فلک شیر نے کہا اور ادھر ادھر دیکھتا ہوا تنویر کے پاس آ گیا۔

''آپ اکیلے آئے ہو یا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی آیا ہے''...... فلک شیر نے پوچھا۔

''اکیلا ہی ہوں۔ کیوں''...... تنویر نے حیرت سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آئیں میرے ساتھ''...... فلک شیر نے کہا۔ اس نے شیدے کو اشارہ کیا تو شیدے نے اثبات میں سر ہلایا اور پلٹ کر اس طرف ہو لیا جس طرف سے وہ آیا تھا۔ فلک شیر تنویر کو لے کر گیٹ کی طرف بڑھا۔

گیٹ سے گزر کر وہ ایک بڑے احاطے میں داخل ہوئے اور فلک شیر اسے مختلف راستوں سے لیتا ہوا ایک رہائشی حصے میں آ گیا۔ اس نے رہائشی حصے میں آ کر تنویر کو ایک سٹنگ روم میں

بٹھایا جسے نہایت خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا۔

''آپ یہاں بیٹھیں۔ چوہدری صاب ابھی آ جاتے ہیں''۔ فلک شیر نے کہا اور تنویر کا جواب سنے بغیر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

سٹنگ روم کی دیواروں پر پرانے جاگیرداروں اور وڈیروں کی تصویریں آویزاں تھیں۔ جن پر بڑے بڑے اور خرانٹ قسم کے وڈیرے اور جاگیردار کرسیوں پر شان سے بیٹھے تھے۔ ان میں سے کچھ تصویریں ڈیجیٹل کیمروں سے بنائی گئی تھیں اور کچھ ہاتھ سے پینٹ کی گئی تھیں۔ کئی تصویریں پرانی تھیں۔ ان میں ایک تصویر نئی تھی جس پر ایک لمبا تڑنگا اور بھاری مونچھوں والا ادھیڑ عمر شخص سر پر پگڑی باندھے بڑی شان سے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سنہری دستے والی چھڑی تھی جسے اس نے اپنے سامنے زمین پر لگا کر دونوں ہاتھ اس پر رکھے ہوئے تھے۔ تمام تصویروں کے نیچے ان کے نام لکھے ہوئے تھے۔ تنویر جس تصویر کو دیکھ رہا تھا اس کے نیچے چوہدری دلاور حسین کا نام لکھا ہوا تھا۔

چوہدری دلاور حسین کا چہرہ کافی بڑا تھا اور اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ شکل سے ہی انتہائی سخت گیر اور خرانٹ قسم کا چوہدری دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں لیکن انتہائی سرخ تھیں جیسے ان میں خون بھرا ہوا ہو۔

وہ ابھی غور سے ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا کہ اسی لمحے اسے عقب سے [illegible] کی آواز سنائی دی۔ تنویر پلٹا تو اسے کمرے میں وہی ادھیڑ

عمر چوہدری دلاور حسین داخل ہوتا ہوا دکھائی دیا جس کی وہ تصو
دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو دیہاتی تھے جنہوں نے باقاعدہ مشین
گنیں اٹھا رکھی تھیں جیسے وہ چوہدری دلاور حسین کے باڈی گار
ہوں۔

چوہدری دلاور حسین نے سفید شیروانی پہن رکھی تھی اور اس کے
سر پر بھاری پگڑی نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں وہی سنہر
دستے والی چھڑی تھی جو تصویر میں نظر آ رہی تھی۔

چوہدری دلاور حسین چھوٹی چھوٹی اور سرخ آنکھوں سے تنویر
گھور رہا تھا۔ وہ چھڑی کے سہارے چلتا ہوا اندر آیا اور ایک
صوفے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو"...... سلام و دعا کے بعد چوہدری دلاور حسین نے بڑ
کرخت لہجے میں کہا اور خود بھی سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔ تنویر ا
کے سامنے بیٹھ گیا۔ دونوں محافظ، چوہدری دلاور حسین کے پیچ
انتہائی مستعدی سے کھڑے ہو گئے۔ ان دونوں کی نظریں تنویر پر ج
ہوئی تھیں جیسے اگر تنویر نے ان کے چوہدری پر حملہ کرنے کی کوشش
کی تو وہ دونوں تنویر کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔ چوہدری دلا
حسین تصویر سے زیادہ سخت گیر اور شیطان صفت انسان دکھائی د
رہا تھا۔

"تو تمہیں یہاں سر عبدالرحمٰن نے بھیجا ہے"...... چوہدری دلا
حسین نے تنویر کی جانب درشت نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں"...... تنویر نے اس کے لہجے کا کوئی نوٹس لئے بغیر
بیدلی سے جواب دیا۔

"کیوں بھیجا ہے۔ کیا کہا ہے انہوں نے"...... چوہدری دلاور
حسین نے اسی انداز میں پوچھا۔

"میں یہاں استاد مٹھل کے بارے میں تحقیقات کرنے کے
لئے آیا ہوں"...... تنویر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے
ہوئے کہا جیسے ہی اس نے استاد مٹھل کا نام لیا چوہدری دلاور حسین
یوں اچھلا جیسے تنویر نے اس کے سر پر پگڑی کے باوجود ہتھوڑا مار دیا
ہو۔

"استاد مٹھل۔ کیا مطلب"...... چوہدری دلاور حسین نے تیز
لہجے میں کہا۔ استاد مٹھل کا نام سن کر چوہدری دلاور حسین کے
دونوں محافظ بھی چونک پڑے تھے۔

"ہمیں انفارمیشن ملی ہے کہ استاد مٹھل اس علاقے کا نامی غنڈہ
ہے اور وہ شہر میں جا کر معصوم بچوں اور نوجوان لڑکیوں کو اغوا کرتا
ہے اور ان لڑکیوں اور بچوں کے لئے ان کے ماں باپ سے بھاری
تاوان طلب کرتا ہے۔ اسے تاوان مل بھی جائے تب بھی وہ نہ کسی
لڑکی کو واپس کرتا ہے اور نہ کسی بچے کو۔ لڑکیوں کے بارے میں تو
معلوم نہیں ہے کہ ان کا کیا ہوتا ہے لیکن معصوم بچوں کے بارے میں
ہمارے پاس حتمی رپورٹ ہے کہ ان سے زبردستی بیگار لی جاتی
ہے"...... تنویر نے چوہدری دلاور حسین کی جانب غور سے دیکھتے

ہوئے کہا۔ اس کی باتیں سنتے ہوئے چوہدری دلاور حسین کے
چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک رنگ جا رہا تھا جیسے تنویر کسی
استاد مٹھل کے بارے میں نہیں بلکہ یہ سب اس کے بارے میں
کہہ رہا ہو۔

''سب بکواس ہے۔ کس نے کہا ہے یہ سب، بولو کس نے کہا
ہے''...... چوہدری دلاور حسین نے خود سنبھالتے ہوئے کہا۔

''بابا رحمت نے''...... تنویر نے چوہدری دلاور حسین کا بدلتا ہوا
رنگ دیکھ کر کہا۔

''بابا رحمت۔ کون بابا رحمت۔ میں کسی بابا رحمت کو نہیں جانتا اور
تم نجانے کس استاد مٹھل کی بات کر رہے ہو۔ میں اس قصبے کے
ایک ایک فرد کو جانتا ہوں۔ یہاں استاد مٹھل نام کا کوئی شخص نہیں
رہتا۔ تمہیں جس نے بھی اس کے بارے میں بتایا ہے سب غلط بتایا
ہے''...... چوہدری دلاور حسین نے سخت لہجے میں کہا۔

''ہماری انفارمیشن غلط نہیں ہیں چوہدری صاحب۔ بابا رحمت
بیگار کے لئے جن بچوں کو اپنے ساتھ شہر لے گیا تھا وہ سب ہماری
تحویل میں ہیں اور بابا رحمت نے ہمارے سامنے سب کچھ اگل دیا
ہے۔ اس لئے آپ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ آپ کسی
استاد مٹھل کے بارے میں نہیں جانتے''...... تنویر نے اس بار
قدرے درشت لہجے میں کہا۔

''کک۔ کک۔ کیا مطلب۔ کیا بتایا ہے بابا رحمت نے۔ ا

س کس کا نام لیا ہے''...... چوہدری دلاور حسین نے اس بار
ے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کی بات سن کر تنویر چونک
۔ چوہدری دلاور حسین نے جس انداز میں بات کی تھی اس سے
یاں ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہی استاد مٹھل ہو یا پھر وہ استاد مٹھل کے
گھناؤنے کام کا حصہ دار ہو۔

''بابا رحمت نے ان سب کے نام بتائے ہیں جو استاد مٹھل کے
ساتھ کام کرتے ہیں''...... تنویر نے اس کی جانب تیز نظروں سے
گھورتے ہوئے کہا۔ چوہدری دلاور حسین کے انداز سے اسے
صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ چوہدری دلاور حسین کا بابا رحمت اور استاد
مٹھل سے گہرا تعلق ہے۔ بابا رحمت وہی انسان تھا جو شہر میں
بھکاری بن کر دس سالہ بچے سے بیگار لے رہا تھا۔

''جھوٹ سب جھوٹ۔ میں نہیں جانتا کسی بابا رحمت یا استاد
مٹھل کو۔ تم جو کوئی بھی ہو جاؤ یہاں سے اور جو کر سکتے ہو کر
لو''...... چوہدری دلاور حسین نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

''دیکھیں چوہدری صاحب ابھی تو صرف میں آیا ہوں اگر
آپ نے میرے ساتھ تعاون نہ کیا تو میں ڈائریکٹر صاحب کو
کال کر دوں گا پھر ہو سکتا ہے کہ ڈائریکٹر صاحب خود ہی فورس
لے کر یہاں آ جائیں۔ اگر یہاں فورس آ گئی تو آپ کے لئے بھی
مشکل ہو جائے گی''...... تنویر نے دھمکی دینے والے انداز میں کہا تو
چوہدری دلاور حسین یکلخت اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"دھمکی۔ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ تمہاری یہ اوقات کہ قصبہ درویش کے چوہدری دلاور حسین کو دھمکی دو۔ میں تمہیں چیر رکھ دوں گا۔ تمہارے ٹکڑے اُڑا دوں گا"...... چوہدری دلاور حسین نے جیسے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا تو تنویر کے ہونٹوں یکلخت زہر انگیز مسکراہٹ آ گئی۔

"آپ تو اس طرح سے ڈر رہے ہیں جیسے اس معاملے میں رحمت بابا اور استاد مٹھل کے ساتھ آپ بھی ملوث ہوں اور فور کے آنے کے ڈر سے آپ کی جان نکل گئی ہو"...... تنویر نے ا کی دھمکی کو نظر انداز کرتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ یو نانسنس۔ میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہو اور نہ ہی میرا ان دونوں سے کوئی واسطہ ہے۔ تم حد سے نہ بڑ ورنہ......" چوہدری دلاور حسین نے بری طرح سے گرجتے ہو کہا۔

"ورنہ۔ ورنہ کیا......" تنویر نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"ورنہ تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے"...... چوہد دلاور حسین نے غرا کر کہا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں یہاں اپنی مرضی سے نہ بلکہ ڈائریکٹر صاحب کے حکم پر آیا ہوں۔ میرے یہاں آنے آپ سے ملنے کا تمام شیڈول چیف کے پاس ہے۔ اگر میں یہا سے واپس نہ گیا تو پھر چیف کے حکم سے واقعی یہاں فورس

پڑے گی جو میری تلاش میں اس قصبے کی زمین تک ادھیڑ دے گی۔ زمین ادھیڑنے کے باوجود انہیں میں ملوں یا نہ ملوں لیکن فورس کو ان خفیہ جگہوں کا ضرور پتہ چل جائے گا جہاں دوسرے علاقوں سے اغوا کئے گئے بچے اور عورتیں لا کر رکھی جاتی ہیں"...... تنویر نے اس بار بڑے تلخ لہجے میں کہا۔ وہ اب تک بڑی نرمی اور برداشت سے کام لے رہا تھا ورنہ چوہدری دلاور حسین جیسے لوگوں کو وہ منہ تک لگانا پسند نہیں کرتا تھا اور اونچی آواز میں بات کرنے والے کو تو وہ کاٹ کر رکھ دیتا تھا۔ چوہدری دلاور حسین جس غصے اور طنطنے سے بات کر رہا تھا اس سے تنویر کو صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ اغوا کاری جیسے گھناؤنے فعل میں اس کا بھی ضرور ہاتھ ہے۔

"مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے سمجھے تم۔ اب میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میرے آدمی اب تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دیں گے اور وہ بھی اس حالت میں کہ تم اپنے پیروں پر چل بھی نہیں سکو گے"...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

"یہ چھچھوندر مجھے اٹھا کر باہر پھینکیں گے"...... تنویر نے چوہدری دلاور حسین کے پیچھے کھڑے دیہاتی نما محافظوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر دونوں محافظوں کے ساتھ ساتھ چوہدری دلاور حسین کا بھی رنگ بدل گیا۔

"یہ چھچھوندر کیا کر سکتے ہیں تمہیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ یہ بات تمہاری دھونس دینے کی کہ تم سنٹرل انٹیلی جنس سے آئے

ہو اور تمہیں ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن نے یہاں بھیجا ہے تو کان کھول کر سن لو۔ سر عبدالرحمٰن میرے پرانے واقف کار ہیں۔ جب مجھے تمہاری آمد کا پیغام ملا تھا تو میں نے اسی وقت سر عبدالرحمٰن سے رابطہ کر لیا تھا۔ ان کے کہنے کے مطابق نہ تو ان کے ڈیپارٹمنٹ میں کوئی تنویر بیگ موجود ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی کو انکوائری کے لئے قصبۂ درویشاں بھیجا ہے''...... چوہدری دلاور حسین نے اس بار بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اور تنویر کی طرف انتہائی خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا تو تنویر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ چوہدری دلاور حسین اس کے خیالوں سے کہیں زیادہ تیز اور ذہین تھا۔ وہ چونکہ سر عبدالرحمٰن کو فون کر کے پہلے ہی اس بات کی تصدیق کر چکا تھا کہ انہوں نے کسی کو انکوائری کے لئے قصبۂ درویشاں بھیجا ہے یا نہیں۔ اسی لئے اس کا لہجہ بے حد سخت اور کرخت تھا اور وہ تنویر سے انتہائی روکھے انداز میں پیش آ رہا تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں غلط نہیں ہوں۔ بابا رحمت اور استاد مٹھل جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ سب تمہاری ہی ایما پر کر رہے ہیں''......تنویر نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ وہ میرے ماتحت ہیں۔ اب بولو''...... چوہدری دلاور حسین نے بھی اس بار ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''تو تمہارا گروپ بچوں اور لڑکیوں کو اغوا کر کے ان کے لئے تاوان مانگتا ہے''......تنویر نے اس کی ڈھٹائی سے متاثر ہوئے بغیر

سنجیدگی سے پوچھا۔

''بالکل۔ اس کے علاوہ ہم بچوں اور لڑکیوں کو بیرون ملک سمگل بھی کرتے ہیں۔ یعنی ہیومن ٹریفک اور کچھ بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ہم ہاتھ پاؤں توڑ کر ان سے بیگار بھی لیتے ہیں اور ان سے بھیک بھی منگواتے ہیں، اب بولو''...... چوہدری دلاور حسین نے اسی انداز میں جواب دیا۔

''اس گھناؤنے اور مکروہ کام سے تمہیں گھن نہیں آتی''......تنویر نے غرا کر کہا۔

''کیوں۔ گھن کیوں آئے گی۔ یہ ہمارا دھندہ ہے اور اپنے دھندے کے لئے ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں''...... چوہدری دلاور حسین نے اسی طرح بڑی ڈھٹائی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ دولت کے حصول کے لئے تم اپنی ماں اور اپنے بچوں کا بھی سودا کر سکتے ہو''......تنویر نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔

''بکواس مت کرو۔ اب بتاؤ تم کون ہو اور بابا رحمت اور استاد مٹھل کے بارے میں کیسے جانتے ہو''...... چوہدری دلاور حسین نے غرا کر کہا۔

''میں تم جیسے ضمیر فروش اور شیطان صفت انسانوں کے لئے موت ہوں۔ بھیانک موت''......تنویر نے بھی اسی کے انداز میں غرا کر کہا۔

”ہونہہ۔ موت تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے برخوردار اور الٹا تم مجھے اس سے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو“...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔ اسی لمحے ٹھک ٹھک کی آوازوں کے ساتھ کمرے میں دو چیخیں سی ابھریں اور چوہدری دلاور حسین بری طرح سے اچھل کر رہ گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کے پیچھے موجود دونوں محافظ زمین پر گرے تڑپتے دکھائی دیئے۔

”یہ۔ یہ۔ یہ تم نے کیا کر دیا ہے۔ یہ۔ یہ“...... چوہدری دلاور حسین نے بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔ تنویر نے اپنا ایک ہاتھ جیب میں ڈال رکھا تھا جس میں اس نے سائلنسر لگا مشین پسٹل رکھا ہوا تھا اس نے پسٹل جیب سے نکالے بغیر چوہدری دلاور حسین کے دونوں محافظوں کو گولیاں مار دی تھیں۔ اس کے کوٹ کی جیب میں سوراخ ہو چکا تھا جہاں سے دھواں سا نکلتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

عمران صبح کا ناشتہ کر کے ابھی فارغ ہوا ہی تھا کہ اچانک ڈور بیل بج اٹھی۔

”سلیمان۔ سلیمان۔ دیکھنا صبح صبح کس کے پیٹ میں درد اٹھا ہے جو اس نے ہمارے فلیٹ کے دروازے کی گھنٹیاں بجانی شروع کر دی ہیں“...... عمران نے اونچی آواز میں سلیمان کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ نے ناشتہ کر لیا ہے“...... کچن سے سلیمان کی جواباً آواز سنائی دی۔

”ہاں۔ کر لیا ہے“...... عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر آپ خود ہی جا کر دیکھ لیں کہ کس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ میں کچن میں ناشتہ کر رہا ہوں“...... سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں بھاری بھرکم ناشتہ کرنے کے بعد خود بھی بھاری بھرکم ہو گیا ہوں پیارے۔ اگر اٹھنے کی کوشش کی تو مجھے اٹھنے میں دو تین گھنٹے لگ جائیں گے۔ اس لئے تم ہی جا کر دیکھ لو"...... عمران نے کہا۔

"مجھے بھی ناشتے نے باندھ رکھا ہے صاحب۔ جب تک میں سارا ناشتہ ختم نہیں کر لوں گا تب تک یہ مجھے کہیں جانے نہیں دے گا"...... سلیمان نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ایک بار پھر گھنٹی بجی۔

"یار دیکھ لو ایک بار۔ نجانے کون بھک منگا ہے جب تک تم اسے کچھ دے کر رخصت نہیں کرو گے وہ اسی طرح بیل بجا بجا کر میرا اور تمہارا سر کھا جائے گا"...... عمران نے بری طرح سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"سوری صاحب۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ آپ نے دیکھنا ہے تو دیکھ لیں ورنہ بجانے دیں اسے گھنٹی۔ جب اسے کوئی جواب نہیں ملے گا تو وہ تنگ آ کر خود ہی واپس چلا جائے گا"...... سلیمان نے کہا۔

"دیکھ لو کہیں کوئی اللہ کا نیک بندہ نہ آیا ہو جو تمہارا پرانا قرض چکانا چاہتا ہو۔ اگر وہ چلا گیا تو پھر تم ہاتھ ملتے ہی رہ جاؤ گے۔ اس دور میں قرض دینا تو آسان ہوتا ہے مگر قرض واپس لینا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ضروری نہیں ہے کہ کوئی قرض واپس کرنے والا ہی آیا ہو۔ اگر قرض واپس لینے والا ہوا تو"...... سلیمان نے کہا۔

"تو آج اس کا قرض اتار ہی دینا۔ اس سے کہنا کہ وہ اس فلیٹ میں تم سمیت جو کچھ بھی ہے اپنے ساتھ لے جائے۔ ویسے بھی یہاں موجود ہر چیز پرانی ہو چکی ہے اور پرانی چیزوں سے اگر کسی کا قرض چکا دیا جائے تو یہ بھی ثواب کا ہی کام ہوتا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"تو کیا ان پرانی چیزوں میں، میں بھی شامل ہوں"...... اسی لمحے کمرے میں سلیمان نے داخل ہو کر بھنائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور نہیں تو کیا۔ اپنی عمر دیکھو۔ جہاں تک میرا خیال ہے فلیٹ میں موجود ہر چیز سے زیادہ تم پرانے ہو۔ تم پر بڑھاپا غالب آتا جا رہا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم اس قدر بوڑھے ہو جاؤ کہ کسی دن سچ مچ تمہیں اپنا بزرگ سمجھ کر مجھے تمہاری خدمت کرنی پڑے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر میں بوڑھا ہوں تو آپ کون سے نوجوان ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کے بال سیاہ ہیں۔ آپ کا چہرہ نکھرہ نکھرہ رہتا ہے۔ جسم مضبوط ہے اور آنکھوں میں بے پناہ چمک ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ آپ اس وقت پیدا ہوئے تھے جب سو سو سال کے سو [illegible]تے مرے تھے"...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے باپ رے۔ سو سو سال کے سو بوڑھے۔ تمہارا مطلب ہے کہ میں پرانی روح ہوں"...... عمران نے بوکھلا کر کہا۔

"اور نہیں تو کیا۔ آپ کا تعلق چنگیز خان کے خاندان کی آخری نسل سے ہے اور آخری نسل کا آخری آدمی دیر سے ہی مرتا ہے انتہائی ضعیف اور انتہائی لاغر ہو کر"...... سلیمان نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"یعنی تم چاہتے ہو کہ میں ضعیف اور لاغر ہو کر مر جاؤں اور وہ بھی شادی کئے اور بچوں کے بغیر، تاکہ آئندہ میری نسل ہی نہ ہو"...... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ایک دن ایسا ہی ہونا ہے۔ نہ آپ شادی کرتے ہیں اور نہ میرے لئے کچھ سوچتے ہیں"...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

"تمہارے لئے کیا سوچوں۔ جو سوچنا ہے تم خود سوچو"۔ عمران نے بڑی بوڑھیوں کی طرح ہاتھ لہرا کر کہا۔

"کیسے سوچوں۔ جب تک آپ میری سابقہ تنخواہوں کا حساب نہیں دیں گے میں اپنے بارے میں کیسے سوچ سکتا ہوں۔ آج کا دور مہنگا ترین دور ہے۔ منگنی پر ہی لاکھوں کا خرچہ آ جاتا ہے۔ پھر شادی اور پھر ولیمہ اور پھر دوسری رسومات۔ شادی تو شادی اب تو مرنا بھی ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ پہلے قبر کے لئے جگہ ڈھونڈو۔ پھر قبر کی فیس ادا کرو اس کے بعد قبر کی کھدائی کراؤ اور پھر رشتہ داریاں نبھانے کے لئے رشتہ داروں کو اچھے سے اچھا کھانا پیش کرو۔ جب

تک یہ سب نہیں ہو جاتا کوئی اس بات کا یقین ہی نہیں کرتا کہ مرنے والا اس دنیا سے واقعی چلا گیا ہے"...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔ اسی لمحے ایک بار پھر بیل بجی۔ اس بار بیل بجی تو بجتی ہی چلی گئی جیسے بیل بجانے والے نے تہیہ کر لیا ہو کہ وہ اس وقت تک بیل سے انگلی نہیں ہٹائے گا جب تک کہ اس کے لئے دروازہ نہیں کھول دیا جاتا۔

"ہونہہ۔ بڑا ہی بے صبرا ہے۔ دو منٹ انتظار بھی نہیں کر سکتا۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس وقت میں مرنے اور جینے کی باتیں کر رہا ہوں"...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا اور برے برے منہ بناتا ہوا مڑا اور بیرونی دروازے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں کے بعد عمران کو دروازہ کھلنے اور پھر کسی کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر قدموں کی آوازیں سنائی دیں جو اسی طرف آ رہی تھیں۔ دوسرے لمحے دروازے پر چوہان اور خاور دکھائی دیئے۔

"السلام وعلیکم عمران صاحب"...... ان دونوں نے ایک ساتھ سلام کرتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم والسلام۔ وعلیکم والسلام۔ جیتے رہو۔ جیتے رہو۔ ماشاء اللہ بڑی صبح صبح راستہ بھول کر یہاں کیسے آ گئی ہے"...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ہم دونوں یہاں سے گزر رہے تھے تو سوچا کہ صبح صبح آپ

سے مل کر آپ کو سلام ہی کر لیا جائے''...... چوہان نے مسکراتے
ہوئے کہا اور وہ دونوں آگے آ گئے انہوں نے عمران سے ہاتھ
ملائے اور عمران کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔

''اچھا اچھا صرف سلام کرنے کے لئے ہی آئے ہو۔ میں سمجھ
کہ کچھ مانگنے کے لئے آئے ہو''...... عمران نے بڑے اطمینان
بھرے لہجے میں کہا۔

''مانگنے کے لئے۔ کیا مطلب۔ ہم بھلا آپ سے کیا مانگ سکتے
ہیں''...... خاور نے حیران ہو کر کہا۔

''بھئی نوجوان ہو۔ بزرگوں کے پاس آ کر ان سے کچھ بھی
مانگ سکتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''بزرگ۔ کون بزرگ۔ کیا آپ خود کو بزرگ سمجھتے ہیں''
چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرے سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ میرا چیف باورچی
یہی سمجھتا ہے کہ میں صدیوں پرانی روح ہوں اور پرانا کچھ بھی ہو
بوڑھا ہی ہوتا ہے''...... عمران نے جیسے بے چارگی سے کہا تو وہ
دونوں ہنس پڑے۔

''عمران صاحب آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی''۔ خاور
نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

''کون سی بات۔ کہیں شادی وادی کا ارادہ تو نہیں ہے''۔ عمران
نے کہا تو وہ ایک بار پھر ہنس پڑے۔

''ہم شادیاں کیسے کر سکتے ہیں عمران صاحب۔ ہمارا تو چیف
سے معاہدہ ہے کہ جب تک ہم سیکرٹ سروس میں رہیں گے نہ تو ہم
شادیاں کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی سے کوئی رشتہ داری قائم کر سکتے
ہیں''...... خاور نے جواب دیا۔

''شادیاں۔ کیا بات ہے۔ یہاں میں ایک شادی کرانے کے
لئے ترس رہا ہوں اور تم باقاعدہ شادیاں کہہ رہے ہو جس کا مطلب
ہے کہ اگر تمہیں اجازت دے دی جائے تو تم ایک ساتھ پانچ چھ
شادیاں کر لو گے''...... عمران نے کہا تو وہ دونوں ہنسنے لگے۔

''پانچ چھ نہیں۔ ہم دونوں نے پوری سو شادیاں کرانے کا فیصلہ
کیا ہے''...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران یوں اچھلا
جیسے چوہان نے اس کے سر پر گرز مار دیا ہو۔

''سس۔ سس۔ سو شادیاں۔ کیا تم دونوں شہنشاہوں کے
خاندان سے تعلق رکھتے ہو جو سو شادیاں کرنے کا پروگرام بنا رہے
ہو کیونکہ پرانے زمانے کے شہنشاہ، بادشاہ، راجے اور مہاراجے ہی
اتنی شادیاں کرتے تھے''...... عمران نے کہا۔

''ہم شادیاں کرنے کی نہیں کرانے کی بات کر رہے ہیں''۔
خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کرانے کی۔ اوہ اب سمجھا۔ تم یہاں میری شادی کرانے آئے
ہو۔ واہ واہ۔ وہ بھی ایک نہیں پوری سو''...... عمران نے خوش ہو کر
کہا تو وہ دونوں ایک بار پھر ہنس پڑے۔

''ہم لڑکیوں کی شادیاں کرانے کا کہہ رہے ہیں''...... چو
نے ہنستے ہوئے کہا۔
''لڑکیوں کی۔ کون سی لڑکیاں اور ایک لڑکی سو شادیاں کیسے
سکتی ہے۔ یہ زیادہ نہیں ہو جائے گا کچھ''...... عمران نے کہا۔
''ایک لڑکی کی نہیں سو لڑکیوں کی شادیاں اور وہ بھی ا
ساتھ۔ مطلب اجتماعی شادیاں''...... خاور نے کہا۔
''لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے کہ ابھی تو تم دونوں میں سے
ایک کی بھی شادی نہیں ہوئی پھر یہ لڑکیاں اور وہ بھی سو''...... عم
نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا تو وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے
''اس ملک وقوم کی لڑکیاں بھی تو ہماری بہنیں ہی ہیں۔ کیا
ان کی شادیاں نہیں کرا سکتے''...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا
''ملک وقوم کی تو لاکھوں کروڑوں لڑکیاں ہیں۔ تم کن کن
شادیاں کراؤ گے''...... عمران نے کہا۔
''دو ہزار آٹھ میں شمالی علاقہ جات میں جو زلزلہ آیا تھا اس
خاندان کے خاندان ختم ہو گئے تھے۔ کئی مائیں بے اولاد اور کئی
اور بچیاں یتیم ہو گئی تھیں۔ آج اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود
ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ لڑکے تو جوان ہو کر اپنا گزر ا
کر لیتے ہیں لیکن ان علاقوں میں رہنے والی لڑکیاں آج بھی کسمپ
کی زندگیاں بسر کر رہی ہیں۔ ان علاقوں میں نہ رہنے کے
مکان ہیں۔ نہ کھانے کا سامان۔ حکومتی سطح پر بس ان کی حال

سنوار نے کے صرف وعدے ہی کئے جاتے ہیں لیکن تاحال ان کے
لئے کچھ نہیں کیا گیا ہے۔ یتیم، مسکین بچوں اور بچیوں کی حالت
انتہائی دردناک ہے۔ ان کے پاس نہ تو تن ڈھانپنے کے لئے لباس
ہوتا ہے اور نہ کھانے کا سامان۔ ان علاقوں میں خاص طور پر کسی
نوجوان لڑکی کی عزت بھی محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے خاص
طور پر اس علاقے کا جا کر دورہ کیا تھا اور وہاں کی حالت دیکھ کر
ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ جس حد تک ہو سکے ان کی مدد کی جائے۔
انہیں کہیں نہ کہیں سے کچھ نہ کچھ کھانے پینے کو تو میسر آ جاتا ہے
لیکن بے شمار لڑکیاں ہیں جن کے ماں باپ نہیں ہیں اور وہ کسمپرسی
سے رہ رہی ہیں اس لئے ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ان کی شادیاں
کرا دی جائیں تاکہ وہ اپنی آنے والی زندگیاں بہتر انداز میں جی
لیں اور نئی زندگی حاصل کر کے اپنے پرانے زخم بھول
جائیں''...... خاور نے کہا۔
''گویا فور سٹار اب کار خیر میں حصہ لینے کا پروگرام بنا رہا
ہے''...... عمران نے مسکرا کر کہا۔
''جی ہاں۔ ان دنوں چونکہ ہمارے پاس کوئی کیس نہیں ہے اس
لئے ہم نے سوچا ہے کہ اس وقت کو ضائع کرنے کی بجائے نیکی
کے کاموں میں لگایا جائے''...... چوہان نے کہا۔
''خیال تو تمہارا اچھا ہے۔ لیکن اس کار خیر میں تم سو شادیاں
کرانے کا سوچ رہے ہو۔ اس میں تو اچھا خاصا خرچہ آ جائے

گا“...... عمران نے کہا۔

”اس سلسلے میں ہم تمام ساتھیوں سے بات کر چکے ہیں ا
حسب توفیق انہوں نے ہماری مدد بھی کی ہے۔ مس جولیا اور با
سب نے ہمیں اتنی رقم دے دی ہے کہ ہم آسانی سے سو شادیا
کرا سکتے ہیں“...... خاور نے کہا۔

”تو اسی سلسلے میں تم سیکرٹ سروس سے رخصت لینا چاہ
ہو“...... عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ ہم نے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ تمام ممبرا
ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم نے مس جولیا سے با
کی تھی لیکن انہوں نے کہا ہے کہ ہم اس سلسلے میں آپ سے با
کریں اور آپ چیف سے بات کریں تاکہ نہ صرف وہ ہمیں ش
علاقوں میں جانے کی اجازت دے دیں بلکہ اس کارِ خیر میں خود
بڑھ چڑھ کر حصہ لیں“...... چوہان نے کہا۔

”یہ نیکی کا کام ہے اور نیکی کے کام سے چیف تو کیا اس ملک
کا پریذیڈنٹ بھی نہیں روک سکتا۔ پھر جولیا کو چیف سے اجاز
لینے میں کیا مسئلہ ہے“...... عمران نے کہا۔

”وہ بات دراصل یہ ہے عمران صاحب کہ ہم مس جولیا
ذریعے پہلے بھی چیف سے ایک دو بار رخصت لے چکے ہیں۔
نے اس علاقے کا سروے بھی کیا تھا اور شادیوں کے لئے سا
بھی اکٹھا کیا تھا جس میں خاصا وقت لگ گیا تھا۔ اس لئے

سے بار بار ہمارے لئے رخصت لینے میں مس جولیا کترا رہی
ہیں“...... خاور نے کہا۔

”تو یہ بات ہے۔ اب تم چاہتے ہو کہ اس نیک کام کے لئے
چیف سے تمہیں میں رخصت لے کر دوں“...... عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ ہم یہی چاہتے ہیں“...... چوہان نے مسکرا کر کہا۔

”ایک شرط پر میں تمہیں رخصت لے کر دوں گا“...... عمران
نے کہا۔

”شرط۔ کون سی شرط“...... ان دونوں نے چونک کر ایک ساتھ
کہا۔

”سو لڑکیوں کی لسٹ میں تمہیں میرا نام بھی شامل کرنا پڑے
گا“...... عمران نے کہا تو وہ دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

”کیوں۔ آپ کو کسی اور لڑکی کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کے
لئے مس جولیا کافی نہیں ہیں کیا“...... چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرا رقیب روسفید مجھے جولیا کی طرف دیکھنے بھی نہیں دیتا اور
تم اس سے شادی کی بات کر رہے ہو“...... عمران نے کہا تو ان کی
ں تیز ہو گئی۔

”رقیب روسفید تو آپ کے راستے کی دیوار ہے ہی نہیں۔
ا... ہی اس معاملے میں کبھی سنجیدہ نہیں ہوتے۔ جس دن آپ
... گئے اس روز رقیب روسفید خود آپ کے سر پر سہرا

باندھنے کے لئے آ جائے گا''...... خاور نے کہا۔

''ہائے کاش کہ وہ دن بھی کبھی آئے۔ میں تو اسی حسرت میں
بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں''...... عمران نے مخصوص انداز میں کہا تو ا
دونوں ایک مرتبہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

''پھر کیا کہتے ہیں''...... خاور نے پوچھا۔

''کیا کہوں۔ تم نے میرا سارا اسکوپ ہی ختم کر دیا ہے۔ اب
سوائے انتظار کرنے کے میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں''...... عمران
نے کراہ کر کہا۔

''ہم اپنی رخصت کی بات کر رہے ہیں''...... چوہان نے کہا۔

''تم جاؤ۔ نیکی کے کام میں دیر کرنے اور کسی سے اجازت لینے
کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اول تو چیف پوچھے گا نہیں اگر اس نے
پوچھ لیا تو میں خود اس سے بات کر لوں گا۔ خود تو وہ نقاب پوش
جلاد بن کر شادی کرتا نہیں تو وہ دوسروں کو شادیاں کرانے سے کیسے
روک سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''دیکھ لیں۔ بلا اجازت آؤٹ آف سٹی جانے سے کہیں ہماری
شامت نہ آ جائے''...... خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں آتی شامت۔ تم جاؤ اور اطمینان سے اپنا کام کرو۔ اس
کارِ خیر میں مجھ سے بھی اگر کسی مدد کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہہ
دینا۔ ویسے تو میں غریب آدمی ہوں۔ چائے تک میں ادھار کے
دودھ، ادھار کی چینی اور ادھار کی پتی منگوا کر پیتا ہوں لیکن نیکی کے

اس کام کے لئے میں سلیمان کے خفیہ اکاؤنٹ سے دس بیس لاکھ
نکلوا کر تمہیں دے سکتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سو شادیاں کرانے کے
ہمارے تمام انتظامات مکمل ہیں۔ اگلے ٹرم میں اگر ضرورت ہوئی تو
ہم آپ سے ایسے سو دو سو چیک ضرور سائن کرا لیں گے''۔ چوہان
نے ہنستے ہوئے کہا۔

''سو دو سو چیک۔ ارے باپ رے۔ اتنے چیکوں سے تو میں
اپنے ساتھ ساتھ سیکرٹ سروس کے تمام ممبروں کی بھی سو سو شادیاں
کرا سکتا ہوں اور وہ بھی ایک ساتھ''...... عمران نے بوکھلائے
ہوئے لہجے میں کہا اور وہ دونوں ہنسنے لگے۔

''سلیمان۔ بھائی سلیمان صاحب''...... عمران نے سلیمان کو
ہانک لگائی۔ اسی لمحے سلیمان ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آ گیا۔ ٹرالی
میں چائے کے ساتھ ساتھ سنیکس اور بسکٹس موجود تھے۔

''بھئی واہ۔ اسے کہتے ہیں قسمت۔ سلیمان تم دونوں کے لئے
چائے بھی لایا ہے اور سنیکس اور بسکٹس بھی۔ میں اگر اس سے
ایک پیالی چائے کا کہتا تو اس نے دودھ، پتی، چینی اور گیس نہ
دینے کا بہانہ بنا کر مجھے ٹرخا دینا تھا۔ میں تو کہتا ہوں کہ تم دونوں
وقت نکال کر روز ہی آ جایا کرو بلکہ یہیں ہمارے ساتھ ہی رہنا
شروع کر دو۔ تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی یہ سب مل جایا کرے گا
یہ سب دیکھنے کے لئے ہی میری آنکھیں ترس جاتی ہیں''...... عمران

نے ٹرالی میں موجود سامان کی جانب ندیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو ان دونوں کے ساتھ ساتھ سلیمان بھی مسکرا دیا۔

''میں نے سنا ہے کہ آپ دونوں نیک کام میں حصہ لینے جا رہے ہیں۔ یتیم اور غریب لڑکیوں کی شادیاں کرانے''...... سلیمان نے چوہان اور خاور کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں جا رہے ہیں۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا تم بھی ان کے ذریعے کسی بیوہ بوڑھی کو اپنانا چاہتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ آپ بتائیں کیا یہ سچ ہے''۔ سلیمان نے کہا۔

''ہاں۔ ہم دونوں اسی کام کے لئے شمالی علاقوں کی طرف جا رہے ہیں''...... خاور نے سنجیدگی سے کہا۔

''بہت خوب۔ نیکی کے کاموں میں اسی طرح سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ یہ لیں یہ میری طرف سے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے اسے لے کر میری ان بہنوں میں برابر کا بانٹ دینا جن کی شادیاں ہونے جا رہی ہیں''...... سلیمان نے کہا اور اس نے ٹرالی کے نچلے حصے سے ایک بڑا سا پیکٹ نکال کر ان کی جانب بڑھا دیا۔

''یہ ہے کیا''...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''بیس لاکھ روپے''...... سلیمان نے کہا اور اس کی بات سن کر نہ صرف عمران بلکہ چوہان اور خاور بھی اچھل پڑے۔

''ب۔ ب۔ بیس لاکھ روپے۔ تم اپنی بہنوں کو تحفے میں بیس

لاکھ بھیج رہے ہو۔ مگر تمہارے پاس اتنی رقم آئی کہاں سے۔ کل میرے موبائل کا بیلنس ختم ہو گیا تھا تو میں نے تم سے سو روپے ادھار مانگے تھے اور تم نے کہا تھا کہ تمہارے پاس زہر کھانے کے لئے ایک پیسہ نہیں ہے اور یہ بیس لاکھ''...... عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ خاور اور چوہان بھی حیرت سے کبھی سلیمان کی جانب دیکھ رہے تھے اور کبھی اس پیکٹ کو جو انہیں سلیمان نے دیا تھا۔

''نیکی کے کاموں کے لئے میں ایسی چھوٹی موٹی رقم بچا ہی لیتا ہوں''...... سلیمان نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

''چھوٹی موٹی رقم۔ غضب خدا کا بیس لاکھ کی رقم تم خیرات میں دے رہے ہو اور اسے چھوٹی موٹی رقم کہہ رہے ہو۔ سچ سچ بتاؤ کہاں سے آئی تمہارے پاس اتنی رقم۔ کسی کا گھر لوٹا ہے یا کسی بنک میں ڈاکا ڈالا ہے''...... عمران نے غراتے ہوئے پوچھا۔

''جب گھر میں ہی سب کچھ موجود ہو تو پھر کسی کا گھر یا بنک لوٹنے کی کیا ضرورت ہے''...... سلیمان نے مسکرا کر کہا اور عمران یکلخت اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''کک۔ کک۔ کیا مطلب''...... عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مطلب یہ کہ آپ نے جو رقم پرانے جوتے کے ڈبے میں چھپا رکھی تھی وہ میں نے نکال لی ہے اور یہ وہی رقم ہے۔ وہاں

پڑے پڑے سارے نوٹ خراب ہو جاتے اس لئے میں نے نیکی
کے کام کے لئے انہیں دے دیئے ہیں“...... سلیمان نے بڑے
اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور عمران سر پکڑ کر کراہتا ہوا دھم سے
صوفے پر گر گیا۔

”خدا کی پناہ۔ تم جیسے چیل کی نظریں رکھنے والے سے میری
چھپائی ہوئی کوئی بھی چیز نہیں بچ سکتی۔ میں اپنی شادی کے لئے
ڈیڈی اور سوپر فیاض کو اینٹھ کر رقم اکٹھی کرتا ہوں اور لاکھ
چھپانے کے باوجود وہ تمہارے ہاتھ لگ جاتی ہے۔ کبھی رقم
تمہارے اکاؤنٹس میں منتقل ہو جاتی ہے اور کبھی تم حاتم طائی کے چچا
بن کر اس طرح لوگوں میں بانٹ دیتے ہو۔ میں تو رہ گیا نا
کنوارے کا کنوارہ“...... عمران نے کہا تو چوہان اور خاور ہنس
پڑے۔

”اگر یہ آپ کی رقم ہے تو آپ ہم سے واپس لے سکتے
ہیں“...... چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں بھائی یہ رقم سلیمان کی سو بہنوں کو جانی ہے۔ اگر اب یہ
رقم ان سو بہنوں تک نہ پہنچی تو ان سب کی مجھے بددعائیں لگ
جائیں گی اور میں کسی کی بددعا نہیں لینا چاہتا اس لئے یہ رقم تم
اپنے پاس ہی رکھو۔ اپنی شادی کے لئے اب مجھے بھیک مانگ
مانگ کر ہی رقم اکٹھی کرنی پڑے گی“...... عمران نے کہا تو وہ دونوں
ہنس پڑے۔ ان دونوں نے چائے کے ساتھ بسکٹس اور سنیکس

کھائے اور پھر عمران سے اجازت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

”اب چیف کو سنبھالنا آپ کا کام ہے۔ ہم تو جا رہے ہیں“۔
چوہان نے کہا۔

”چیف کو تو میں سنبھال لوں گا۔ لیکن میری اتنی بڑی رقم میری
آنکھوں کے سامنے سے نکلی جا رہی ہے۔ مجھے کون سنبھالے
گا“...... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”گھبرائیں نہیں۔ اگلی ٹرم میں ہم مزید شادیوں کے لئے جو رقم
اکٹھی کریں گے اس میں آپ کا حصہ بھی رکھ لیں گے تاکہ آپ کی
اور مس جولیا کی شادی کرائی جا سکے“...... خاور نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

”پکا وعدہ“...... عمران نے یکلخت مسرت بھرے انداز میں اس
کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

”جی ہاں۔ پکا وعدہ“...... چوہان نے کہا اور اس نے عمران کا
ہاتھ تھام لیا۔ ان دونوں نے عمران سے اجازت لی اور وہاں سے
نکلتے چلے گئے۔

چوہدری دلاور حسین کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ تنویر نے اس کے
دونوں باڈی گارڈوں کو ہلاک کر دیا تھا اور اس نے جیب سے مشین
پسٹل نکال کر اس کا رخ چوہدری دلاور حسین کی جانب کر دیا تھا اور
اس کی جانب نہایت خشمگیں نظروں سے گھور رہا تھا۔

''اب کیا کہتے ہو چوہدری دلاور حسین''...... تنویر نے اسے تیز
نظروں سے گھورتے ہوئے انتہائی غراہٹ بھرے لہجے میں پوچھا۔

''تم کیا چاہتے ہو''...... چوہدری دلاور حسین نے خود کو سنبھالتے
ہوئے کہا۔

''بتاؤ۔ ہیومن ٹریفک کا یہاں کیا سسٹم ہے۔ وہ بچے کہاں ہیں
جنہیں تم نے تاوان اور دوسرے ممالک میں اسمگل کرنے کے لئے
دوسرے شہروں سے اغوا کر رکھا ہے۔ ان کی تعداد کتنی ہے اور وہ
سب کس حال میں ہیں''...... تنویر نے ایک ہی سانس میں کئی سوال

کرتے ہوئے پوچھا۔

''میرا ہیومن ٹریفک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ یہاں کوئی اغوا
شدہ بچہ ہے اور نہ ہی کوئی لڑکی''...... چوہدری دلاور حسین نے سر
جھٹک کر غصیلے لہجے میں کہا۔

''سوچ سمجھ کر جواب دو۔ میں ابھی تم سے نہایت نرم انداز میں
بات کر رہا ہوں۔ اگر مجھے غصہ آ گیا تو پھر میں تمہارا کیا حشر کروں
گا اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے ہو''...... تنویر نے غرا کر کہا۔

''میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور یہ مت بھولو کہ تم
اس وقت میری رہائش گاہ میں اور میرے علاقے میں موجود ہو۔
اگر مجھے ایک خراش بھی آئی تو یہ سارا قصبہ تمہارا دشمن بن جائے گا
اور تمہارا یہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا''...... چوہدری دلاور
حسین نے کہا۔

''میری نہیں تم اپنی فکر کرو چوہدری دلاور حسین۔ میں موت بن
کر تمہارے سامنے موجود ہوں۔ تمہارے حق میں یہی اچھا ہو گا کہ
میں تم سے جو پوچھ رہا ہوں مجھے اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔
ورنہ......'' تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا اور مشین پسٹل لئے ایک
جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ چوہدری دلاور
حسین کے نزدیک جاتا چوہدری دلاور حسین جس صوفے پر بیٹھا ہوا
تھا اس نے صوفے کے پائے کے پاس زمین پر موجود ایک ابھار کو
ے پریس کر دیا۔ جیسے ہی اس نے ابھار پریس کیا اسی لمحے تنویر

کے پیروں کے نیچے زمین کا ایک حصہ کھل گیا۔ تنویر نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن خلاء کافی بڑا تھا جس میں تنویر گرتا چلا گیا۔

نیچے ٹھوس فرش پر گر کر تنویر کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ جیسے ہی تنویر نیچے گرا اوپر کھلے ہوئے خلاء کے کنارے پر چوہدری دلاور حسین آ کر کھڑا ہو گیا اور زور زور سے فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگا۔

"اب بتاؤ۔ اب تمہارے مزاج گرامی کیسے ہیں"...... چوہدری دلاور حسین نے ہنستے ہوئے انتہائی زہریلے لہجے میں کہا۔ تنویر زخمی ناگ کی طرح پلٹا اس نے مشین پسٹل کا رخ چوہدری دلاور حسین کی جانب کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا چوہدری دلاور حسین اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل دیکھتے ہی تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور دوسرے لمحے چھت کا خلاء تیزی سے بند ہوتا نظر آیا۔ خلاء کے بند ہوتے ہی وہاں اندھیرا سا بھر گیا تھا۔

تنویر غراتا ہوا اٹھا اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ ابھی وہ ادھر ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی ناک سے تیز اور ناگوار سی بو ٹکرائی۔ تنویر بری طرح سے چونک پڑا۔ اس نے سانس روکنا چاہا لیکن اس وقت تک گیس کا اثر اس کے دماغ تک پہنچ چکا تھا۔ وہ لہرایا اور وہیں گرتا چلا گیا۔

جب تنویر کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک کوٹھڑی جیسے تنگ

کمرے میں ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا پایا۔ کوٹھڑی کے درمیانی حصے میں ایک چھوٹا سا چبوترا بنا ہوا تھا جس کے دو اطراف میں ستون بنے ہوئے تھے۔ ان ستونوں کے ساتھ زنجیریں بندھی ہوئی تھیں جن کے دوسرے سروں سے تنویر کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اسی طرح تنویر کی ٹانگیں چوڑی کر کے انہیں بھی ستونوں سے لگی ہوئی زنجیروں سے باندھ دیا گیا تھا۔

ہوش میں آتے ہی تنویر کو سابقہ منظر کسی فلم کی طرح دکھائی دینے لگا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ وہ قصبۂ درویشاں میں استاد مٹھل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے آیا تھا لیکن یہاں اس کی ملاقات قصبے کے چوہدری سے ہو گئی تھی جس کی باتوں سے صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اور استاد مٹھل ایک ہیں اور تنویر کو بابا رحمت سے جو معلومات ملی تھیں ان کے مطابق بچوں اور جوان لڑکیوں کے اغوا میں چوہدری دلاور حسین بھی برابر کا شریک تھا۔ تنویر نے اسے اپنا تعارف سنٹرل انٹیلی جنس کے حوالے سے کرایا تھا لیکن چوہدری دلاور حسین نے فوری طور پر سر عبدالرحمٰن سے بات کر کے اس کی حقیقت کا پتہ لگا لیا تھا کہ وہ سنٹرل انٹیلی جنس کی جانب سے نہیں آیا ہے۔

تنویر کو اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ چوہدری دلاور حسین اس صوفے پر بیٹھا ہوا تھا پھر اس نے ایسی کون سی کل دبائی تھی کہ اچانک تنویر کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی اور اوپر سے

چوہدری دلاور حسین نے خلاء بند کر دیا تھا اس کے بعد اس نے
کو بے ہوش کرنے کے لئے کوئی زود اثر گیس فائر کر دی تھی
کی وجہ سے تنویر بے ہوش ہو گیا تھا اور اب اسے یہاں کوٹھڑ
جگہ میں ہوش آیا تھا۔

کمرے میں کوئی سامان نہیں تھا۔ تنویر کے پیروں سے جو
بھی نکال لئے گئے تھے۔ کمرے میں عجیب کسیلی سی بو پھیلی
تھی۔ تنویر سر گھما کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن اس کے
وہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ کمرے کا ایک دروازہ تھا جو سا
کے رخ تھا اور بند تھا۔

چھت پر ایک بلب جل رہا تھا جس کی تیز روشنی کمرے
پھیلی ہوئی تھی۔ تنویر ابھی ادھر ادھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اسی لمحے ا
دروازے کے باہر قدموں کی آواز سنائی دی۔ یوں لگ رہا تھا
ایک سے زائد افراد قدم اٹھاتے ہوئے اسی طرف آ رہے ہو
ان آوازوں کو سن کر تنویر کے اعصاب تن گئے مگر پھر ایک خ
آنے پر اس نے اپنے اعصاب ڈھیلے کئے اور یوں سر جھکا لیا
اسے ابھی تک ہوش نہ آیا ہو۔ اس کی تھوڑی سی آنکھیں کھلی
تھیں۔

باہر اسے دروازے کے تالے میں چابی لگنے کی آواز سنائی
پھر کنڈا کھلا اور پھر دروازہ کھلتا چلا گیا۔ تنویر نے آنکھو
جھریوں سے دیکھا اسے چوہدری دلاور حسین کے ساتھ پانچ ا

اندر آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس کے چار ساتھیوں کے ہاتھوں
میں مشین گنیں تھیں جبکہ پانچواں شخص خالی ہاتھ تھا اور چوہدری
دلاور حسین کے ہاتھوں میں چمڑے کا ایک کوڑا دکھائی دے رہا تھا۔
خالی ہاتھ والا شکل و صورت سے بدمعاش ٹائپ دکھائی دے رہا تھا
اس کے چہرے پر جیسے خباثت ثبت ہو کر رہ گئی تھی۔

''یہ تو ابھی تک بے ہوش پڑا ہوا ہے''...... چوہدری دلاور حسین
نے تنویر کا ڈھلکا ہوا سر دیکھ کر کہا۔

''تو یہ ہے وہ جو یہاں میرے بارے میں معلومات حاصل
کرنے آیا ہے''...... بدمعاش نما نوجوان نے تنویر کی جانب غور
سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس نے کہا تھا کہ اس کا تعلق سنٹرل انٹیلی جنس سے
ہے اور اسے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن نے بھیجا ہے لیکن تم تو
جانتے ہو کہ میرے اور سر عبدالرحمٰن کے کیسے مراسم ہیں۔ اس لئے
اب مجھے اس نے ملنے کے لئے پیغام بھیجا تو میں نے اسی وقت
دارالحکومت میں سر عبدالرحمٰن کو کال کر لی تھی جنہوں نے اس بات
سے صاف انکار کر دیا تھا کہ انہوں نے قصبہ درویشاں میں اپنے
کسی آفیسر کو بھیجا ہے''...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

''یہ ہے کون اور اسے بابا رحمت کے بارے میں کیسے پتہ
چلا''...... نوجوان نے کہا۔

''اس لئے تو میں نے اسے یہاں قید کرایا ہے تا کہ اس کی

زبان کھلوائی جا سکے۔ اس نے تمہارے بارے میں اور میر
بارے میں جو باتیں کی تھیں اسے سن کر میں پریشان ہو گیا تھ
اسے یہ بھی معلوم ہے کہ ہم بچے نہ صرف تاوان کے لئے ا
کراتے ہیں بلکہ ان کی ہیومن ٹریفک بھی کرتے ہیں''...... چوہدر
دلاور حسین نے کہا۔

''پھر تو یہ بے حد خطرناک انسان ہے۔ اس کی زبان کھلوانا ب
حد ضروری ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق خفیہ پولیس
ہو''...... نوجوان نے کہا۔

''مجھے بھی اسی بات کا خدشہ ہے استاد مٹھل۔ اگر اس کا تعل
خفیہ پولیس سے ہے تو ہمیں اور زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے
یہ تو میں نے کنفرم کر لیا ہے کہ یہ یہاں اکیلا ہی آیا ہے لیکن ا
اس کا تعلق واقعی خفیہ پولیس سے ہے تو پھر کوئی نہ کوئی اس کی تلا
میں یہاں ضرور آئے گا۔ میں نے قصبے میں ہائی الرٹ کر دیا
تاکہ جیسے ہی کوئی غیر متعلق شخص اس طرف آئے اسے پکڑا
سکے''...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

''اس کی کار کہاں ہے''...... نوجوان نے کہا جسے چوہدری دلا
حسین نے استاد مٹھل کہا تھا۔

''اس کی کار میں نے ٹھکانے لگا دی ہے۔ وہ حویلی
دوسرے تہہ خانے میں ہے۔ یہاں اگر کوئی آیا تو لاکھ سر پٹکتا ر
مگر نہ اس کے بارے میں کچھ پتہ چلا سکے گا اور نہ اس کی کار

بارے میں''...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب آپ اسے ہوش دلائیں باقی میں خود اس
سے اگلوا لوں گا کہ یہ کون ہے اور یہاں کس مقصد کے لئے آیا
ہے''...... استاد مٹھل نے کہا۔

''شیری۔ کیا تم نے اسے ہوش میں لانے والا انجکشن لگایا
تھا''...... چوہدری دلاور حسین نے اپنے ایک مسلح ساتھی سے مخاطب
ہو کر پوچھا۔

''جی چوہدری صاحب۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے اسے انجکشن لگا
دیا تھا۔ اب تک تو اسے ہوش آ جانا چاہئے تھا لیکن پتہ نہیں اسے
ابھی ہوش کیوں نہیں آیا ہے''...... اس شخص نے کہا۔

''شاید اس پر ٹربل گیس کا زیادہ اثر ہو گیا ہے۔ بہرحال اگر
اسے اگلے دو تین منٹوں تک ہوش آ جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے
ڈبل ون کا ایک اور انجکشن لگا دینا''...... چوہدری دلاور حسین نے
کہا۔

''ٹھیک ہے چوہدری صاحب۔ میں لگا دوں گا''...... شیری نامی
شخص نے جواب دیا۔ استاد مٹھل، تنویر کے نزدیک آ گیا اور غور
سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''اس کے چہرے پر میک اپ کے تو کوئی آثار نہیں ہیں۔ آپ
نے اس کی تلاشی لی تھی۔ اس کا کوئی اتا پتہ نہیں ملا آپ کو''......
استاد مٹھل نے پوچھا۔

"اس کی جیب سے رقم کے علاوہ چند کارڈز نکلے ہیں۔ جو ا
کے اپنے نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے پاس سائلنسر لگا مشی
پسٹل تھا اور کچھ دوسرا سامان جو میری سمجھ سے بالا تر ہے۔ دیک
میں وہ سامان بچوں کے کھلونوں جیسا نظر آتا ہے جو شاید آ
ہوئے راستے سے اس نے اپنے بچوں کے لئے خریدے ہو
گے"...... چوہدری دلاور حسین نے کہا تو تنویر سمجھ گیا کہ وہ ا
کھلونے نما سائنسی اسلحے کی بات کر رہا ہے جو اسے ضرورت ک
لئے عمران نے دے رکھے تھے۔

"اس کا شناختی کارڈ"...... استاد مٹھل نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس کے پاس کوئی شناختی کارڈ نہیں ہے"...... چوہدر
دلاور حسین نے کہا۔

"اس کی کار کی تلاشی لینی تھی"...... استاد مٹھل نے کہا۔

"لی تھی۔ کار کے مختلف حصوں میں اچھا خاصا اسلحہ ملا ہے۔
جدید بھی ہے اور انتہائی تباہ کن بھی۔ ہم نے وہ سب اپنے قبضے م
لے لیا ہے"...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

"کیا یہ اسلحہ لے کر ہماری کرائم کی دنیا ختم کرنے کے لئے آ
تھا"۔ استاد مٹھل نے کہا۔

"لگتا تو ایسا ہی ہے"...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔ ا
لمحے چوہدری دلاور حسین کی جیب میں موجود سیل فون کی بیل ن
اٹھی۔ اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور اس کا ڈسپلے دیکھ

ل پڑا۔

"ایک منٹ میں ابھی آیا"...... چوہدری دلاور حسین نے کہا اور
س نے کوڑا استاد مٹھل کو پکڑا دیا۔ استاد مٹھل کو کوڑا پکڑاتے ہی وہ
ا اور تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

چوہدری دلاور حسین کے جاتے ہی استاد مٹھل ایک بار پھر غور
ے تنویر کی طرف دیکھنا شروع ہو گیا۔ وہ غصے سے کوڑے کو بل
ے رہا تھا۔ تنویر نے سوچا کہ اب اسے زیادہ دیر بے ہوشی کی
اکاری نہیں کرنی چاہئے وہ جس شخص کے لئے یہاں آیا تھا وہ اس
ے سامنے ہی تھا۔

استاد مٹھل اور چوہدری دلاور حسین کی باتیں سن کر اسے یقین
و گیا تھا کہ یہ دونوں ہی بچوں کی اغوا کاری میں ملوث ہیں۔ اب
ب ساری صورتحال واضح ہو چکی تھی تو اسے مزید بے ہوش رہنے
کی ضرورت نہیں تھی اس لئے اس نے اچانک کراہنا شروع کر دیا۔
اس کے کراہنے کی آوازیں سن کر استاد مٹھل چونک پڑا۔

تنویر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور حیرت بھری
ں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"یہ۔ یہ۔ یہ کیا۔ میں کہاں ہوں اور مجھے اس طرح سے کیوں
اندھا گیا ہے اور تم۔ تم کون ہو"...... تنویر نے انجان بننے کی انتہائی
اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"ادھر دیکھو میری طرف"...... استاد مٹھل نے تنویر کی آنکھوں

میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔
''کون ہوتم''......تنویر نے اسی طرح سے انجان لہجے میں
''ہونہہ۔ میں وہی ہوں جس کی تلاش میں تم یہاں
تھے''......استاد مٹھل نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔
''تمہاری تلاش میں۔ مگر میں تو یہاں استاد مٹھل کے لـ
تھا۔کیا تم استاد مٹھل ہو''......تنویر نے اسی انداز میں کہا۔
''ہاں۔ میں ہوں استاد مٹھل۔ بولو۔ کیوں تلاش کر رہے
مجھے''......استاد مٹھل نے کرخت لہجے میں کہا۔
''مجھے تمہارے بارے میں بابا رحمت نے ٹپ دی تھی''......
نے کہا۔
''ٹپ۔کیسی ٹپ''......استاد مٹھل نے چونک کر پوچھا۔
''مجھے تم سے علیحدگی میں بات کرنی ہے''......تنویر نے اس
پیچھے کھڑے مسلح افراد کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے دھیرے
میں کہا۔
''یہ میرے آدمی ہیں۔ تمہیں جو بات کرنی ہے ان کے سا
کر سکتے ہو''......استاد مٹھل نے کہا۔
''نہیں۔تم انہیں باہر بھیج دو۔ تم نے مجھے باندھ تو رکھا
اس لئے تمہیں بھلا مجھ سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے''......
نے بڑے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ استاد مٹھل غور سے اس کا
دیکھ رہا تھا لیکن وہ تنویر ہی کیا جو کوئی اتنی آسانی سے اس کا

پڑھ سکے۔
''ٹھیک ہے۔تم جاؤ اور باہر جا کر دروازے کے پاس کھڑے
ہو جاؤ۔ جب میں آواز دوں تو فوراً اندر آ جانا''...... استاد مٹھل
نے چند لمحے سوچنے کے بعد مسلح افراد سے مخاطب ہو کر کہا تو ان
چاروں نے اثبات میں سر ہلائے اور کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے
اور باہر جا کر دروازے سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔
''اب بتاؤ کیا بتانا چاہتے ہوتم۔لیکن پہلے اپنے بارے میں بتاؤ
تم ہوکون اور کہاں سے آئے ہو''......استاد مٹھل نے پوچھا۔
''میرا نام مہر دین ہے اور میں دارالحکومت سے آیا ہوں۔
میری شہر میں رحمت بابا سے بات ہوئی تھی اس نے مجھے تین لڑکے
سپلائی کئے ہیں۔ مجھے اور لڑکوں کی ضرورت تھی جس کے لئے اس
نے مجھے تمہاری اور قصبۂ درویشاں کی ٹپ دی تھی''......تنویر نے
بات بناتے ہوئے کہا۔
''ہونہہ۔ جھوٹ سراسر جھوٹ۔ اگر ایسی بات ہے تو تم نے
چوہدری دلاور حسین سے یہ کیوں کہا تھا کہ تمہارا تعلق سنٹرل انٹیلی
جنس سے ہے''......استاد مٹھل نے غراتے ہوئے کہا۔
''تو میں اس سے اور کیا کہتا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ بھی اس
کام میں تمہارا برابر کا شریک ہے۔ میں نے تو پہلے اس سے تم سے
ملنے کی بات کی تھی اس نے جب الٹی سیدھی باتیں کرنی شروع کیں
تو پھر میں نے کہہ دیا کہ میں سنٹرل انٹیلی جنس سے آیا ہوں''۔ تنویر

نے کہا۔

"غلط۔ تم نے گیٹ کے باہر اپنا تعارف ہی یہی بھیجا تھا کہ تم سنٹرل انٹیلی جنس سے آئے ہو"...... استاد مٹھل نے اسی انداز میں کہا۔

"جو بھی ہے۔ مجھے صرف تم سے بات کرنی تھی۔ سوچ لو میرا آرڈر بہت بڑا ہے۔ میں تمہیں ڈالروں میں تول سکتا ہوں"۔ تنویر نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ تم بلف کر رہے ہو۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو ورنہ میں تم جیسوں کی زبانیں کھلوانا جانتا ہوں"...... استاد مٹھل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں بلف نہیں کر رہا۔ جو کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں۔ یقین نہیں ہے تو تم بابا رحمت سے بات کر کے پوچھ لو"...... تنویر نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"جب تم نے چوہدری دلاور حسین کو رحمت بابا کا حوالہ دیا تھا تو اس نے رحمت بابا سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن رحمت بابا سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ کہیں غائب ہو گیا ہے یا پھر اسے غائب کر دیا گیا ہے۔ اب وہ کہاں غائب ہوا ہے اور اسے کس نے غائب کیا ہے۔ یہ تم بتاؤ گے ہمیں"...... استاد مٹھل نے تنویر کی جانب سرخ سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا معلوم۔ وہ تو مجھے سڑک کے ایک چوراہے پر ملا تھا اس کے ساتھ ایک نوعمر لڑکا بھی تھا جس کے توسط سے میری اس سے بات ہوئی تھی"...... تنویر نے کہا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم آسانی سے نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور تمہارا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے"...... استاد مٹھل نے کہا۔

"میں نے تمہیں جو بتانا تھا بتا دیا ہے۔ اب تم نہیں مانتے تو نہ سہی"...... تنویر نے کاندھے اچکا کر کہا۔ اسی لمحے چوہدری دلاور حسین تیز تیز چلتا ہوا اندر آ گیا۔ اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر بے پناہ تشویش اور پریشانی کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔

"استاد مٹھل یہاں آؤ اور میری بات سنو"...... چوہدری دلاور حسین نے استاد مٹھل سے مخاطب ہو کر انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا تو استاد مٹھل سر ہلا کر اس کی طرف بڑھا۔ چوہدری دلاور حسین نے اپنا منہ اس کے کان کے پاس کیا اور اسے نہایت آہستہ آواز میں کچھ بتانے لگا۔ اس کی آواز اتنی مدھم تھی کہ تنویر کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ استاد مٹھل سے کیا کہہ رہا ہے۔

چوہدری دلاور حسین کی بات سن کر استاد مٹھل کے چہرے پر بھی تشویش کے سائے لہرانے لگے اور وہ تنویر کی جانب گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھنا شروع ہو گیا۔

چند لمحے وہ چوہدری دلاور حسین سے بات کرتا رہا پھر وہ مڑ کر
ایک بار پھر تنویر کے سامنے آ گیا۔
"تو تمہارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے"...... استاد مٹھل
نے تنویر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کی بات
سن کر تنویر چونکا ضرور لیکن اس نے استاد مٹھل پر ظاہر نہ ہونے
دیا۔
"پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ یہ کس چڑیا کا نام ہے"...... تنویر نے
حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
"زیادہ انجان بننے کی کوشش مت کرو۔ ہمیں تمہاری اصلیت کا
پتہ چل گیا ہے۔ تم نہیں جانتے ہماری کہاں تک پہنچ ہے۔ چوہدری
دلاور حسین نے بے ہوشی کی حالت میں تمہاری تصویر کھینچ کر
انٹرنیشنل انفارمیشن سنٹر کو بھیجی تھی۔ جس کی ابھی رپورٹ آئی ہے
تمہارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ یہ تمہاری حماقت ہی
کہ تم یہاں بغیر میک اپ کے چلے آئے ہو اس لئے تمہار
بارے میں ہمیں رپورٹ مل گئی۔ اب بتاؤ کیا کہتے ہو"...... ا
مٹھل نے کہا۔ چوہدری دلاور حسین بھی آگے آ کر اس کے سا
کھڑا ہو گیا تھا۔
"تمہیں جو بھی رپورٹ ملی ہے وہ غلط ہے۔ میں سیکرٹ سر
سے متعلق نہیں ہوں"...... تنویر نے سر جھٹک کر کہا۔
"تو پھر تم یہاں کس مقصد کے لئے آئے تھے اور تمہاری

کے خفیہ خانوں میں اس قدر حساس اسلحہ کہاں سے آ گیا"۔ چوہدری
دلاور حسین نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔
"میرا تعلق کرائم گروپ سے ہے۔ کرائم گروپ کے کسی رکن
کے پاس اسلحہ ہونا ناممکن تو نہیں"...... تنویر نے مسکرا کر کہا۔
"ہونہہ۔ اس کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس ہی ہے استاد مٹھل
اور سیکرٹ ایجنٹ آسانی سے زبان نہیں کھولتے۔ اب یہ تمہارا کام
ہے کہ تم اس کی کس طرح سے زبان کھلواتے ہو۔ اس سے معلوم
کرو کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے پاس ہماری اور کیا انفارمیشن ہے
اور ہمارے خلاف یہ کیا کارروائی کرنا چاہتے ہیں اس کے علاوہ
ہمارے بارے میں اس کے سوا اور کس کس کو معلوم ہے کہ ہم کیا
کرتے ہیں"...... چوہدری دلاور حسین نے اس بار شدید غصیلے لہجے
میں کہا۔
"آپ فکر نہ کریں چوہدری صاحب۔ میں نے تو اچھے اچھوں
کی زبانیں کھلوا لی ہیں۔ یہ میرے سامنے بھلا کس کھیت کی مولی
ہے۔ آپ دیکھیں اب میں کس طرح سے اس کی زبان کھلواتا
ہوں"...... استاد مٹھل نے کہا اور ہاتھ پر لپٹا ہوا کوڑا کھول کر اسے
زور زور سے زمین پر چٹخانے لگا۔
"میں کوڑا مارنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ میرا ہاتھ ایک بار چل
پڑا تو یہ اس وقت رکے گا جب تمہارے جسم کی ساری کھال ادھڑ
جائے گی۔ اس لئے میں تمہیں ایک اور موقع دے رہا ہوں۔ کھل

جاؤ اپنے بارے میں“...... استاد مٹھل نے تنویر کو گھورتے ہوئے انتہائی غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”میں کھل گیا تو تم میں سے کسی کو مجھ سے بچنے کے لئے کسی چوہے کے بل میں بھی پناہ نہیں مل سکے گی“...... اس بار تنویر نے بھی غرا کر کہا۔

”استاد مٹھل“...... تنویر کی بات سن کر چوہدری دلاور حسین نے گرج کر کہا۔ استاد مٹھل کا چہرہ بھی غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے کوڑا چٹخاتے ہوئے پوری قوت سے تنویر کو مار دیا۔ ایک لمحے کے لئے تنویر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں آگ سی بھر گئی ہو۔ اس کا لباس پھٹ گیا تھا اور اس کے جسم پر سرخ رنگ کی ایک لکیر سی بن گئی تھی لیکن تنویر یوں کھڑا تھا جیسے اس پر کوڑے کی ضرب کا کوئی اثر ہی نہ ہوا ہو۔ اس نے تکلیف کے تاثرات چہرے پر ظاہر نہیں ہونے دیئے تھے۔

”دیکھا۔ میں نے کہا تھا نا کہ یہ خاص ایجنٹ ہے ورنہ کوڑے کی ایک ضرب اچھے خاصے انسان کو چیخنے پر مجبور کر دیتی ہے لیکن نہ تو اس کے چہرے پر کسی تکلیف کا تاثر نمودار ہوا ہے اور نہ اس کے منہ سے کوئی آواز نکلی ہے“...... چوہدری دلاور حسین نے کہا تو استاد مٹھل کا ہاتھ مشینی انداز میں چلنا شروع ہو گیا۔ تنویر کے جسم پر شڑاپ شڑاپ کوڑے برس رہے تھے۔ لباس کے ساتھ اس کے جسم کی کھال بھی پھٹتی چلی جا رہی تھی لیکن تنویر کسی بت کی طرح

ساکت کھڑا تھا۔ اس کے جسم میں آگ لگی ہوئی تھی۔ دماغ میں جیسے لاکھوں زہریلی چیونٹیاں رینگ رہی تھیں مگر وہ ہمت اور حوصلے کی عظیم مثال بنا ان گھناؤنے کام کرنے والے شیطانوں کے سامنے ڈٹا ہوا تھا جیسے وہ اس پر کوڑے نہ برسا رہے ہوں بلکہ پھول برسا رہے ہوں۔

استاد مٹھل کا ہاتھ واقعی رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا وہ رکے اور تھکے بغیر تنویر پر کوڑے برسا رہا تھا۔ تنویر کے سارے جسم سے خون رس رہا تھا۔ چوہدری دلاور حسین غور سے تنویر کی جانب دیکھ رہا تھا لیکن تنویر کا حوصلہ اور ہمت ٹوٹتی ہوئی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جس کی وجہ سے چوہدری دلاور حسین کے چہرے پر تشویش کے سائے لہرانے شروع ہو گئے تھے۔

”بس کرو۔ بس کرو استاد مٹھل۔ یہ پتھر کا بنا ہوا انسان ہے۔ یہ اس طرح سے نہیں ٹوٹے گا“...... چوہدری دلاور حسین نے غصیلے لہجے میں کہا اور استاد مٹھل کا ہاتھ رک گیا۔ اس کے چہرے پر بھی تنویر کا حوصلہ اور ہمت دیکھ کر بوکھلاہٹ اور پریشانی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

”کیوں کیا ہوا۔ تھک گئے ہو کیا“...... تنویر نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی زہریلے لہجے میں کہا تو استاد مٹھل بھڑک اٹھا اس نے ایک بار پھر کوڑا چٹخایا لیکن چوہدری دلاور حسین نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"رہنے دو استاد مٹھل۔ یہ تمہیں خواہ مخواہ غصہ دلا رہا ہے۔ اس کی زبان کھلوانے کا میں نے ایک اور طریقہ سوچا ہے"۔ چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

"کون سا طریقہ"...... استاد مٹھل نے پوچھا۔

"میرے پاس کراس وان کا ایک انجکشن اور اس کا اینٹی ہے۔ اگر ہم اسے کراس وان کا انجکشن لگا دیں تو چند ہی لمحوں کے اندر اندر اس کی ہڈیاں گلنا سڑنا شروع ہو جائیں گی۔ جس کی وجہ سے اس کی قوت مدافعت بھی کم ہو جائے گی اور یہ شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔ موت کے بھیانک عذاب سے بچنے کے لئے اگر اس نے زبان کھولنے کا وعدہ کیا تو میں اسے اینٹی لگا دوں گا ورنہ یہ کراس وان انجکشن سے ہلاک ہو جائے گا اور اس کی لاش بھی پانی کی طرح سے پگھل کر بہہ جائے گی پھر پاکیشیا سیکرٹ سروس تو کیا دنیا کا بڑے سے بڑا جاسوس بھی یہاں آ جائے تو وہ بھی اس کی لاش نہیں ڈھونڈ سکے گا۔ کراس وان انجکشن کا اثر آہستہ آہستہ شروع ہوتا ہے لیکن جیسے ہی انجکشن اس کی رگوں میں سرایت کرنا شروع ہو گا اس کے جسم میں آگ لگ جائے گی اور دنیا کی کوئی طاقت اسے زبان کھولنے سے نہیں روک سکے گی"۔ چوہدری دلاور حسین نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ آپ جا کر انجکشن اور اس کا اینٹی لے آئیں"...... استاد مٹھل نے کہا۔ چوہدری دلاور حسین نے اثبات

ں سر ہلایا اور پلٹ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

تنویر کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہو رہی تھی لیکن وہ خود کو سنبھالے ئے تھا۔ اس کے ہاتھ فولادی زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے وہ بار ہاتھ زنجیروں سے نکالنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن اس کے ں میں موجود کڑے اس قدر تنگ اور سخت تھے کہ وہ کسی بھی رح ان کڑوں کو نہیں کھول سکتا تھا۔

ہدری دلاور حسین اور استاد مٹھل نے اس پر جو ظلم کیا تھا۔ ر نے اس کا ان دونوں سے بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی لیکن وہ ان تب ہی بدلہ لے سکتا تھا جب وہ خود کو کسی طرح سے ان وں سے آزاد کر پاتا۔

اب جب چوہدری دلاور حسین نے کراس وان انجکشن کا نام لیا ویر کے چہرے پر قدرے پریشانی سی ابھر آئی تھی وہ کراس وان ن کے بارے میں بخوبی جانتا تھا۔ کراس وان انجکشن کا ایسڈ اس کے لئے انتہائی نقصان کا باعث بن سکتا تھا جو اگر اسے لگا جاتا تو نہ چاہتے ہوئے بھی تنویر کے اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شروع ہو جاتا جس کی وجہ سے تنویر انتہائی لاغر اور کمزور ہو سکتا

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ انہیں کس طرح سے کراس ن لگوانے سے روکے۔

تنویر کے دماغ میں ایک کوندا سا لپکا۔ اسے یاد آیا کہ

کراس وان انجکشن ہوش کی حالت میں ہی لگانے سے کام کر
اگر یہ انجکشن بے ہوشی کی حالت میں لگایا جاتا تو اس کا انسانی
پر انتہائی خطرناک عمل ہو سکتا تھا۔ انجکشن سیدھا دل پر اثر کر
جس سے انسان ایک لمحے میں ہلاک ہو سکتا تھا۔

چوہدری دلاور حسین اور استاد مٹھل اسے زبان کھولنے کے
انجکشن لگانا چاہتے تھے۔ اگر تنویر ان کے سامنے بے ہوش ہو۔
اداکاری کرتا تو وہ اسے انجکشن لگانے سے گریز کرتے کیونکہ
ہوشی کی حالت میں انجکشن لگتے ہی تنویر ہلاک ہو سکتا تھا اس
وہ اسے انجکشن لگا کر فوری طور پر موت کے گھاٹ اتارنے کا ا
نہیں کر سکتے تھے۔

یہ خیال آتے ہی تنویر نے اچانک کراہنا شروع کر دیا جیسے
کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا ہو اور اب اسے کوڑے سے لگنے
ضربوں سے شدید تکلیف کا احساس ہو رہا ہو۔ اسے کراہتے د
استاد مٹھل کے ہونٹوں پر انتہائی زہر انگیز مسکراہٹ آ گئی۔

''کیوں۔ اب نکل گیا سارا کس بل۔ تم تو انتہائی ہٹ دھ
ثبوت دے رہے تھے جیسے اس قدر زخمی ہونے کے باوجود تمہیں
تکلیف محسوس نہ ہو رہی ہو۔ اب کیا ہوا۔ اب کیوں کراہ
ہو''...... استاد مٹھل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''پپ۔ پپ۔ پانی''...... تنویر نے جیسے خشک ہوتے ؟
ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے انتہائی نقاہت بھرے لہجے م

اور ساتھ ہی اس نے سر ڈھلکا دیا جیسے اب اس میں مزید ہوش میں
رہنے کی سکت ہی نہ رہی ہو۔

''اوہ۔ یہ تو شاید بے ہوش ہو گیا ہے''...... استاد مٹھل نے اس
کا سر ڈھلکتے دیکھ کر کہا۔ اسی لمحے چوہدری دلاور حسین تیز تیز چلتا
ہوا دوبارہ وہاں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی ایک شیشی
اور ایک سرنج تھی۔

''کیا ہوا اس کا سر کیوں ڈھلکا ہوا ہے۔ کہیں یہ بے ہوش تو
نہیں ہو گیا''...... چوہدری دلاور حسین نے تنویر کا سر ڈھلکا ہوا دیکھ
کر استاد مٹھل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''ہاں۔ کوڑوں سے لگنے والے زخموں سے یہ خود کو کب تک
امیٹ بنا رہ سکتا تھا''...... استاد مٹھل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب کیا کریں۔ کراس وان کا انجکشن اسے بے ہوشی کی حالت
میں تو نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم نے اسے یہ انجکشن لگا دیا تو یہ
سیدھا اس کے دل پر اثر کر جائے گا اور یہ فوراً ہلاک ہو جائے گا
اور پھر ہم یہ کبھی نہیں جان سکیں گے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو
ہمارے بارے میں کیا کیا انفارمیشن ملی ہیں''...... چوہدری دلاور
حسین نے تشویش زدہ لہجے میں کہا تو تنویر نے دل ہی دل میں
اطمینان کا سانس لیا کہ کراس وان کے نیگیٹیو اثرات کے بارے میں
چوہدری دلاور حسین جانتا تھا۔ ورنہ وہ اسے اس حالت میں بھی
ں اکا ماتا تھا۔

''اس کی حالت کافی خراب ہے۔ زخموں سے بھی خون رِس
ہے۔ کیا خیال ہے اسے دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا جائے۔
کچھ نہیں تو اس کا رستا ہوا خون روک کر اسے ہوش میں لایا ج
تب اسے انجکشن لگایا جائے تا کہ یہ ہمارے سوالوں کے ٹھیک ٹ
جواب دے سکے''...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

''دیکھ لیں۔ یہ خطرناک ایجنٹ ہے۔ اسے اگر ذرا سا بھی
مل گیا تو ہمارے ہوش اُڑا کر رکھ دے گا''...... استاد مٹھل نے

''بے ہوشی کی حالت میں یہ بھلا کیا کر سکتا ہے۔ ساتھ و
کمرے میں ایک سٹریچر پڑا ہوا ہے۔ ہم اسے لے جا کر سٹر
بیلٹوں سے باندھ دیتے ہیں''...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

''یہ ٹھیک ہے۔ بیلٹوں میں بندھا ہونے کی وجہ سے یہ ح
بھی نہیں کر سکے گا''...... استاد مٹھل نے کہا۔ ان کی باتیں س
تنویر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ یہ احمق قسم کے انسان خو
اسے موقع دے رہے تھے۔

چوہدری دلاور حسین نے باہر موجود مسلح افراد کو اشارے
اندر بلا لیا۔

''تم دونوں اسے کھولو اور ساتھ والے کمرے میں لے
سٹریچر سے باندھ دو''...... چوہدری دلاور حسین نے کہا تو دو
نے اثبات میں سر ہلا کر اپنی مشین گنیں دوسرے ساتھیو
پکڑائیں اور چبوترے پر چڑھ گئے جس پر تنویر زنجیروں سے

ہوا تھا۔

تنویر کے ہاتھوں اور پیروں میں جو کڑے تھے وہ چابیوں سے
کھلتے تھے۔ ان کی چابیاں ان دونوں کے پاس ہی تھیں۔ ان میں
سے ایک تنویر کے پیروں کے کڑے کھولنے لگا جبکہ دوسرا تنویر کے
ہاتھ کھول رہا تھا۔

جیسے ہی تنویر کے ہاتھ پیر آزاد ہوئے اسی لمحے اس کے ہاتھ اور
پیر دونوں ایک ساتھ حرکت میں آئے اور دوسرے لمحے چبوترے پر
موجود دونوں افراد بری طرح سے چیختے ہوئے اور ہوا میں اچھل کر
موجود اپنے ساتھیوں سے جا ٹکرائے اور انہیں لے کر فرش پر
گرتے چلے گئے۔

مسلح افراد کو اس طرح اچھل کر گرتے اور تنویر کو حرکت کرتے
دیکھ کر چوہدری دلاور حسین اور استاد مٹھل بری طرح سے اچھل
پڑے۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے تنویر نے اچانک ایک لمبی چھلانگ
لگائی اور اُڑتا ہوا ٹھیک اس جگہ گرا جہاں مسلح افراد گرے ہوئے
تھے۔ تنویر نے ان کے قریب گرتے ہی ان کی گری ہوئی مشین گن
اٹھائی اور اسے لئے لڑھکتا چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ مسلح افراد اٹھتے
تنویر نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا جسم سمیٹا اور مشین گن کا رخ مسلح
افراد کی طرف کر دیا۔ دوسرے لمحے کمرہ مشین گن کی تیز ریٹ
ریٹ کی آوازوں اور انسانی چیخوں سے بری طرح سے گونج اٹھا۔
چاروں مسلح افراد مشین گن کی گولیوں سے چھلنی ہوتے چلے گئے۔

تنویر نے چونکہ ان پر اچانک اور انتہائی جارحانہ انداز میں فائر
کی تھی اس لئے چوہدری دلاور حسین اور استاد مٹھل نے گولیوں
بچنے کے لئے فوراً دائیں طرف چھلانگیں لگا دی تھیں۔
وہ دونوں زمین پر گرے ہی تھے کہ تنویر بجلی کی سی تیزی سے
اور مشین گن لئے ان دونوں کے قریب آ گیا۔
''تت۔ تت۔ تم ہوش میں تھے''...... چوہدری دلاور حسین
تنویر کو اپنے سر پر مسلط ہوتے دیکھ کر ہکلاتے ہوئے کہا۔
''ہاں۔ اب تم دونوں کے ہوش اُڑنے کا وقت آ گیا ہے۔
فوراً''...... تنویر نے غرا کر کہا اور اس نے جھک کر استاد مٹھل
ہاتھ میں پکڑا ہوا کوڑا اس سے چھین لیا۔ دونوں ہانپتے اور کا
ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تنویر نے چوہدری دلاور حسین کے
اہلکاروں کو پہلے بھی گولیاں ماری تھیں اب اس نے اس کے چار
مسلح افراد کو ہلاک کر دیا تھا۔
تنویر کا چہرہ غیظ و غضب سے سرخ ہو رہا تھا جسے دیکھ
چوہدری دلاور حسین اور استاد مٹھل کا خوف سے برا حال ہو رہا تھا
تنویر چند لمحے انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے مشین گن ایک طرف
اور دوسرے لمحے کمرہ چوہدری دلاور حسین اور استاد مٹھل کی درد
چیخوں سے بری طرح سے گونجنا شروع ہو گیا۔ تنویر نے ان
پوری قوت سے کوڑے برسانے شروع کر دیئے تھے۔ جس کمر
میں تنویر کو رکھا گیا تھا وہاں شاید وہی چار محافظ موجود تھے اور

باہر موجود راہداری کی دیواریں نہ صرف کافی موٹی تھیں بلکہ ان
باقاعدہ ربڑ کی تہیں جمی ہوئی تھیں جس سے صاف پتہ چلتا تھا
یہ سارا تہہ خانہ ساؤنڈ پروف طرز پر بنایا گیا ہے۔
''رحم کرو۔ خدا کے لئے ہم پر رحم کرو۔ ہم سے غلطی ہو گئی۔
ہمیں معاف کر دو۔ پلیز پلیز''...... چوہدری دلاور حسین نے ہذیانی
انداز میں چیختے ہوئے کہا۔
''ٹھیک ہے۔ میں تم پر رحم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اٹھو اور
میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ''...... تنویر نے کہا۔ اس نے کوڑا اپنے
ہاتھ پر لپیٹ لیا تھا اور ایک بار پھر مشین گن اٹھا لی تھی۔ وہ دونوں
ہانپتے اور کانپتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔
''اب میں جو پوچھوں مجھے اس کا صحیح صحیح جواب دینا ورنہ میں تم
دونوں کو گولیوں سے چھلنی کر دوں گا''...... تنویر نے غراتے ہوئے
کہا۔
''ٹھ۔ ٹھ۔ ٹھیک ہے۔ ہم تمہیں سب کچھ بتا دیں گے''۔
استاد مٹھل نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔
''گڈ۔ تو یہ بتاؤ تم ہیومن ٹریفک میں کب سے ملوث ہو''۔ تنویر
نے سخت لہجے میں پوچھا۔
''پچھلے دو سالوں سے ہم اس دھندے میں ہیں''...... چوہدری
دلاور حسین نے جواب دیا۔
''اب تک تم کتنے بچے اغوا کر چکے ہو''...... تنویر نے پوچھا۔

''نن۔ نن۔ نہیں ہم بچوں کو اغوا نہیں کرتے، ہم ہم''...
مٹھل نے ہکلا کر اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا تو تنویر نے غ
ہونٹ بھینچ لئے۔ اس نے ٹریگر دبایا۔ مشین گن سے ریٹ ر
آوازیں ابھریں اور استاد مٹھل حلق کے بل چیختا ہوا اور لٹو
گھومتا ہوا نیچے جا گرا۔ مشین گن کی گولیوں سے اس کا جسم
مکھیوں کے چھتے میں تبدیل ہو گیا تھا۔

استاد مٹھل کو اس طرح ہلاک ہوتے دیکھ کر چوہدری دلا
کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔

''اب تم اکیلے زندہ بچے ہو چوہدری دلاور حسین۔ میں
تھا تا کہ اب میں جو پوچھوں مجھے اس کا صحیح صحیح جواب دین
مٹھل نے میری بات نہیں مانی جس کے نتیجے میں یہ مارا گ
اب تم کیا کہتے ہو''...... تنویر نے انتہائی درشت لہجے میں کہا

''مم مم۔ میں تمہیں سب بتا دوں گا۔ مجھے مت مار
میں۔ میں''...... چوہدری دلاور حسین نے خوف سے لرزتے
لہجے میں کہا اور تنویر کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے۔

''تو بولو۔ اب تک کتنے بچے اغوا کئے جا چکے ہیں''..
نے اسی انداز میں کہا۔

''ہم یہ کام سالوں سے کر رہے ہیں۔ تعداد کا مجھے کوئی
نہیں ہے''...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

''کیا یہ سارا قصبہ اسی کام میں ملوث ہے''...... تنویر نے

''ہاں۔ سارا قصبہ میرے انڈر ہے اور یہاں موجود تمام افراد
میرے تحت کام کرتے ہیں''...... چوہدری دلاور حسین نے کہا۔

''یہ تو مجھے معلوم ہے کہ بچے اغوا کر کے ان کے بدلے تم
تاوان وصول کرتے ہو اور تاوان وصول کرنے کے باوجود تم ان
والدین کے بچے انہیں واپس نہیں کرتے جو تمہیں بھاری رقم بھی
دے دیتے ہیں۔ اس کے باوجود میں تم سے جاننا چاہتا ہوں کہ تم
ان بچوں کا کیا کرتے ہو جو اغوا کر کے یہاں لائے جاتے
ہیں''...... تنویر نے پوچھا۔

''ہم بچوں کے ہاتھ پاؤں توڑ کر ان سے بیگار بھی لیتے ہیں
اور ان سے بھیک بھی منگواتے ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں کو یہاں
مختلف نوعیت کے کرائم کی تربیت بھی دی جاتی ہے اور لڑکیوں کو ہم
یہاں اپنے پاس نہیں رکھتے۔ ہمارے کافرستان سمیت کئی ممالک
کے ایجنٹوں سے رابطے ہیں جو یہاں آنے والی لڑکیوں کو اپنے
ساتھ لے جاتے ہیں اور۔ اور......'' چوہدری دلاور حسین نے
لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا اور خاموش ہو گیا۔ تنویر سمجھ گیا تھا کہ وہ
کیا کہنا چاہتا ہے۔

''ہونہہ۔ تم انتہائی ضمیر فروش اور مکروہ انسان ہو چوہدری دلاور
حسین جو اپنی بہن اور بیٹیوں کو دوسرے ممالک کے کتوں کے آگے
انہیں نوچنے کے لئے پھینک دیتے ہو۔ تم جیسے انسان کسی رعایت
اور کسی رحم کے مستحق نہیں ہیں''...... تنویر نے غرا کر کہا۔

"رر۔ رر۔ ررحم۔ رحم کرو۔ مجھے مت مارنا۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ میں آج کے بعد یہاں کوئی مکروہ دھندہ نہیں کروں گا"...... چوہدری دلاور حسین نے تنویر کا خوفناک لہجہ سن کر لرزہ براندام لہجے میں کہا۔

"یہ بتاؤ اب اس قصبے میں کتنے اغوا شدہ بچے موجود ہیں اور وہ کہاں ہیں۔ اگر تم نے بتانے میں حیل و حجت کی تو تمہارا انجام استاد مٹھل سے کم نہیں ہو گا"...... تنویر نے کہا۔

"اس وقت ہمارے پاس سو سے زائد لڑکے اور تیس لڑکیاں موجود ہیں جو قصبے کے مختلف گھروں کے تہہ خانوں میں موجود ہیں"...... چوہدری دلاور حسین نے کہا اور تنویر غرا کر رہ گیا۔

"کیا اس حویلی میں بھی ایسا کوئی تہہ خانہ موجود ہے جہاں بچوں کو رکھا جاتا ہے"...... تنویر نے خود کو بمشکل کنٹرول کرتے ہوئے پوچھا ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ چوہدری دلاور حسین جیسے ضمیر فروش کے ٹکڑے اُڑا کر رکھ دے۔

"ہاں۔ یہاں چار لڑکیاں اور آٹھ لڑکے موجود ہیں"۔ چوہدری دلاور حسین نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

"کہاں ہیں وہ۔ دکھاؤ مجھے"...... تنویر نے کہا۔

"وہ اسی تہہ خانے کے سامنے والے کمرے میں بند ہیں"۔ چوہدری دلاور حسین نے راہداری کے دوسرے سرے پر موجود ایک بند کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"چلو۔ دکھاؤ مجھے"...... تنویر نے غصے سے کہا تو چوہدری دلاور حسین نے اثبات میں سر ہلا دیا اور وہ دونوں تیز تیز چلتے ہوئے راہداری کے دوسرے سرے پر موجود ایک کمرے کے دروازے پر جا کر رک گئے۔ کمرے کے دروازے پر کنڈا لگا ہوا تھا۔

"کھولو"...... تنویر نے کہا تو چوہدری دلاور حسین نے آگے بڑھ کر دروازے کا کنڈا کھول دیا۔ کنڈا کھولتے ہی اس نے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا اور تنویر کی نظر اندر پڑی تو وہ یہ دیکھ کر کانپ کر رہ گیا کہ اندر دیواروں کے ساتھ آٹھ معصوم لڑکے اور چار معصوم لڑکیاں زنجیروں سے بندھی ہوئی تھیں۔ ان سب کی حالت بے حد خراب تھی۔ ان کے لباس پھٹے ہوئے تھے اور ان کے جسم پر جا بجا زخم دکھائی دے رہے تھے جیسے ان پر تشدد کیا جاتا رہا ہو۔

لڑکے اور لڑکیاں بری طرح سے سہمی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ سب اور زیادہ سہم گئے تھے اور سمٹ کر بیٹھ گئے تھے۔

"میرے خدا۔ اس قدر ظلم۔ تم انسان ہو یا درندے۔ تمہیں ان معصوم بچوں پر بھی ترس نہیں آتا جنہیں تم نے یہاں جانوروں کی طرح سے باندھ کر رکھا ہوا ہے"...... تنویر نے خونخوار بھیڑیئے کی طرح سے غراتے ہوئے کہا۔ چوہدری دلاور حسین نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سر جھکا لیا تھا۔

”تم اور تمہارے ساتھی واقعی درندوں سے بھی بھیانک اور خوفناک ہو۔ تم جیسوں کو تو قطار میں کھڑا کر کے گولیوں سے اُڑا دینا چاہئے۔ اگر اس قصبے میں، میں نے معصوم بچے نہ دیکھے ہوتے تو تمہاری حویلی سمیت میں اس سارے قصبے کو بموں سے اُڑا دیتا تاکہ تم جیسے تمام شیطان جہنم واصل ہو جاتے“...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

تنویر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ان معصوم بچوں اور لڑکیوں کو کیا دلاسہ دے۔ چوہدری دلاور حسین نے جس طرح سے بتایا تھا کہ یہ سارا قصبہ ہی اس گھناؤنے دھندے میں ملوث ہے تو وہ اکیلا ان سب کے خلاف کیا کر سکتا تھا اگر وہ ان بچوں کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کرتا تو سارا قصبہ ان کا گھیراؤ کر لیتا اور پھر تنویر یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ دوسرے شہروں سے مزید اغوا کی جانے والے بچے کہاں موجود ہیں۔ ان کی نشاندہی چوہدری دلاور حسین یا اس کے ساتھی ہی کر سکتے تھے۔ اس لئے تنویر نے ابھی چوہدری دلاور حسین کو ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تنویر ان بچوں سے کوئی بات کئے بغیر چوہدری دلاور حسین کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا

”تمہارے پاس جو سیل فون ہے وہ مجھے دو“...... تنویر نے کہا

چوہدری دلاور حسین نے جیب سے سیل فون نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”اب اپنا منہ دوسری طرف کرو“...... تنویر نے کہا تو چوہدری

دلاور حسین بنا کسی حیل و حجت کئے دوسری طرف مڑ گیا۔ جیسے ہی وہ دوسری طرف مڑا تنویر نے تیزی سے اس کے پیچھے جا کر مشین گن کا دستہ اس کے سر پر مار دیا۔ چوہدری دلاور حسین کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ منہ کے بل نیچے جا گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ چوہدری دلاور حسین کے بے ہوش ہوتے ہی تنویر نے سیل فون پر جولیا کے نمبر ملانے شروع کر دیئے۔ لیکن جولیا کا نمبر مصروف تھا۔ وہ شاید کسی سے بات کر رہی تھی۔

تنویر کچھ دیر کوشش کرتا رہا لیکن جولیا کا نمبر فری ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

”کیا کروں۔ کیا میں چیف سے ڈائریکٹ بات کروں“۔ تنویر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ لیکن چیف سے ڈائریکٹ بات کرنے کا اسے حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔

”میرا خیال ہے مجھے چیف کی بجائے عمران سے بات کرنی چاہئے۔ سنٹرل انٹیلی جنس کا سوپر فیاض اس کا دوست ہے۔ اگر وہ سوپر فیاض سے بات کرے تو سوپر فیاض یہاں اپنی فورس لا سکتا ہے جو اس سارے علاقے کا سرچ کر کے نہ صرف مغویاں برآمد کر سکتا ہے بلکہ تمام مجرموں کو بھی پکڑا جا سکتا ہے۔ اس کا عمران سے بات کرنے کو دل تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن چونکہ معاملہ گھمبیر تھا اس لئے اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی عمران سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ایک بار پھر جولیا سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن

جولیا کا نمبر بدستور مصروف تھا۔ تنویر نے سر جھٹکا اور پھر اس نے عمران کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔علی عمران۔ ایم ایس سی، ڈی ایس سی (آکسن) بذبان خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں''...... رابطہ ملتے ہی عمران کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''میں تنویر بول رہا ہوں عمران''...... تنویر نے عمران کے انداز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''تن فارسی کا لفظ ہے جس کا مطلب جسم ہوتا ہے اور پنجابی زبان میں بھائی کو ویر کہا جاتا ہے۔تم نے اپنا نام تن اور ویر رکھا ہوا ہے مطلب سر سے پاؤں تک بھائی ہی بھائی۔ کیوں میں نے ٹھیک کہا نا''......عمران کی مسکراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

''شٹ اپ۔ میں اس وقت بہت سنجیدہ ہوں سمجھے تم''...... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''وہ تو تم ہر وقت ہی ہوتے ہو اس میں کون سی نئی بات ہے''......عمران نے جواب دیا۔

''میری بات غور سے سنو۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے'' تنویر نے کہا۔

''ارے وہ کیا کہتے ہیں جورو ایک طرف اور جورو کا بھائی ایک طرف۔ جورو کے بھائی کو میری مدد کی ضرورت آن پڑی اس سے بڑھ کر میرے لئے خوش قسمتی کی اور کیا بات ہوسکتی ہے۔ بولو۔

مدد چاہئے تمہیں''...... عمران بھلا آسانی سے کہاں باز آنے والا تھا۔ اس کی بات سن کر تنویر کا دل چاہا کہ وہ فون بند کر دے لیکن اس نے خود پر جبر کرتے ہوئے عمران کو ساری صورتحال سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔

''بہت خوب تو تم نے اکیلے اکیلے سارا میدان مار لیا ہے۔ بہرحال اب کہاں ہے چوہدری دلاور حسین''...... ساری بات سن کر عمران نے کہا۔

''میں ایک تہہ خانے میں ہوں۔ چوہدری دلاور حسین اس وقت بے ہوشی کی حالت میں میرے سامنے پڑا ہے''......تنویر نے کہا۔

''تو کیا تم چاہتے ہو کہ ممبران کو یہاں بھیج دوں''...... عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں۔ ساتھیوں کو بلانا ہوتا تو میں تمہیں کال ہی کیوں کرتا۔ یہاں سارے کا سارا قصبہ اس گھناؤنے اور مکروہ دھندے میں ملوث ہے۔ جب تک یہاں کوئی فورس سرچ نہیں کرے گی اس وقت تک یہ لوگ آسانی سے ہاتھ نہیں آئیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے سوپر فیاض سے بات کرو اور اس سے کہو کہ وہ فوری طور پر فورس لے کر یہاں آ جائے۔ یہاں اسے بے شمار مغوی بچے اور مل جائیں گے اور جہاں تک میرا آئیڈیا ہے اس علاقے میں اسلحے کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ سوپر فیاض یہاں آپریشن کر کے اپنے سینے پر کامیابیوں کے کئی میڈل سجا سکتا ہے''...... تنویر نے کہا۔

''میڈل حاصل کرنے کے لئے تو وہ آگ کے سمندر میں بھی
چھلانگ لگا سکتا ہے''...... عمران کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔
''میں جانتا ہوں اسی لئے تو میں اسے یہاں بلانا چاہتا ہوں
تاکہ وہ یہاں کا تمام انتظام سنبھال لے۔ وہ یہاں آئے گا تو میں
چوہدری دلاور حسین کو اس کے حوالے کر دوں گا۔ پھر وہ جانے اور
اس کا کام جانے۔ چوہدری دلاور حسین سے پوچھ کر وہ یہاں سے
قیدی بچوں کو بھی آزاد کرا لے گا اور یہاں ہیومن ٹریفک کا سسٹم
مکمل طور پر ختم کر دے گا''...... تنویر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
''ٹھیک ہے۔ تم اس کے آنے تک وہیں رک کر اس کا انتظار
کرو۔ میں اسے کال کر کے تمہارے بارے میں بتا دیتا ہوں۔ میں
اسے تمہارا نمبر بھی دے دوں گا تاکہ وہ تم سے بھی بات کر لے۔
پھر چوہدری دلاور حسین اور قصبہ درویشاں کو اس کے حوالے کر کے
تم وہاں سے نکل جانا''...... عمران نے کہا۔
''اوکے''...... تنویر نے جواب دیا۔ عمران نے اسے چند مزید
ہدایات دیں اور رابطہ ختم کر دیا۔

سیل فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے سامنے میز پر پڑا ہوا اپنا
سیل فون یوں اٹھا لیا جیسے وہ کافی دیر سے سیل فون کی گھنٹی بجنے کا
انتظار کر رہا ہو۔
عمران نے سیل فون کا ڈسپلے دیکھنے کی بجائے کہ کون کال کر رہا
ہے اس نے کالنگ بٹن پریس کیا اور فون کان سے لگا لیا۔
''السلام و علیکم و رحمتہ اللہ وہ برکاتہ۔ منم علی عمران۔ ولد سر
عبدالرحمٰن، خاندانِ چنگیز خان، مہربان، قدر دان، نادان، حیران و
پریشان اور بنا پاندان بول رہا ہوں''...... عمران نے مکمل سلام
کرتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔
''وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ، یہ تم نے سلام کرنے کے بعد
الٹا سیدھا بکنا شروع کر دیا ہے''...... دوسری طرف سے اماں
بی کی غصیلی آواز سنائی دی اور عمران یوں اچھل پڑا جیسے

''میڈل حاصل کرنے کے لئے تو وہ آگ کے سمندر میں بھی چھلانگ لگا سکتا ہے''...... عمران کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''میں جانتا ہوں اسی لئے تو میں اسے یہاں بلانا چاہتا ہوں تا کہ وہ یہاں کا تمام انتظام سنبھال لے۔ وہ یہاں آئے گا تو میں چوہدری دلاور حسین کو اس کے حوالے کر دوں گا۔ پھر وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ چوہدری دلاور حسین سے پوچھ کر وہ یہاں سے قیدی بچوں کو بھی آزاد کرا لے گا اور یہاں ہیومن ٹریفک کا سسٹم مکمل طور پر ختم کر دے گا''...... تنویر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم اس کے آنے تک وہیں رک کر اس کا انتظار کرو۔ میں اسے کال کر کے تمہارے بارے میں بتا دیتا ہوں۔ میں اسے تمہارا نمبر بھی دے دوں گا تا کہ وہ تم سے بھی بات کر لے۔ پھر چوہدری دلاور حسین اور قصبۂ درویشاں کو اس کے حوالے کر کے تم وہاں سے نکل جانا''...... عمران نے کہا۔

''او کے''...... تنویر نے جواب دیا۔ عمران نے اسے چند مزید ہدایات دیں اور رابطہ ختم کر دیا۔

سیل فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے سامنے میز پر پڑا ہوا اپنا سیل فون یوں اٹھا لیا جیسے وہ کافی دیر سے سیل فون کی گھنٹی بجنے کا انتظار کر رہا ہو۔

عمران نے سیل فون کا ڈسپلے دیکھنے کی بجائے کہ کون کال کر رہا ہے اس نے کالنگ بٹن پریس کیا اور فون کان سے لگا لیا۔

''السلام وعلیکم و رحمتہ اللہ وہ برکاتہ۔ منم علی عمران۔ ولد سر رحمان۔ خاندانِ چنگیز خان، مہربان، قدر دان، نادان، حیران و پریشان اور بنا پاندان بول رہا ہوں''...... عمران نے مکمل سلام کرتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ، یہ تم نے سلام کرنے کے بعد اناپ شناپ بکنا شروع کر دیا ہے''...... دوسری طرف سے اماں [illegible] اور غصیلی آواز سنائی دی اور عمران یوں اچھل پڑا جیسے

اچانک اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔

''اماں بی۔ آ آ۔ آپ''...... عمران کے منہ سے بوکھلا
آواز نکلی۔

''ہاں۔ کیوں۔ میری آواز سن کر تمہاری گھگھی کیوں :
ہے''...... اماں بی کی کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''گھگھی۔ نہیں اماں بی۔ میں وہ وہ''...... عمران نے
ہوئے کہا۔ اس کے شاید خواب و گمان میں بھی نہیں تھا کہ
اسے اماں بی سے بات کرنی پڑ جائے گی۔

''کیا وہ وہ لگا رکھی ہے۔ سیدھی طرح بات کیا کرو مجھ
سمجھے تم''...... اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''جی اماں بی۔ میں آپ کی آواز سنتے ہی سیدھا ہو گیا
یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ صبح صبح آپ جیسی بزرگ او
خاتون کی آواز میرے کانوں میں پڑ گئی ہے۔ اب میری
مصیبتیں اور پریشانیاں ٹل جائیں گی اور میرا آج کا دن
اچھا اور خوش خوش گزرے گا''...... عمران نے کہا۔

''اچھا بس بس۔ مجھے زیادہ بنانے کی کوشش مت کرو۔
تم اس وقت کیا کر رہے ہو''...... اماں بی نے اسی انداز میں

''کچھ نہیں اماں بی۔ صبح جاگ کر نماز پڑھی تھی۔ پھر
پاک کی تلاوت کی تھی اس کے بعد سے اب تک میں بیٹھا
کی واپسی کا انتظار کر رہا ہوں جو صبح سے قریبی مسجد میں نماز

ے لئے گیا ہوا ہے اور ابھی تک اس کی نماز ہی ختم نہیں ہوئی
ہے۔ یا شاید اس نے اپنے تمام گناہوں کی مغفرت کے لئے آج
طویل ترین دعا مانگنے کا فیصلہ کر لیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کیوں۔ سلیمان سے تمہیں کیا کام ہے''...... اماں بی نے
پوچھا۔

''وہ میرے لئے ناشتہ بناتا ہے اماں بی۔ دن کے دس بج رہے
ہیں اور میں ابھی تک اس کے ہاتھ سے بنے ہوئے ناشتے کو ترس
رہا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''وہ آج تمہیں ناشتہ بنا کر نہیں دے سکتا''...... دوسری طرف
سے اماں بی نے کہا اور عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''کیوں۔ کیا اس نے میرے لئے ناشتہ نہ بنانے کے لئے
آپ سے چھٹی لی ہے''...... عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

''اس نے چھٹی نہیں لی ہے۔ اسے میں نے کوٹھی پر بلا رکھا
ہے۔ وہ صبح کی نماز پڑھ کر سیدھا یہاں آ گیا تھا''...... اماں بی نے
کہا اور عمران بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع ہو گیا۔

''تبھی میں کہوں کہ آج سلیمان کی نماز اتنی لمبی کیوں ہو گئی ہے
کہ میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہوں۔ اچھا کیا اماں بی کہ آپ نے
فون کر کے بتا دیا ہے کہ سلیمان آپ کے پاس ہے ورنہ میں تو
شام تک اس کے آنے اور ناشتہ بنانے کا انتظار ہی کرتا رہ
جاتا''...... عمران نے کہا۔

”میں نے تمہیں یہ بتانے کے لئے فون نہیں کیا کہ سا
یہاں میرے پاس ہے بلکہ میں نے تمہیں اس لئے فون کیا ۔
تم ابھی اور اسی وقت کوٹھی آ جاؤ مجھے تم سے ضروری بات
ہے“...... اماں بی نے کہا۔

”کون سی ضروری بات“...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

”کوٹھی میں آؤ گے تو بتا دوں گی اور ہاں سنو۔ میں نے تم
فرنگیوں کی بیٹی کو بھی کوٹھی میں بلایا ہے۔ وہ بھی کچھ دیر میں
پہنچ جائے گی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اس کے آنے سے پہلے
پہنچ جاؤ“...... اماں بی نے کہا۔

”فرنگیوں کی بیٹی۔ میں سمجھا نہیں۔ آپ کس فرنگی کی بیٹ
بات کر رہی ہیں اماں بی“...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے ک

”میں اسی گوری چٹری والی فرنگیوں کی بیٹی کی بات کر رہی
جو تمہارے ساتھ نجانے کس اناپ شناپ دفتر میں کام کرتی ۔
دوسری طرف سے اماں بی نے ناگواری سے کہا تو عمران کے
میں فوراً جولیا کا نام ابھر آیا۔

”کہیں آپ جولیا کی بات تو نہیں کر رہی ہیں“...... عمرا
رک رک کر کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہی کچھ نام ہے اس کا جولیا، شولیا۔ میں نے
ہی بلایا ہے“...... اماں بی نے کہا اور عمران کے دماغ میں
خطرے کے الارم بجنا شروع ہو گئے۔

”جولیا کو آپ نے کوٹھی پر بلایا ہے۔ لیکن کیوں“...... عمران
نے ہکلاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”کوٹھی میں آ جاؤ سب پتہ چل جائے گا“...... اماں بی نے
فت لہجے میں کہا۔

”لیکن اماں بی“...... عمران کراہا۔

”بس اب مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔ اگر آدھے گھنٹے میں تم کوٹھی نہ
پہنچے تو میں سلیمان کو لے کر فلیٹ میں آ جاؤں گی اور تمہارے سر پر
نی جوتیاں برساؤں گی کہ تمہارا سارا سر گنجا ہو جائے گا“۔ دوسری
رف سے اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا اور عمران کا ہاتھ بے
اختیار اپنے سر پر پہنچ گیا جیسے اماں بی نے فون سے نکل کر ابھی اس
کے سر پر جوتیاں مارنی شروع کر دی ہوں اور وہ ان کی جوتیوں
سے بچنا چاہ رہا ہو۔ اس سے پہلے کہ عمران اماں بی سے کچھ اور
کہتا۔ اماں بی نے رابطہ ختم کر دیا۔

”م۔ م۔ میری بات تو سنیں اماں بی“...... عمران نے رسیور
...تے دیکھ کر تیز لہجے میں کہا لیکن دوسری طرف سے رسیور
...ا تھا اس لئے اماں بی بھلا اس کی بات کا کیا جواب
... عمران نے کان سے سیل فون ہٹایا اور پھر وہ بے چارگی کے
...ل فون کی جانب دیکھنے لگا۔

”آج تمہاری خیر نظر نہیں آ رہی ہے کرم دین۔ لگتا ہے اماں بی
...ں سچ گنجا کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے اور وہ بھی

تمہارے سر پر جوتیاں مار مار کر"...... عمران نے سیل فون کے ڈ
پر اپنی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر خود کو عمران
بجائے کرم دین کہا تھا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ یہ حرام خور سلیمان مجھے بتائے
کوٹھی کیوں چلا گیا ہے۔ اماں بی جب بھی اسے بلاتی ہیں تو
ہمیشہ مجھے بتا کر جاتا ہے۔ پھر اس نے آج ایسا کیوں نہیں کیا
اماں بی کا جولیا کو کوٹھی میں بلانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے"۔ عم
نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر جولیا کے
پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"لیں"...... رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز
دی۔ اس کی آواز کے ساتھ ہوا کا شور بھی سنائی دے رہا تھ
مختلف گاڑیوں کے ہارن بجنے کی آوازیں بھی، جس سے پتہ چل
تھا کہ وہ کسی کار میں سفر کر رہی ہے۔

"راجہ اسفند بول رہا ہوں"...... عمران نے اپنے مخصوص
میں کہا۔

"کیا مطلب۔ یہ تم نے اپنا نام راجہ اسفند کب سے ر
ہے"...... دوسری طرف سے جولیا نے عمران کی آواز پہچا
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ویسے بھی اس کے سیل فون کے
پر عمران کا مخصوص نمبر آ گیا تھا جس سے اسے پتہ چل گیا تھ
اسے عمران کال کر رہا ہے۔

"جب سے تم نے مجھے بتائے بغیر دیار غیر کا سفر کرنا شروع کر
ہے ریحانہ"...... عمران نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دیار غیر، ریحانہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو نانسنس۔ میں ریحانہ
ں جولیا ہوں۔ جولیانا فٹزواٹر"...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

"تو میں کون سا تمہیں ریحان، فرحان، قربان، مہربان اور گل
ن کی ماں کہہ رہا ہوں میں بھی تو تمہیں سکینہ ہی کہہ رہا ہوں جو
ارا نام ہے"...... عمران نے کہا۔

"فضول باتیں مت کرو اور یہ بتاؤ کیوں کال کی ہے اور یہ
ں بی نے مجھے کوٹھی کیوں بلایا ہے"...... جولیا نے تیز لہجے میں
ا۔

"یہی تو میں نے تمہیں پوچھنے کے لئے فون کیا ہے اور الٹا تم
ے پوچھ رہی ہو"...... عمران نے کہا۔

"کیا پوچھنے کے لئے فون کیا ہے"...... جولیا نے پوچھا۔

"یہی کہ اماں بی نے تمہیں کیوں بلایا ہے"...... عمران نے کہا۔

"مجھے کیا معلوم۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے سلیمان کا فون آیا تھا اس
نے اماں بی سے بات کرائی تھی۔ اماں بی نے کہا تھا کہ انہیں
ے نہایت ضروری بات کرنی ہے اس لئے میں جلد سے جلد ان
ں کوٹھی میں آ جاؤں۔ ان کے لہجے سے خاصی پریشانی ٹپک
ی اس لئے میں فوراً کوٹھی جانے کے لئے نکل پڑی ہوں"۔
جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سلیمان نے تمہاری اماں بی سے بات کرائی تھی''...... جولیا نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ اماں بی کو شاید میرا نمبر معلوم نہیں تھا۔ اس لئے سلیمان نے ہی انہیں میرا نمبر ملا کر دیا تھا''...... جولیا نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے جا رہا اس کے پیچھے اس جاسوس خانساماں کا کوئی ہاتھ ہے''...... عمران ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''میں سمجھی نہیں۔ کیا ہونے جا رہا ہے''...... جولیا حیرت کے لہجے میں کہا۔

''مجھے کیا معلوم۔ مجھے بھی ابھی اماں بی کا فون آیا تھا۔ انہوں نے مجھے بھی فوراً کوٹھی پہنچنے کا حکم دیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''تو آ جاؤ۔ ہو سکتا ہے اماں بی نے کوئی ضروری بات ہو''...... جولیا نے کہا۔

''مجھے کچھ کچھ اندازہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے کیا ضروری کرنی ہے''...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''کیا اندازہ ہو رہا ہے۔ کس لئے بلایا ہو گا اماں بی نے اور تمہیں کوٹھی میں''...... جولیا نے پوچھا۔

''یہ تو تمہیں کوٹھی چل کر ہی معلوم ہو گا''...... عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''وہ تو معلوم ہو ہی جائے گا۔ تم بتا دو تو میں اماں بی

سامنے خود کو زیادہ ایزی فیل کر کے جاؤں گی۔ اماں بی کے سامنے جاتے ہوئے مجھے ڈر بھی لگتا ہے اور شرم بھی آتی ہے''...... جولیا نے کہا۔

''کیوں۔ تم اماں بی سے ڈرتی اور شرماتی کیوں ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''پتہ نہیں کیوں۔ میں جب بھی اماں بی کا سامنا کرتی ہوں ان کا جلالی چہرہ دیکھ کر میرا خون خشک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات وہ مجھ سے ایسے ایسے سوال پوچھنا شروع کر دیتی ہیں کہ میں شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہوں''...... جولیا نے کہا۔

''کیا مطلب۔ اماں بی تم سے ایسے کیا سوال کرتی ہیں جو تم شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہو''...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

''وہ مجھ سے میری شادی کے بارے میں باتیں کرتی ہیں کہ تم جوان ہو، خوبصورت ہو، تم کسی سے شادی کیوں نہیں کر لیتیں۔ تمہیں کوئی پسند نہیں ہے کیا۔ تم فرنگیوں کا ملک چھوڑ کر کیوں آئی ہو اور تم ڈھنگ کا لباس کیوں نہیں پہنتی۔ ایسی ہی باتیں کرتی ہیں جس کا بعض اوقات میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا تو میں خاموش ہو جاتی ہوں اور پھر وہ مجھے بے بھاؤ کی سنانا شروع کر دیتی ہیں۔ ان کے بولنے کا انداز اس قدر جلالی ہوتا ہے کہ میں ڈر جاتی ہوں اور بعض اوقات ان کے جملے اس قدر کاٹ دار ہوتے ہیں کہ مجھے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین کھسکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور میرا

ساراجسم پسینے سے بھیگ جاتا ہے“...... جولیا نے کہا۔

”اس کے باوجود تم پھر اماں بی سے ملنے جا رہی ہو“......ع
نے کہا۔

”تو کیا کروں۔ اماں بی نے کہا تھا کہ اگر میں ایک گھنٹے
کوٹھی نہ آئی تو وہ سلیمان کو لے کر میرے فلیٹ میں آ جائیں
اور پھر وہ میرا کان پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ کوٹھی لے جائیں گی“
جولیا نے بے چارگی سے کہا۔

”مطلب یہ کہ اماں بی نے اب میرے ساتھ ساتھ تمہارے
کان کھینچنے کا پروگرام بنانا شروع کر دیا ہے“...... عمران نے کہا۔

”شاید“...... جولیا نے جواب دیا۔

”شاید نہیں۔ یہ سچ ہے۔ آج میرے ساتھ ساتھ تمہاری
شامت آنے والی ہے“...... عمران نے کہا۔

”شامت۔ کیا مطلب“...... جولیا نے چونک کر کہا۔

”کوٹھی پہنچو۔ وہاں تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا“......ع
نے کہا۔

”تم مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو“...... جولیا نے کہا۔

”تم پہلے سے ہی ڈری ہوئی ہو میں تمہیں اور کیا ڈراؤں
کوثر“...... عمران نے کہا۔

”کون کوثر“...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”تم اور کون“...... عمران نے کہا۔

”میں جولیا ہوں سمجھے۔ کوثر نہیں“...... جولیا نے غصے سے کہا۔

”تو پھر کوثر کون ہے“...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔

”ہو گی کوئی تمہاری چاہنے والی“...... جولیا نے چڑ کر کہا۔

”مگر میری چاہنے والی تو نسرین کی اماں ہے جس کا میں ہر ماہ
ن میں کھڑا ہو کر بجلی اور گیس کا بل بھرتا ہوں“...... عمران نے
خصوص لہجے میں کہا۔

”کون نسرین کی اماں“...... جولیا نے کہا۔

”وہی جس کے بارے میں تم نہیں جانتی“...... عمران نے کہا۔

”لگتا ہے تم پر پھر حماقتوں کا بھوت سوار ہے۔ اس لئے میں
فون بند کر رہی ہوں“...... جولیا نے نہایت جھلائے ہوئے
میں کہا۔

”کہاں بند کرو گی۔ کسی تھانے میں یا کسی کمرے میں“۔ عمران
نے اسی انداز میں کہا۔

”میں کوٹھی کے نزدیک پہنچ گئی ہوں۔ اب بس کرو“...... جولیا
نے کہا اور پھر اس نے ہی رابطہ ختم کر دیا۔

ت ہے۔ یہ شمائلہ کو کیا ہو گیا ہے۔ اس نے فون ہی بند کر
...... عمران نے جان بوجھ کر جولیا کے مسلسل نام بدلتے
ابھی وہ حیرت سے سیل فون کی جانب دیکھ ہی رہا تھا
وقت ڈسپلے پر ایک اور نمبر فلیش ہونا شروع ہو گیا اور ساتھ
فون کی مترنم گھنٹی بج اٹھی۔ ڈسپلے پر ایکسٹو کے مخصوص نمبر

دیکھ کر عمران نے کال رسیو کا بٹن پریس کیا اور سیل فون ایک ہا
کان سے لگا لیا۔

"یس۔ حاکم دین سپیکنگ"...... عمران نے کہا۔

"بلیک زیرو بول رہا ہوں"...... بلیک زیرو نے عمران کو مخ
انداز میں بات کرتے سن کر اپنی اصلی آواز میں کہا۔

"کہاں سے بول رہے ہو بھائی اور تمہیں کس سے بات
ہے"...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

"عمران صاحب ایک بری خبر ہے"...... دوسری طرف
بلیک زیرو نے عمران کی باتوں پر توجہ دیئے بغیر انتہائی سنجیدہ
میں کہا۔

"تو بری خبر عمران کو سناؤ۔ مجھے کیوں بتا رہے ہو"...... ع
نے کہا۔

"میں آپ سے ہی بات کر رہا ہوں"...... بلیک زیرو نے کہ

"آپ کون"...... عمران بھلا کہاں باز آنے والا تھا۔

"میں آپ کی بات کر رہا ہوں عمران صاحب"...... بلیک
نے کہا۔

"میری کیا بات کر رہے تھے تم"...... عمران نے کہا اور د
طرف بلیک زیرو ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"تنویر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور اسے نہایت تشویشناک حا
میں فاروقی ہسپتال پہنچایا گیا ہے۔ اس کی نازک حالت دیکھ

اکٹر فاروقی بھی گھبرا گئے تھے اور وہ اس کا آپریشن کرنے کے لئے
ے فوری طور پر آپریشن تھیٹر میں لے گئے ہیں"...... بلیک زیرو
نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسے ہوا تھا اس کا ایکسیڈنٹ"...... عمران نے سنجیدگی سے
کہا۔

"وہ ایک نجی کام کے سلسلے میں جڑواں شہر کی طرف جا رہا تھا
ر راستے میں اس کی کار آؤٹ آف کنٹرول ہو کر ایک گہری کھائی
میں جا گری تھی۔ کار میں سیفٹی سسٹم تھا جس کی وجہ سے انتہائی گہری
ائی میں بھی کار کے گرنے کے باوجود تنویر کی جان تو بچ گئی تھی
لیکن اس کی کئی پسلیاں، بازو اور ٹانگوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں اور
اس کے سر پر بھی گہری چوٹیں آئیں ہے جس کی وجہ سے اس کی
حالت کافی خراب ہے۔ اتفاق سے خاور اور چوہان اسی راستے سے
دارالحکومت کی طرف واپس آ رہے تھے۔ انہوں نے ایک کار کو
قلابازیاں کھاتے کھائی میں گرتے دیکھ لیا تھا اور کار دیکھتے ہی وہ
پہچان گئے تھے کہ وہ تنویر کی کار ہے جو تنویر نے حال ہی میں ان
دونوں کے ساتھ جا کر شو روم سے خریدی تھی۔ وہ دونوں فوراً وہاں
پہنچے اور انہوں نے ہی کھائی میں اتر کر تنویر کو اس کی کار سے
تشویشناک حالت میں باہر نکالا تھا۔ تنویر کی حالت دیکھ کر وہ گھبرا
گئے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے وقت ضائع نہیں کیا اور تنویر
کو شدید زخمی حالت میں لے کر فاروقی ہسپتال پہنچ گئے اور انہوں

نے تنویر کو ڈاکٹر فاروقی کے حوالے کر کے مجھے فون کر کے تن
حالت کے بارے میں بتا دیا۔ میں نے ڈاکٹر فاروقی سے را
تو انہوں نے بھی مجھے تنویر کی تشویشناک حالت کے بارے میں
دیا''...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر فاروقی نے کیا کہا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''تنویر کے جسم پر اور سر پر کافی چوٹیں آئی ہیں اور اس کا
خون بہہ گیا ہے۔ ڈاکٹر فاروقی بدستور اس کے علاج میں مص
ہیں۔ وہ پُرامید تو ہیں لیکن تنویر کو جو دماغی چوٹ لگی ہے۔ اس
وجہ سے وہ خاصے پریشان ہیں۔ انہوں نے لائٹ سٹی سے
برین اسپیشلسٹ بلایا ہے۔ ڈاکٹر فاروقی کا کہنا ہے کہ وہی تنویر
مائنڈ کا آپریشن کریں گے اور پھر وہی بتائیں گے کہ تنویر کر
تک جسمانی اور دماغی طور پر صحت یاب ہو سکتا ہے''...... بلیک
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا ڈاکٹر فاروقی ابھی تک آپریشن روم میں ہیں''...... ع
نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''جی ہاں۔ میری ابھی تھوڑی دیر پہلے ان سے بات ہوئی تھ
ان کا کہنا ہے کہ ابھی انہیں آپریشن تھیٹر میں دو گھنٹے لگیں گے
بلیک زیرو نے جواب دیا۔

''ممبران کو معلوم ہے تنویر کے بارے میں''...... عمران نے
لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

''نہیں۔ سوائے خاور اور چوہان کے ابھی کسی کو کچھ علم نہیں ہے
کیونکہ ان دونوں نے ہی تنویر کو تشویشناک حالت میں ہسپتال پہنچایا
تھا۔ انہوں نے اگر کسی کو بتا دیا ہو تو کہہ نہیں سکتا لیکن میں نے
ابھی کسی کو نہیں بتایا ہے''...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ ابھی کسی کو نہ بتایا۔ خاور اور چوہان سے بھی بات
کرو۔ اگر انہوں نے ابھی کسی کو نہیں بتایا ہے تو انہیں چپ رہنے کا
کہہ دو''...... عمران نے کہا۔

''کیوں۔ ممبران کو بتانے میں کیا حرج ہے''...... بلیک زیرو نے
حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''حرج تو کوئی نہیں ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب تک تنویر
کا آپریشن نہیں ہو جاتا اس کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں چلنا
چاہئے ورنہ سب پریشان ہو جائیں گے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ خاور اور چوہان ابھی ہسپتال میں ہی ہیں
میں انہیں ابھی کال کر کے کہہ دیتا ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''میں کچھ دیر کے لئے کوٹھی جا رہا ہوں۔ اماں بی نے بلایا
ہے۔ وہاں سے فارغ ہو کر میں سیدھا ہسپتال پہنچ جاؤں گا۔ تب
تک تم خاور اور چوہان سے رابطہ میں رہو اور تنویر کے بارے میں
رپورٹ لیتے رہو۔ اگر کوئی ایمرجنسی ہو تو میرے نمبر پر کال کر لینا۔
اللہ تعالیٰ تنویر کے حال پر رحم کرے اور اسے جلد صحت کامل عطا
کرے''...... عمران نے دل سے دعا کرتے ہوئے کہا۔

"آمین"...... جواب میں بلیک زیرو کی آواز سنائی دی اور عم
نے سیل فون کان سے ہٹا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے چہرے
شدید تشویش کے تاثرات تھے۔ تنویر کے اچانک ہونے وا
خوفناک ایکسیڈنٹ نے اسے واقعی پریشان کر دیا تھا۔ بلیک ز
نے تنویر کی جو حالت بتائی تھی وہ کافی تشویشناک تھی۔ عمران فل
سے سیدھا ہسپتال جانا چاہتا تھا تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ تنویر
آپریشن میں ڈاکٹر فاروقی کا ہاتھ بٹا سکے۔ انہوں نے لائٹ
سے جس طرح سے برین اسپیشلسٹ کو بلایا تھا اس کی وجہ سے عمر
ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ برین اسپیشلسٹ کو بلانے
مطلب تھا کہ تنویر کی دماغی چوٹ زیادہ ہی خطرناک ہے ورنہ ع
طور پر ڈاکٹر فاروقی اور ان کے ساتھی ڈاکٹرز بھی چھوٹے مو
دماغی آپریشن کر لیتے تھے۔

"کیا کروں۔ کیا میں ہسپتال جاؤں یا اماں بی کے پاس"
عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر اس نے سوچا کہ ابھی تنویر کے
آپریشن مکمل ہونے میں دو گھنٹے مزید لگنے ہیں۔ اتنی دیر میں
اماں بی سے مل سکتا ہے۔ جولیا بھی چونکہ وہاں جا رہی ہے اس
عمران نے سوچا کہ وہ اماں بی سے ملنے کے بعد جولیا کو لے
سیدھا ہسپتال پہنچ جائے گا۔ یہ سوچ کر وہ اٹھا اور ملحقہ روم میں
تیار ہونے کے لئے چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سلیقے کا لباس پہ
کر کمرے سے باہر آیا اور پھر وہ بیرونی دروازے کی جانب بڑھ

آیا۔

لیمان چونکہ کوٹھی میں تھا اس لئے عمران نے فلیٹ کو آٹو لاک
دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ اپنی سرخ رنگ کی ٹوسیٹر میں بیٹھا کوٹھی کی
ب اڑا جا رہا تھا۔ اگر کوٹھی میں جانے سے پہلے اسے بلیک زیرو
فون نہ آ گیا ہوتا تو اس نے کوٹھی میں جانے سے پہلے ٹیکنی کلر
اس ہی پہننے کا سوچا تھا لیکن اب چونکہ اسے کوٹھی سے سیدھا
روقی ہسپتال جانا تھا اس لئے وہ سلیقے کا لباس پہن کر نکلا تھا۔
ھ ہی دیر میں عمران کی کار کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ عمران نے
چ میں کار روکی تو اسے پورچ میں جولیا کی کار بھی نظر آ گئی جو
سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی۔

یٹ کیپر اور باہر موجود دوسرے ملازمین نے عمران کو چھوٹے
ب کہہ کر سلام کرنا شروع کر دیا اور عمران ان کے سلام کے
اب دیتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سٹنگ روم میں داخل ہوا
ے جولیا ایک صوفے پر بیٹھی دکھائی دی۔ جولیا وہاں اکیلی بیٹھی
ئی تھی البتہ اس کے سامنے مشروب اور خشک میوہ جات پڑے
تھے۔ جولیا نے پاکیشیائی شلوار قمیض پہن رکھی تھی اور اس کے
باقاعدہ دوپٹہ بھی تھا۔ اسے اس لباس میں دیکھ کر عمران کے
وں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ جولیا یہ لباس
ص طور پر اماں بی سے ملنے کے لئے پہن کر آئی تھی کیونکہ اماں
رقی لباس کو ہی پسند کرتی تھیں ان کے سامنے اگر کوئی لڑکی

مغربی لباس میں آ جاتی تو وہ اس کی جان کو ہی آ جاتی تھی۔ ا
تجربہ چونکہ جولیا کو پہلے بھی ہو چکا تھا اس لئے وہ پینٹ شرٹ
بجائے مشرقی لباس میں ہی ملبوس ہو کر وہاں آئی تھی تاکہ اماں
اس کے لباس پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔

''السلام وعلیکم محترمہ مشرقی حسنِ لباساں''...... عمران نے ا
آواز میں کہا تو جولیا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس
چہرے پر شدید الجھن کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔ امار
سے شاید ابھی اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اسی لئے وہ وہاں
ابھی تک یہی سوچ رہی تھی کہ اماں بی نے آخر اسے کس لئے
ہے۔ اس نے نہ تو وہاں موجود میوہ جات کو ہاتھ لگایا تھا اور نہ
مشروب پیا تھا۔ کیونکہ اس کا مشروب سے بھرا ہوا گلاس بدستور
پر رکھا ہوا تھا۔

''آ گئے تم''...... جولیا نے اسے دیکھ کر اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ آ گیا ہوں۔ تم کب پہنچی ہو سلمٰی''...... عمران نے دو
اپنے موڈ میں آتے ہوئے کہا۔

''یہ سلمٰی کون ہے''...... جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''تمہیں کہہ رہا ہوں۔ کیا تمہارا نام ناصرہ نہیں ہے''......
نے اداکاری کرتے ہوئے کہا اور اس کا مخصوص انداز محسوس کر
جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''جولیا''...... جولیا نے اپنے نام کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

''کون جولیا''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''میرا نام جولیا ہے''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

''تو پھر میں کون ہوں''...... عمران نے آگے بڑھ کر اس کے
سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم''...... جولیا نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں
دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ پہلے ہی اماں بی کی وجہ سے
الجھی ہوئی تھی اب عمران نے بھی یہاں آ کر احمقانہ باتیں شروع کر
دی تھیں۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اپنا تعارف کرا دیتا ہوں۔ مجھ
نماسار، دلِ بے زار، خاک سار، غمخوار، شرمسار، تابعدارِ جولیانا،
نابکار اوہ۔ مم مم۔ میرا مطلب ہے۔ کو قطب الدین عرف چالیس
مار خان کہتے ہیں۔ امید ہے تمہیں مجھ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی
ہو گی''...... عمران کی زبان چل پڑی۔

''میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں سمجھے تم''۔ جولیا
نے منہ بنا کر کہا۔

''تو پھر کس موڈ میں ہو وہی بتا دو میں بھی ویسا ہی موڈ بنا لیتا
ہوں''...... عمران بھلا آسانی سے کہاں باز آنے والا تھا۔

''بس خاموش رہو''...... جولیا نے کہا۔

''اوکے''...... عمران نے سعادت مندی سے کہا اور خاموش ہو
کر بیٹھ گیا۔

''کیا واقعی تمہیں نہیں معلوم ہے کہ اماں بی نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے''...... چند لمحے خاموش رہنے کے بعد جولیا نے پوچھا۔ لیکن عمران نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ دائیں بائیں یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس نے جولیا کی بات سنی ہی نہ ہو۔

''میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں''...... جولیا نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا لیکن عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے یوں منہ چلانا شروع کر دیا تھا جیسے جگالی کر رہا ہو۔

''عمران۔ کیا تمہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی''...... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن عمران کے سر پر جوں تک نہ رینگی۔

''ہونہہ۔ تم سے تو واقعی کوئی بات کرنا ہی فضول ہے''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

''تم نے مجھ سے کچھ کہا ہے شمائلہ''...... عمران نے چونک کر جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور جولیا اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔ اس بار جولیا نے بڑبڑانے والے انداز میں بات کی تھی جسے عمران نے سن لیا تھا جبکہ اس سے پہلے اونچی آواز میں بولنے پر عمران جیسے اس کی آواز سن ہی نہیں رہا تھا۔

''یہ تم بار بار میرا نام کیوں بگاڑ رہے ہو۔ کبھی مجھے کس نام سے پکارتے ہو کبھی کس نام سے''...... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

''میں بھلا تمہارا نام کیوں بگاڑوں گا۔ میں تو تمہارا ہی نام لے رہا ہوں۔ تمہارا نام نسیمہ ہے نا''...... عمران نے بڑی معصومیت سے

کہا اور جولیا نے غصے سے ہونٹ بھینچ لئے۔ اسی لمحے کمرے میں سلیمان داخل ہوا۔

''آ گئے آپ''...... سلیمان نے عمران کو دیکھ کر کہا۔

''ہاں۔ کیوں۔ اگر میرے آنے پر اعتراض ہے تو میں چلا جاتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ نہیں آپ کیوں جائیں گے۔ یہ آپ ہی کا تو گھر ہے''...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اماں بی کہاں ہیں سلیمان۔ میں کب سے یہاں بیٹھی ان کا انتظار کر رہی ہوں''...... جولیا نے کہا۔

''وہ صاحب کے آنے کی منتظر تھیں۔ میں انہیں جا کر بتا دیتا ہوں کہ چھوٹے صاحب آ گئے ہیں تو وہ ابھی آ جائیں گی''۔ سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ اماں بی نے مجھے یہاں کس لئے بلایا ہے''...... جولیا نے اس سے پوچھا۔

''نہیں۔ انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا ہے''...... سلیمان نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ سلیمان کے بولنے کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ سلیمان کو سب معلوم ہے کہ اماں بی نے انہیں کیوں بلایا ہے۔ وہ جان بوجھ کر انکار کر رہا تھا۔

''پھر تو تمہیں یہ بھی نہیں پتہ ہو گا کہ اماں بی نے مجھے کیوں بلایا ہے عبدالقدوس''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ مجھے نہیں معلوم۔ اور یہ عبدالقدوس کون ہے''۔ سلیم
نے پہلے عام انداز میں کہا پھر اس نے چونک کر پوچھا۔

''تم اور کون''...... عمران نے کہا۔

''میرا نام سلیمان ہے''...... سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''ہو گا مجھے کیا۔ میں کون سا کہہ رہا ہوں کہ یہ میرا ہے''...... عمران نے جواباً منہ بنا کر کہا۔

''میں اماں بی کو خبر کرتا ہوں''...... سلیمان نے کہا اور اس پہلے کہ جولیا یا عمران اس سے کچھ کہتے وہ مڑا اور تیز تیز چلتا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

''مجھے تو کالے میں دال نظر آ رہی ہے شریفاں بی بی۔ میں کہتا ہوں کہ اپنی جوتیاں سنبھالو اور یہاں سے نکل بھاگو''...... عم
نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے راز دارانہ لہجے میں کہا۔

''کالے میں دال۔ یہ کالے میں دال کیا ہوتا ہے''......
نے کہا۔

''ہوتا ہے نہیں ہوتی ہے۔ دال مؤنث کے صیغے میں ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہونہہ۔ تمہیں دال میں کون سا کالا نظر آ رہا ہے''......
نے منہ بنا کر کہا۔

''مجھے تو ہر طرف کالا ہی کالا نظر آ رہا ہے۔ دال کا تو نشان نہیں ہے۔ اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ چپکے سے یہاں سے

ئیں۔ اسی میں تمہاری اور میری بھلائی ہے۔ ورنہ''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''ورنہ کیا''...... جولیا نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا اسی لمحے انہیں قدموں کی آواز سنائی دی اور انہوں نے چونک کر دیکھا تو انہیں سلیمان کے ساتھ اماں بی کمرے میں داخل ہوتی ہوئی دکھائی دیں۔

''لو آ گئی اماں بی۔ اب بیٹھی رہو یہیں۔ اب سارے کالے چنے ہی چبانے پڑیں گے''...... عمران نے کہا اور اماں بی کے استقبال کے لئے فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جولیا بھی اماں بی کو دیکھ کر ان کے احترام میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

تنویر کے سیل فون پر سوپر فیاض کی کال موصول ہوئی تو
نے اسے اسی حویلی میں بلا لیا جہاں تہہ خانے میں اسے قید
تھا۔ تنویر نے سوپر فیاض کے آنے سے پہلے حویلی کے تمام
دیکھ لئے تھے۔

سوپر فیاض وہاں اپنی پوری فورس کے ساتھ آیا تھا۔ عمراا
چونکہ اسے ساری تفصیل بتا دی تھی اس لئے سوپر فیاض باقاء
ہو کر آیا تھا اور اس نے فورس کی مدد سے سارے علاقے کا
کر لیا تھا۔

سوپر فیاض جب تنویر سے ملا تو تنویر نے بے ہوش
دلاور حسین کو اس کے حوالے کر دیا اور اسے ساری صورتحال
اور پھر اس نے سوپر فیاض اور اس کی فورس کے ساتھ مل کر
آپریشن مکمل کیا اور چوہدری دلاور حسین کی نشاندہی پر تمام مج

گرفتار کر لیا گیا جو اس کے ساتھ ہیومن ٹریفک میں ملوث تھے اس
کے علاوہ مختلف عمارتوں کے تہہ خانوں سے انہوں نے بے شمار
بچوں اور نوجوان لڑکیوں کو بازیاب کرایا جنہیں تہہ خانوں میں
زنجیروں سے باندھ کر رکھا گیا تھا۔

ان سب کے علاوہ چوہدری دلاور حسین کے بتانے پر ان جگہوں
پر بھی چھاپے مارے گئے جہاں اس کے ساتھیوں نے اسلحہ اکھٹا کر
رکھا تھا۔ یہ سب کامیابیاں حاصل کر کے سوپر فیاض بے حد خوش تھا
اور وہ تنویر کے سامنے بچھا جا رہا تھا۔

تنویر کو حویلی کے ایک کمرے سے میڈیکل ایڈ باکس مل گیا تھا
جس سے اس نے اپنے جسم پر کوڑوں سے لگنے والے زخموں کی خود
ہی مرہم پٹی کر لی تھی اور ایک کمرے سے اسے اپنے ناپ کا لباس
بھی مل گیا تھا جو شاید چوہدری دلاور حسین کے کسی محافظ کا تھا۔ تنویر
کا سارا لباس چونکہ کوڑے کی ضربوں سے پھٹ چکا تھا اس لئے وہ
اسی حالت میں واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔

تمام کارروائی مکمل کرنے کے بعد تنویر نے سوپر فیاض سے
اجازت لی اور ایک تہہ خانے سے اپنی کار نکال کر وہاں سے نکلتا
چلا گیا۔

پہاڑی راستوں سے گزرتا ہوا اور نہایت تیز رفتاری سے وہ کار
ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر دور ایک پہاڑی کی
دوسری طرف سے آسمان سے گرتے ہوئے ایک گولے پر پڑی۔

وہ سیاہ رنگ کا گولا تھا جو بجلی کی سی تیزی سے نیچے گر رہا تھا ا
اپنے پیچھے دھویں کی دھاریں جیسی لکیریں بناتا ہوا دکھائی دے
تھا۔

''یہ کیا ہے''...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ دور ۔
وہ سیاہ رنگ کا ایک گولا ہی دکھائی دے رہا تھا۔ جس سڑک ۔
اب وہ گزر رہا تھا وہاں اکا دکا گاڑیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں
ان سب نے بھی شاید اس گولے کو دیکھ لیا تھا۔ سیاہ گولا چونکہ د
تھا اور دھویں میں چھپا ہوا تھا اس لئے عام تاثر یہی تھا کہ کو
طیارہ آسمان پر کسی حادثے کا شکار ہو گیا ہے اور اب وہ تیزی ۔
پہاڑی حصے میں نیچے گرتا جا رہا ہے۔

تنویر غور سے اس گولے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ پہلے اس ۔
ذہن میں بھی یہی خیال اجاگر ہوا تھا کہ وہ کوئی طیارہ ہے جو فضا
حادثے کا شکار ہو کر نیچے گر رہا ہے لیکن جب اس نے غور کیا
اسے وہ ایک طشتری سی معلوم ہوئی۔ ایسی طشتری جو بالکل مشتر
سیارے جیسی تھی۔ جس کے چاروں طرف پلیٹ بنی ہوئی تھی ا
درمیانی حصے میں ایک گولا سا تھا جو آدھا اوپر کی طرف ابھرا ہوا
اور آدھا نیچے کی طرف۔

''اوہ۔ یہ تو کوئی اسپیس شپ معلوم ہو رہا ہے''...... تنویر ۔
منہ سے نکلا۔ اسپیس شپ چکراتا ہوا اور دھویں کے بادل بناتا ؟
پہاڑی کے پیچھے گرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھ

وہ پہاڑی کے پیچھے غائب ہو گیا۔

''یہ اسپیس شپ یہاں کیسے آ گیا''...... تنویر نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا ساتھ ہی اس نے کار کی رفتار اور بڑھا دی۔ وہ چند
پہاڑیوں کے عقب سے گزر کر جلد سے جلد اس طرف جانا چاہتا تھا
جہاں اس نے اسپیس شپ گرتے دیکھا تھا۔

سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے راستوں سے گزرتا ہوا وہ
ایک ایسی سڑک پر آ گیا جہاں ایک طرف پہاڑی تھی اور دوسری
طرف گہری کھائی۔ پہاڑی اور کھائی سڑک کے ساتھ ساتھ دور تک
تھی۔ تنویر نے جس طرف اسپیس شپ کو گرتے دیکھا تھا اس کے
اندازے کے مطابق وہ اسپیس شپ کھائی میں ہونا چاہئے تھا۔ اس
لئے وہ کار کھائی کے ساتھ ساتھ دوڑانے لگا تاکہ اونچائی سے وہ
جگہ دیکھ سکے جہاں اسپیس شپ گرا تھا۔

کھائی کافی گہری تھی اور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ نیچے چونکہ
پتھریلی زمین تھی اس لئے تنویر کا خیال تھا کہ اس کھائی میں گرتے ہی
اسپیس شپ کے ٹکڑے اڑ گئے ہوں گے۔ وہ کھائی کے ساتھ ساتھ
کار پر گھومتا ہوا تیزی سے آگے جا رہا تھا کہ اسے ایک جگہ کھائی
میں دھویں کے بادل اٹھتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ دھویں کے
بادل کو دیکھتے ہی تنویر سمجھ گیا کہ اسپیس شپ وہیں گرا تھا اور یہ
دھواں اسی اسپیس شپ سے نکل رہا تھا۔

سڑک کے ساتھ کھائی میں جانے کے لئے ایک طویل ڈھلان

سی بنی ہوئی تھی۔ لیکن یہ ڈھلان ایسی نہیں تھی کہ تنویر کار لے
ڈھلان میں اتر جاتا اور کار کھائی میں لے جاتا۔ تنویر نے کار کو
آگے لے جا کر کھائی کے کنارے پر روکی اور وہ کار سے نکل
باہر آ گیا۔ اس نے کار کے ڈیش بورڈ سے کراس ویژنل گلاسز وا
چشمہ نکال کر آنکھوں پر لگا لیا تھا۔ جسے ایڈجسٹ کرنے سے وہ ا
سے ٹیلی سکوپ کا بھی کام لے سکتا تھا۔

کار سے نکل کر وہ کھائی کے کنارے سے قدرے آگے آیا ا
پھر اس نے کراس ویژنل گلاسز والے چشمے کے دونوں سروں
لگے ہوئے بٹنوں کو پریس کر کے مخصوص انداز میں گھمانا شروع
دیا۔ جیسے ہی اس نے بٹن گھمانے شروع کئے۔ چشمے کے گلاسز ک
کیمرے کے زوم ہونے والے لینزز کی طرح آگے نکلتے دکھا
دیئے اور تنویر کی آنکھوں کے سامنے منظر صاف ہوتا چلا گیا۔ ت
نے لینز زوم کئے اور وہ نزدیک سے اسپیس شپ کی جانب دی
لگا جس پر آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ واقعی ایک اسپیس شپ ہی تھا
آگ میں جلتا ہوا ایک سیاہ رنگ کا گولا ہی دکھائی دے رہا تھ
بلندی سے گرنے کی وجہ سے اس کا ایک حصہ ٹوٹ کر الگ ہو
تھا۔ جس جگہ اسپیس شپ گرا تھا وہاں شاید زمین قدرے نرم
اس لئے اسپیس شپ کا کافی بڑا حصہ زمین میں دھنس گیا تھا۔

تنویر ابھی یہ سب دیکھ ہی رہا تھا کہ اسے اپنے عقب میں
گاڑیاں رکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ تنویر نے فوراً کراس ویژ

گلاسز والے چشمے کے بٹن پریس کئے تو چشمہ فوراً نارمل حالت میں
آ گیا۔ تنویر نے پلٹ کر دیکھا تو اسے وہاں سڑک کے کنارے اپنی
کار کے پیچھے کئی گاڑیاں رکی ہوئی دکھائی دیں جن میں سے لوگ
نکل نکل کر باہر آ رہے تھے۔ ان میں نوجوان لڑکے بھی تھے اور
لڑکیاں بھی۔ کچھ بوڑھے بھی تھے اور چند گاڑیوں سے بچے بھی نکل
رہے تھے۔ ان سب نے بھی شاید آسمان سے گرتے ہوئے اسپیس
شپ کو دیکھ لیا تھا اور تنویر کو وہاں رکے دیکھ کر ان سب نے بھی
وہیں اپنی گاڑیاں روک لی تھی۔

''کیا ہوا ہے بھائی صاحب۔ کیا کوئی طیارہ کریش ہوا ہے''۔
ایک ادھیڑ عمر نے تنویر کی طرف بڑھتے ہوئے تشویش بھرے لہجے
میں کہا۔

''مجھے تو وہ کوئی مسافر طیارہ ہی لگ رہا تھا جو کسی فضائی حادثے
کا شکار ہو کر اس کھائی میں گرتا نظر آیا تھا۔ اللہ کرم کرے۔ معلوم
نہیں طیارے میں موجود افراد کا کیا حشر ہوا ہو گا''...... اس کے
ساتھ کھڑے ایک بوڑھے نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''مجھے تو وہ کوئی طیارہ نہیں سیاہ رنگ کا ایک گولا سا دکھائی دیا
تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے یہاں کوئی شہاب ثاقب گرا ہو''...... ایک
نوجوان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں چلا ہے
کہ یہ کتنی بلندی سے آیا ہے۔ اگر یہ کوئی طیارہ ہے تو کہاں سے آ

رہا تھا اور کہاں جا رہا تھا اور اس میں کتنے مسافر سوار تھے۔ اور
اگر شہاب ثاقب ہے تو پھر ہمیں جلد سے جلد یہاں سے دور
جانا چاہئے کیونکہ میں نے سنا ہے جہاں ایک شہاب ثاقب گرتا
وہاں اور بھی شہاب ثاقب کے ٹکڑے گرنے کا خطرہ ہو
ہے''...... ایک لڑکی نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی بات
کر وہاں موجود اکثر لوگوں کے چہروں پر پریشانی کے بادل ا
آئے لیکن اس کے باوجود وہ سب کھائی کی طرف جھک جھک
جلتے ہوئے آگ کے اس گولے کی طرف دیکھ رہے تھے جو مکم
طور پر اب آگ اور دھوئیں میں گھرا ہوا تھا۔

''یہ خاتون ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ شہاب ثاقبوں کی یہاں با
بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہاں رکنا سب کے لئے خطرناک
سکتا ہے۔ آسمان پر بادل موجود ہیں جن کی وجہ سے ہمیں نہ آ
دکھائی دے گی اور نہ ہی دھواں۔ اگر مزید شہاب ثاقب آئے تو
یہاں ہر طرف تباہی مچا دیں گے جس کی زد میں آنے والا شاید
کوئی زندہ بچ سکے''...... تنویر نے کہا تو ان کے چہروں پر خوف
بڑھ گیا۔ جن افراد کے ساتھ بچے تھے وہ پہلے ہی کنارے سے ا
تھے۔ تنویر کی بات سنتے ہی ان سب نے جلدی جلدی سے بچوں
گاڑیوں میں بٹھانا شروع کر دیا۔ بوڑھے اور ادھیڑ عمر افراد نے
وہاں سے جانے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ البتہ نوجوان اور منچلے لڑ
وہیں موجود تھے اور گرنے والے گولے پر اپنے اپنے انداز م

تبصرے کر رہے تھے۔

''یہ شہاب ثاقب ہے یا کچھ اور۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں متعلقہ
حکام کو فوراً مطلع کر دینا چاہئے''...... ایک نوجوان نے کہا۔

''احمقانہ باتیں نہ کرو سرفراز۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ سیاہ رنگ
کے اس گولے کو کیا ہم نے ہی گرتے دیکھا ہے۔ یہ آسمان سے
نیچے آ گیا ہے۔ ارد گرد کے شہری اور دیہی علاقوں سے بھی اس
گولے کو گرتے دیکھا گیا ہوگا۔ اب تک حکام کو اس گولے کے
گرنے کی خبر مل چکی ہو گی اور فورسز یہاں پہنچنے ہی والی ہوں
گی''...... دوسرے نوجوان نے کہا۔

''اوہ۔ پھر تو ہمیں بھی یہاں نہیں رکنا چاہئے۔ اگر ان فورسز
نے ہم سے پوچھ گچھ کرنی شروع کر دی تو ہم انہیں کیا جواب دیں
گے۔ تم جانتے ہی ہو کہ ہماری پولیس اور دوسری فورسز کا کیا حال
ہے ایک بار کسی کو دھر لیں تو اس سے اگلے پچھلے تمام گناہ قبول کروا
لیتے ہیں''...... سرفراز نامی لڑکے نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں چلو۔ ویسے بھی ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ گولا کھائی میں گرا
ہے اور ہم اسے نیچے دیکھنے تو جا نہیں سکتے اس لئے یہاں رکنے کا
کیا فائدہ''...... ایک اور لڑکے نے کہا۔

''آپ نہیں جائیں گے بھائی صاحب''...... سرفراز نامی لڑکے
نے تنویر کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ چلیں۔ میں بھی بس نکل ہی رہا ہوں۔ آپ کی طرح

مجھے بھی پولیس اور فورسز کو الٹے سیدھے جواب دینے کا کوئی شو
نہیں ہے“...... تنویر نے کہا تو وہ تینوں لڑکے ہنس پڑے اور
وہاں سے تقریباً تمام گاڑیاں روانہ ہوگئیں۔ تنویر کچھ دیر ان س
کے دور جانے کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے ایک بار پھر کرا
ویژنل چشمے کو ایڈجسٹ کیا اور اسے ٹیلی سکوپ بنا کر جلتے ہو
اسپیس شپ اور اس کے اردگرد کے مناظر دیکھنے لگا۔

اسپیس شپ کا جو ایک حصہ ٹوٹا تھا وہ کافی فاصلے پر تھا اور ا
حصے پر آگ بھی نہیں لگی ہوئی تھی۔ تنویر نے ٹیلی سکوپ ایڈجس
کی تو اسے یوں لگا جیسے وہ حصہ ایک کیبن نما ستون ہے جو ٹھو
شیشے کا بنا ہوا ہے۔ تنویر نے ٹیلی سکوپ مزید زوم کی تو اسے کیب
نما ستون کا ایک حصہ کھلتا دکھائی دیا۔ ستون اندھے شیشے کا بنا ہوا
اس لئے اس میں کیا تھا تنویر یہ تو نہیں دیکھ سکا تھا لیکن اس
ستون کے دوسری طرف ایک دروازہ سا کھلتے دیکھا تھا پھر اچان
تنویر کو اس ستون کے پیچھے ایک خلائی انسان دکھائی دیا۔
چوپایوں کی طرح ستون جیسے کیبن سے نکل کر دوسری طرف جا
تھا۔ اس خلائی انسان نے باقاعدہ خلائی لباس پہن رکھا تھا اور ا
کے سر پر شیشے کا بنا ہوا بڑا سا کنٹوپ بھی دکھائی دے رہا تھا۔
جس طرح سے چوپایوں کی طرف چلتا ہوا آگے جا رہا تھا اس
تنویر کو اندازہ ہوا کہ وہ بے حد زخمی ہے۔ تنویر مسلسل اس پر ن
رکھے ہوئے تھا۔

کچھ ہی دیر میں خلائی انسان ایک جگہ جیسے بے دم ہو کر گر گیا۔
ر نے جب اسے گرتے دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے
لمہ نارمل حالت میں کیا اور اسے آنکھوں سے اتار کر جیب میں
ما۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اسے وہاں کوئی دکھائی نہ دیا۔
اں رکنے والے تمام افراد مزید شہاب ثاقب گرنے کے خوف سے
اں سے جا چکے تھے۔ تنویر نے ایک لمحہ توقف کیا اور پھر اس نے
چے جانے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ ڈھلان کی طرف بڑھا اور پھر وہ نہایت احتیاط سے ڈھلان
سے نیچے جانا شروع ہو گیا۔ ڈھلان پر بے شمار پتھر تھے اور وہاں
انیں ابھری ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ ڈھلان پر جگہ جگہ جھاڑیاں
اور درخت بھی دکھائی دے رہے تھے۔ اس لئے تنویر آسانی سے
ھلان اتر کر نیچے جا سکتا تھا۔ وہ رکے بغیر نیچے جا رہا تھا۔ نیچے
اتے ہوئے ایک دو بار اس کا پاؤں پھسلا، وہ گرنے ہی لگا تھا کہ
اس نے خود کو سنبھال لیا اور پھر وہ دائیں بائیں موجود چٹانوں اور
ان کی طرف ابھرے ہوئے بڑے بڑے پتھروں پر چھلانگیں لگاتا
ہوا نیچے اترتا چلا گیا۔

گہرائی تک پہنچنے میں اسے بیس منٹ لگ گئے۔ نیچے زمین
ہموار تھی۔ ہر طرف گڑھے دکھائی دے رہے تھے اور جگہ جگہ خار
دار جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ تنویر خار دار جھاڑیوں اور گڑھوں سے
ہوا اس طرف بڑھتا جا رہا تھا جہاں شیشے کا بنا ہوا ستون نما کیبن

موجود تھا اور جس میں سے اس نے ایک خلائی آدمی ک
دیکھا تھا۔

شیشے جیسے ستون سے اسپیس شپ کافی فاصلے پر تھا ج
تک آگ لگی ہوئی تھی اور ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیلا
تنویر گڑھوں اور کانٹے دار جھاڑیاں پھلانگتا ہوا اس چٹان
جا رہا تھا جہاں خلائی لباس پہنے ایک شخص ساکت پڑا ہوا
آگے بڑھا تو اسے خلائی انسان کے جسم میں حرکت دکھائی
کا مطلب تھا کہ وہ ابھی زندہ تھا۔ تنویر ایک چٹان پھلانگ
چٹان کے اوپر آ گیا جس پر خلائی انسان اوندھا لیٹا ہوا تھا۔
تنویر اس کے قریب پہنچا اس شخص نے تھوڑا سا سر اٹھایا اور
گلوب کے اندر سے مچی مچی آنکھوں سے تنویر کی جانب د
وہ ایک غیر ملکی تھا جو کافی عمر رسیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"کون ہو تم۔ کہاں سے آئے ہو"...... تنویر نے اس ک
غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ غیر ملکی نے آہستہ آہستہ اپنا ہا
کی جانب کیا۔ پھر اس نے ہاتھ گردن کے پاس لے جا
کیا کیا کہ اچانک اس کی گردن کے پاس موجود مختلف پائپ
گیس سی خارج ہوئی اور گلوب اس کے گردن کے پاس ۔
ہو گیا۔ تنویر غور سے اس شخص کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس شخ
چہرے پر موت کی سی زردی پھیلی ہوئی تھی۔

غیر ملکی نے لرزتے ہاتھوں سے اپنے سر سے گلوب ا

… طرف رکھ دیا۔

"م… میرے قریب آؤ۔ میری بات سنو"...... غیر ملکی نے سر
… کی جانب دیکھتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں کہا تو تنویر
… اور غیر ملکی پر جھک گیا۔

"کون ہو تم۔ کہاں سے آئے ہو"...... تنویر نے اس سے ایک
… پوچھا

"م… میں خلاء سے فرار ہو کر آیا ہوں"...... غیر ملکی نے
… اور تنویر بے اختیار چونک پڑا۔

"خلاء سے فرار۔ کیا مطلب"...... تنویر نے حیرت سے کہا۔

"م… میرے پاس بتانے کے لئے زیادہ وقت نہیں ہے
… کی انٹری سسٹم میں فالٹ آ گیا تھا جس کی وجہ
… اس اسپیس شپ پر کنٹرول نہ کر سکا اور یہ اسپیس شپ
… تباہ ہو گیا۔ دوسرے اسپیس میں ابھی اور بھی قیدی
ہیں۔ انہیں بچا لو۔ وہ تمہارے ملک اور دوسرے اہم ممالک
… بڑے سائنس دان ہیں جو ڈاکٹر ایکس کے قیدی تھے لیکن
… ڈاکٹر ایکس کی قید سے تو فرار ہو چکے ہیں مگر اب وہ خلاء
… بن کر رہ گئے ہیں۔ وہ دوسرے اسپیس شپ میں ہیں اور
… شپ خراب ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ سب اس
… میں قید ہو کر رہ گئے ہیں اور ان کا اسپیس شپ خلاء
… رہا ہے۔

اگر انہیں جلد سے جلد خلاء سے نہ نکالا گیا تو وہ وہیں ہلاک
جائیں گے اور دنیا بہترین اور ذہین دماغوں سے ہمیشہ کے
محروم ہو جائے گا“...... غیر ملکی نے رک رک کر بولتے ہوئے
اور اس کے منہ سے ڈاکٹر ایکس کا نام سن کر تنویر بری طرح
چونک پڑا۔ اس کے ذہن میں فوراً اس ڈاکٹر ایکس کا خیال آ
جو زیرو لینڈ کی طرح پوری دنیا پر قابض ہونا چاہتا تھا اور اس
سائنسی میدان میں اس قدر ترقی کر لی تھی کہ اس کی سائنسی
کے سامنے زیرو لینڈ کی سائنسی ترقی بھی ہیچ ہو گئی تھی اور
ایکس نے باقاعدہ ایک سائنسی لینڈ بنا لیا تھا جسے اس نے ونڈر
کا نام دیا تھا اور عمران اور ان سب نے ڈاکٹر ایکس کے ونڈر
کو تباہ کر دیا تھا۔ ونڈر لینڈ کی تباہی عمران اور ان سب کے
ہی ہوئی تھی لیکن ڈاکٹر ایکس وہاں سے فرار ہونے میں کامیا
گیا تھا۔ ونڈر لینڈ سے فرار ہوتے ہوئے ڈاکٹر ایکس کی عمرا
جو آخری بات ہوئی تھی اس کے مطابق ڈاکٹر ایکس خلاء میں
کسی مصنوعی سیارے میں ٹرانسمٹ ہو گیا تھا اور اس نے کہا
وہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے ونڈر لینڈ کی تباہی کا
انتقام لے گا اور وہ اسپیس میں جا کر ونڈر لینڈ سے بھی
بنائے گا جو اسپیس ورلڈ ہو گا۔ تنویر کے ذہن میں ابھی ڈاک
کے الفاظ گونج ہی رہے تھے کہ اچانک خلائی انسان نے اپ
لباس میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس نے ایک پاکٹ ڈائری نکال

طرف بڑھا دی۔

تنویر جو حیرت سے اس کی باتیں سن رہا تھا اس نے غیر ملکی سے
ڈائری لے لی۔ غیر ملکی کا ہاتھ پھر جیب کی طرف گیا اس نے جیب
سے ایک چمکتا ہوا چھوٹا سا گولا نکالا اور وہ بھی تنویر کو دے دیا۔ وہ
گولا اخروٹ جتنا بڑا تھا اور سٹین لیس اسٹیل کی طرح چمکدار تھا البتہ
اس کے درمیانی حصے میں شیشے کی ایک پٹی سی بنی ہوئی تھی جس میں
سرخ رنگ کی روشنی اینٹی کلاک وائز گھوم رہی تھی۔ اس گولے پر
تین بٹن لگے ہوئے تھے جو مختلف رنگوں کے تھے۔ ان میں سے
ایک بٹن نیلا تھا۔ دوسرا سبز اور تیسرا بٹن سرخ رنگ کا تھا۔ تنویر ابھی
حیرت سے اس گولے کو دیکھ رہا تھا کہ غیر ملکی نے جیب سے ایک
ڈبی نکال کر تنویر کی طرف بڑھا دی۔ یہ ڈبیہ عام سیل فون میں
استعمال ہونے والی بیٹری جیسی تھی البتہ یہ بیٹری عام بیٹریوں سے
قدرے موٹی اور قدرے چوڑی تھی اور اس کے دونوں اطراف سے
چھوٹے چھوٹے تار سے نکل کر باہر آ رہے تھے جن کے سروں پر
الگ الگ کلپ لگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے تنویر کو چوتھی
چیز ایک قلم دیا جو عام قلم سے قدرے موٹا تھا اور اس کی ٹپ کی
جگہ ایک ہول بنا ہوا تھا جہاں ایک چمکتا ہوا گول شیشہ سا لگا ہوا
تھا۔

”یہ سب کیا ہے اور یہ تم مجھے کیوں دے رہے ہو“...... تنویر
نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پرزنرز آف اسپیس کو بچا لو۔ انہیں واپس زمین پر ۔
اگر وہ دوبارہ ڈاکٹر ایکس کے ہاتھ لگ گئے تو پھر وہ کبھی د
واپس نہیں آ سکیں گے۔ ان کے بارے میں، میں نے تمام
اس ڈائری میں لکھ دی ہے۔ یہ قلم، سٹار پروجیکٹر ہے۔ ا
خلائی قیدیوں کے بارے میں تمام انفارمیشن ہے اور فلم
اسپیس شپ بھی ہے جس میں بٹھا کر میں نے انہیں ڈاکٹر
کے خلائی ہیڈ کوارٹر سے فرار کرایا تھا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر
کے اسپیس ورلڈ کے بارے میں بھی اس میں کافی تفصیلات
ہیں۔ اور میں نے تمہیں یہ بیٹری نما جو جارجر دیا ہے۔ جب
اسے اسپیس شپ میں نہیں لگایا جائے گا اسپیس شپ کا ری
سسٹم کسی طور پر بھی کام نہیں کرے گا۔ اس چارجر کے ذریعے
میں بھٹکے ہوئے اسپیس شپ کی ایٹمی بیٹریاں ری چارج کی
ہیں اور اسے زمین پر لایا جا سکتا ہے ورنہ نہیں اور یہ کرسٹل
ہے۔ کرسٹل بال کیا ہے اور اس سے کیا کام لیا جا سکتا ہے اس
بارے میں تمہیں میری ڈائری سے سب پتہ چل جائے گا''۔۔۔
ملکی نے کہا۔ یہ سب کہتے ہوئے اس کی آواز میں لرزش بڑ
رہی تھی جیسے اسے بولنے میں مشکل ہو رہی ہو۔

''اوہ۔ تمہاری حالت تو زیادہ خراب معلوم ہو رہی ہے۔ کی
تمہیں کسی ہسپتال لے جاؤں''۔۔۔۔۔ تنویر نے اس کی بگڑتی
حالت دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسپیس شپ کی تباہی کی وجہ سے
سم میں ریڈیائی اثرات پھیل چکے ہیں جس کی وجہ سے میرا
ماکے سے پھٹ بھی سکتا ہے یا پھر ان ریڈیائی لہروں کی وجہ
ا سارا جسم ہڈیوں سمیت موم کی طرح پگھل جائے گا۔ اگر
ا تو میرے جسم میں جو ریڈیائی لہریں ہیں وہ تمہارے جسم میں
رایت کر جائیں گی اور تم بھی میری طرح خوفناک موت کا
جاؤ گے۔ اس لئے تم میری فکر نہ کرو۔ اپنے ملک اور
مالک کے ان سائنس دانوں کی فکر کرو جو خلاء میں موت و
لی جنگ لڑ رہے ہیں۔ وہ کسی مسیحا کے منتظر ہیں۔ میں ان
اری امید تھا لیکن میں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔ اب تم۔ تم
ستے ہو تو ان کے لئے ضرور کرو ورنہ۔ وہ خلاء میں ہی ہلاک
یں گے اور ان کی لاشیں ہمیشہ کے لئے خلاء میں ہی بھٹکتی رہ
گی''۔۔۔۔۔ غیر ملکی نے کہا۔ اسی لمحے اس نے زور سے ہچکی لی تو
اس کے منہ اور ناک سے خون ابل پڑا۔

''ریڈیائی لہروں نے میرا جسمانی نظام اندر سے تباہ کرنا شروع
ہے۔ جاؤ۔ یہاں سے جس قدر دور جا سکتے ہو چلے جاؤ ورنہ
م سے خارج ہونے والی ریڈیائی لہریں تمہارے جسم میں
ائیں گی تو تمہارا حشر بھی مجھ جیسا ہو گا۔ جاؤ بھاگ جاؤ
۔۔۔۔۔ غیر ملکی نے چیختے ہوئے کہا اور تنویر بوکھلائے ہوئے
سیدھا ہو گیا۔ اسی لمحے اس نے غیر ملکی کی آنکھوں اور

کانوں سے بھی خون نکلتے دیکھا۔

"جاؤ۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ جاؤ۔ جاؤ جلدی"...... نے چیختے ہوئے کہا اور تنویر اس کی بگڑتی ہوئی حالت چھلانگ لگا کر ایک چٹان پر آیا اور نہایت تیزی سے چھلانگیں ہوا اس طرف بھاگنا شروع ہو گیا جس طرف سے وہ آیا پلٹ پلٹ کر چٹان پر پڑے ہوئے اس خلائی لباس والے کی طرف بھی دیکھ رہا تھا جس کا جسم اب چٹان پر بری طرح اچھلنا شروع ہو گیا تھا۔

غیر ملکی نے اسے بتایا تھا کہ اس کے جسم میں ریڈیائی سرایت کر چکی ہیں جس کی وجہ سے اس کے جسم کے اندر پھوٹ ہو رہی ہے۔ ان ریڈیائی لہروں کی وجہ سے نہ صرف جسم پھٹ سکتا تھا بلکہ اس کی ہڈیاں بھی موم کی طرح سے پگھل تھیں جس کا اثر قریب موجود دوسرے جانداروں پر بھی ہو اسی لئے اس نے تنویر کو وہاں سے بھاگ جانے کا کہا تھا نے موقع کی نزاکت دیکھتے ہی وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا

تنویر بھاگتا ہوا ڈھلان کی طرف بڑھا اور پھر وہ ر ڈھلان پر چڑھتا چلا گیا۔ اس نے ایک بار پھر پلٹ کر د اسے خلائی لباس والے غیر ملکی کا جسم بری طرح سے پھڑکتا دیا۔ ابھی تنویر اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک ز دھماکہ ہوا اور اس نے خلائی لباس والے غیر ملکی کا جسم

ٹکڑوں میں تبدیل ہوتے دیکھا۔

غیر ملکی کے اس طرح ٹکڑے ٹکڑے اُڑتے دیکھ کر تنویر اور زیادہ بوکھلا گیا اور وہ ایک بار پھر تیزی سے ڈھلان پر چڑھنا شروع ہو گیا۔ وہاں ریڈیائی لہریں پھیل سکتی تھیں جو واقعی اس کے لئے نقصان کا باعث بن سکتی تھیں اس لئے تنویر جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ڈھلان پر چڑھتا ہوا سڑک پر آ گیا اور پھر وہ رکے بغیر تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھا۔ کار کا دروازہ کھول کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور اس نے جیب سے چابیاں نکال کر اگنیشن میں لگائیں اور کار اسٹارٹ کرتے ہی وہ کار وہاں سے نکالتا چلا گیا۔ اس نے گیئر بدل کر اپنے پیر کا پورا دباؤ ایکسیلیٹر پر ڈال دیا تھا جس سے کار سڑک پر آتے ہی کسی تیز رفتار فائٹر طیارے کی سی رفتار سے وہاں سے دوڑتی چلی گئی تھی۔ تنویر ابھی کار لے کر وہاں سے نکلا ہی تھا کہ اسے اس کھائی کی طرف کئی فوجی ہیلی کاپٹر جاتے دکھائی دیئے۔ شاید حکام کو اس کھائی میں اسپیس شپ گرنے کا علم ہو گیا تھا اور اب وہاں فورسز اور سرچنگ ٹیمیں جا رہی تھیں۔ وہ سب چونکہ ہیلی کاپٹروں میں تھے اس لئے تنویر انہیں وہاں جانے سے نہیں روک سکتا تھا۔ خلائی لباس والے غیر ملکی کا جسم ریڈیائی لہروں کی وجہ سے دھماکے سے پھٹ گیا تھا جس کی وجہ سے وہاں یقینی طور پر ریڈیائی لہریں پھیل گئی ہوں گی۔ اس لئے وہاں ان فوجیوں اور سرچنگ ٹیموں کے افراد کا جانا خطرناک ہو سکتا

تھا لیکن تنویر ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ وہاں
تیزی سے کار نکال کر لے گیا۔

تنویر وقت سے پہلے وہاں سے بھاگ تو نکلا تھا لیکن جس
سے غیر ملکی کے منہ، ناک اور کانوں سے خون نکلا تھا اسے
محسوس ہو رہا تھا جیسے اس خون میں موجود ریڈیائی لہریں اس
آنکھوں میں سرایت کر گئی ہوں اس کی آنکھوں کے سامنے بار
بار سرخی سی آتی جا رہی تھی۔ اس سرخی کی وجہ سے اسے ونڈ سکرین
کے سامنے کا منظر بھی دیکھنے میں قدرے مشکل کا سامنا کرنا
تھا وہ بار بار اپنا سر جھٹک رہا تھا لیکن سرخی کم ہونے کی ب
بڑھتی جا رہی تھی۔

تنویر یہ سب سوچتا ہوا اور بار بار سر جھٹک جھٹک کر آ
کے سامنے آنے والی سرخی دور کرنے کی کوشش کرتا ہوا نہایت
سے کار بھگاتا لے جا رہا تھا کہ اچانک اس کے سامنے ایک
آ گیا۔ تنویر نے کار کی سپیڈ کم کرنے کی بجائے کار تیزی سے
موڑ کی طرف گھما دی۔ جیسے ہی اس نے کار گھمائی اسے د
طرف سے ایک لوڈر کے ہارن کی آواز سنائی دی۔

ہارن کی آواز سنتے ہی تنویر نے کار کی رفتار کم کی اور بریک
پاؤں رکھا ہی تھا کہ اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے سرخ
سی پھیل گئی۔ تنویر نے سر جھٹک کر اس سرخ چادر کو آنکھوں
ہٹانے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی لمحے م

دوسری طرف سے ایک ہیوی لوڈر نکلا۔ تنویر نے چونکہ کار دائیں
طرف موجود کھائی کی طرف موڑ دی تھی اس لئے نہ تو وہ سامنے
سے آتے ہوئے لوڈر کو دیکھ سکا اور نہ یہ دیکھ سکا کہ اس کی کار
کھائی کے کنارے کی طرف جا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ تنویر کار
کے بریکس لگاتا اچانک اس کی کار کھائی کی ڈھلان کی طرف بڑھی
اور پھر تیزی سے ڈھلان میں اترتی چلی گئی۔ ڈھلان میں اترتے
ہی کار کی رفتار اور تیز ہو گئی اور تنویر بریک پیڈل پریس کرتا ہوا
اسٹیئرنگ وہیل تیزی سے دائیں بائیں گھماتا ہوا کار کنٹرول کرنے
لگا لیکن کار ڈھلان میں اتر چکی تھی۔

پھر اچانک کار کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور اس کا پچھلا حصہ ہوا
میں اٹھ گیا اور کار ایک دھماکے سے الٹ کر ڈھلان پر لڑھکتی چلی
گئی۔ ڈھلان پر چونکہ چٹانیں تھیں اس لئے الٹی ہوئی کار ان
چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی بری طرح سے الٹتی پلٹتی چلی گئی اور تنویر کو
یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم بھی خلائی انسان کی طرح پھٹ کر
ٹکڑوں میں تبدیل ہوتا جا رہا ہو۔ الٹتی پلٹتی ہوئی کار میں ہی اس کا
ذہن اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔

خلاء میں انتہائی بڑا ایک اسپیس شپ نہایت سبک رفتاری
تیرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ اسپیس شپ باہر سے سیاہ رنگ
چٹانوں سے بنا ہوا ایک پہاڑ سا دکھائی دیتا تھا۔ جیسے کسی سیارے
کوئی پہاڑ الگ ہو کر خلاء میں لڑھک گیا ہو اور اب خلاء میں
ثقل نہ ہونے کی وجہ سے تیرتا جا رہا ہو۔ اس اسپیس شپ
چاروں طرف بڑی بڑی گول، ستونوں جیسی لمبی اور چپٹی چٹانیں
ابھری ہوئی دکھائی دے رہی تھیں لیکن اس اسپیس شپ کے
جیسے روشنیوں کا پورا شہر آباد تھا۔

اسپیس شپ کے اندر ہر طرف راہداریاں اور بے شمار مشینی
بنے ہوئے تھے۔ جہاں ہر طرف مشینیں ہی مشینیں کام کرتی د
دے رہی تھیں۔ اس اسپیس شپ کے تمام کناروں پر بڑی
گول کھڑکیاں بھی لگی ہوئی تھیں جن پر لگے اندھے شیشوں سے

ے تو نہیں دیکھا جا سکتا تھا لیکن اندر سے باہر کا ماحول واضح طور
دیکھا جا سکتا تھا۔

اس اسپیس شپ میں ہر طرف اور ہر جگہ مشینی روبوٹس کام کر
ے تھے جن کے رنگ سیاہ تھے۔ تمام روبوٹس انسانی قد کاٹھ کے
ے لیکن ان کے تمام پارٹس سیاہ رنگ کے تھے۔ ان روبوٹس میں
ے سی روبوٹ کی آنکھیں، منہ، ناک اور کان نہیں تھے یا شاید ان
ب روبوٹس کے چہروں پر خول چڑھا دیئے گئے تھے جس کی وجہ
ے ان کے منہ، ناک اور کان چھپ گئے تھے۔

تمام روبوٹس مشینی انداز میں ہی حرکت کرتے تھے۔ کئی روبوٹس
مختلف اقسام کی مشینوں پر کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ کسی
روم میں روبوٹس اپنے جیسے روبوٹس کے پارٹس جوڑتے اور انہیں
چارج کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ اسی طرح کئی روبوٹس مختلف
راہداریوں میں بھی چلتے پھرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں
ے کوئی روبوٹ ایسا نہیں تھا جو ایک دوسرے کے پاس کھڑا ہو یا
آپس میں باتیں کر رہا ہو۔ ہر روبوٹ اپنے ہی کام میں مصروف
دکھائی دے رہا تھا جیسے انہیں بنایا ہی صرف کام کرنے کے لئے ہو۔

اسپیس شپ کے فرنٹ کے درمیان میں ایک ہال نما کنٹرول
روم تھا جہاں ہر طرف سکرینیں ہی سکرینیں، مختلف رنگوں کے
کنٹرولنگ سسٹم اور جلتے بجھتے بلب دکھائی دے رہے تھے۔ کنٹرول
روم کی دیوار اور چھت کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جہاں بڑی بڑی

مشینیں نہ کام کر رہی ہوں۔ سامنے ایک کافی بڑی ونڈ سکرین
ہوئی تھی جس سے خلاء کا بیرونی منظر آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا
کنٹرول روم میں بھی بے شمار روبوٹس موجود تھے جو
مشینوں سے اسپیس شپ کو کنٹرول کر رہے تھے اور خلاء کے ہر
پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

کنٹرول روم میں داخل ہونے کا کوئی دروازہ نہیں بنایا گیا
یہ کنٹرول روم اسپیس شپ کے درمیانی حصے میں تھا۔ کنٹرول
کے اوپر والے اور نیچے والے حصے میں اسپیس شپ کے دوسرے
سیکشن کام کرتے تھے۔ دائیں طرف ایک بڑا سا چبوترا بنا ہوا
چبوترا شیشے کے ایک کیبن میں بنا ہوا تھا۔ کیبن کے اندر کا فرش
شیشے کی طرح چمکدار اور بے داغ تھا۔ جس کے نیچے مختلف رنگ
کے بلب سپارک کر رہے تھے۔ فرش پر سرخ رنگ کا ایک دائرہ
بنا ہوا تھا۔ اس دائرے کے عین اوپر چھت سے ایک دائرے کی
شکل میں روشنی کا ایک ہالہ سا نکل کر فرش پر موجود سرخ دائرے
پر پڑتا دکھائی دے رہا تھا۔ روشنی کا یہ ہالہ ہلکے نیلے رنگ کا تھا۔

کنٹرول روم کے وسط میں ایک اور چبوترا بنا ہوا تھا جہاں ا
بڑا سا گول ڈائس بنا ہوا تھا۔ اس ڈائس پر بھی چھوٹی بڑی سکرینیں
کے ساتھ بے شمار بٹن، ڈائل، لیور اور کنٹرولنگ ہینڈل لگے ہوئے
تھے۔ ڈائس کے درمیان میں خاصا بڑا خلا تھا جہاں فرش میں ا
اونچی نشست والی کرسی نصب تھی۔ یہ کرسی ڈائس کے اندر چاروں

طرف گھوم سکتی تھی۔ کرسی اس وقت خالی تھی اور ڈائس پر لگے ہوئے
تمام کنٹرولنگ سسٹم آن تھے۔

اچانک شیشے کے کیبن میں چھت سے نکلتی ہوئی نیلی روشنی کا
رنگ تیز ہوا اور پھر چھت سے تیز نیلی روشنی کی پھوار سی نکل کر کیبن
میں موجود سرخ دائرے میں گرنے لگی۔ نیلی روشنی میں سفید رنگ
کے ذرات بھی چمک رہے تھے۔ اچانک اس نیلی روشنی میں ایک
انسانی ہیولا سا نمودار ہوا۔ اس ہیولے میں بجلیاں سی چمکیں اور پھر
اچانک وہ ہیولا واضح ہو کر ایک انسان کی شکل اختیار کر گیا۔

جیسے ہی نیلی روشنی میں وہ انسان واضح ہوا چھت سے نکلنے
والی نیلی روشنی معدوم ہوتی چلی گئی اور پھر روشنی پہلے جیسی انتہائی
ہلکی ہو گئی۔ اب شیشے کے کیبن میں ڈاکٹر ایکس کھڑا دکھائی دے رہا
تھا۔ یہ وہی ڈاکٹر ایکس تھا جو ونڈر لینڈ کا موجد تھا۔ عمران اور اس
کے ساتھیوں نے اس کے ناقابلِ تسخیر ونڈر لینڈ میں داخل ہو کر نہ
صرف اسے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا بلکہ ان سب نے
اس کے بنائے ہوئے ونڈر لینڈ کو بھی تباہ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر ایکس
نے روبوٹس جیسا کسی چمکدار دھات کا بنا ہوا لباس پہن رکھا تھا جو
بے حد چست تھا اور اس کے چہرے پر بھی ایک خول موجود تھا
جس میں اس کا چہرہ مکمل طور پر چھپ گیا تھا۔ اس خول میں آنکھوں
کی جگہ شیشے کی ایک سیاہ پٹی سی لگی ہوئی تھی جس سے وہ آسانی
سے دیکھ سکتا تھا۔ اس کے بازوؤں پر بے شمار بٹن لگے ہوئے

تھے اور اس کے لباس کے مختلف حصوں پر رنگ برنگے بلب سپا
کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ ڈاکٹر ایکس کا اسپیس ورل
مخصوص لباس تھا۔ اس لباس میں موجود سسٹم کے ذریعے بھی
اسپیس ورلڈ کے ہر حصے پر نہ صرف نظر رکھ سکتا تھا بلکہ ایم ون
ایم ٹو پاور اسٹیشنز کے ہر سیکشن کو اس لباس کے سسٹم سے کنٹر
بھی کر سکتا تھا۔

یہ تو ڈاکٹر ایکس کی قسمت اچھی تھی کہ اس نے زمین پر و
لینڈ بنانے کے ساتھ ساتھ خلاء میں دو مصنوعی سیارے چھوڑ د
تھے جہاں اس کے پاس ونڈر لینڈ سے بھی زیادہ پاور تھی اور ا
اس نے اسپیس میں اسپیس ورلڈ قائم کر لیا تھا جہاں اب اسی
اجارہ داری تھی۔

ڈاکٹر ایکس کے روبوٹس خلاؤں میں بے شمار اسپیس شپس
گھومتے رہتے تھے جو زیرو لینڈ اور اس کے عارضی ہیڈ کوارٹروں
تلاش کرتے رہتے تھے اور ان میں سے بے شمار روبوٹس کو اس سلسلے
میں کامیابیاں بھی ملی تھیں اور انہوں نے زیرو لینڈ کے کئی عارض
اسپیس اسٹیشن تباہ کر دیئے تھے اور زیرو لینڈ کو ناقابلِ تلافی نقصا
پہنچایا تھا جس کی وجہ سے زیرو لینڈ کا مین ہیڈ کوارٹر جو ظاہر ہے کس
مصنوعی سیارے میں ہی تھا خلاء میں روپوش ہو گیا تھا اور ڈاک
ایکس کے روبوٹس لاکھ کوششوں کے باوجود اسے تلاش نہیں کر سک
تھے۔ زیرو لینڈ نے فراسکو ہیڈ کوارٹر جیسے بے شمار ہیڈ کوارٹر بھی یا

لاج کر دیئے تھے یا پھر انہیں خلاؤں میں ہی کہیں گم کر دیا تھا
ونڈر لینڈ کے جاسوس روبوٹس ان ہیڈ کوارٹرز کو ٹریس کر کے تباہ
لیں۔

زیرو لینڈ کے بھی جاسوس روبوٹس خلاؤں میں ڈاکٹر ایکس اور
ے مین ہیڈ کوارٹر کی تلاش میں لگے ہوئے تھے۔ ان کے بے
خلائی روبوٹس کا کئی بار ڈاکٹر ایکس کے خلائی روبوٹس سے ٹکراؤ
تھا جس میں زیرو لینڈ کو بھی نقصان اٹھانا پڑا تھا اور ڈاکٹر ایکس
بھی۔ اس کے باوجود دونوں اسی تگ و دو میں تھے کہ خلاؤں میں
ایک ہی پاور کی حکمرانی ہو۔ ڈاکٹر ایکس خلاء سے زیرو لینڈ کو
کر کے وہاں صرف اپنی ہی دنیا بسائے رکھنا چاہتا تھا اور زیرو
سپریم کمانڈر بھی اپنے ہر ممکن اقدام سے ڈاکٹر ایکس اور اس
اسپیس ورلڈ کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔

کٹر ایکس نے ونڈر لینڈ کی طرح اسپیس ورلڈ میں بھی صرف
روبوٹس کو ہی اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اس کے تمام ہیڈ کوارٹرز میں
بوٹس ہی کام کرتے تھے۔ ان میں سے کسی بھی ہیڈ کوارٹر یا
سپیس شپ اسٹیشنز پر کوئی زندہ انسان کام نہیں کرتا تھا۔

کٹر ایکس چونکہ خلائی سائنس دان تھا اور وہ روبوٹس ایکسپرٹس
اس لئے اس نے اپنے اسپیس ورلڈ کو قائم کرنے اور اس کی
حفاظت کے لئے انتھک محنت کی تھی اور اس قدر فول پروف
انتظامات کئے تھے کہ وہ اب خلاء کی وسعتوں کا بھی آسانی سے سفر

کر سکتا تھا اور دنیا کے کسی بھی حصے پر آسانی سے نظر رکھ سکتا تھا
ڈاکٹر ایکس نے خلاء میں دو پاور اسٹیشن بنا رکھے تھے جن
سے ایک ایم ون تھا اور دوسرا ایم ٹو۔ ان دونوں پاور اسٹیشنز
الگ الگ ماسٹر کمپیوٹر تھے جو ڈاکٹر ایکس کی آواز کے تابع تھے
ڈاکٹر ایکس کا ہر حکم مانتے تھے۔ ڈاکٹر ایکس نے چونکہ ہر ط
خلاؤں میں نظر رکھنی ہوتی تھی اس لئے وہ دونوں پاور اسٹیشنز
آتا جاتا رہتا تھا اور وہاں کے ماسٹرز کمپیوٹرز سے معلومات ح
کرتا تھا اور حالات کے مطابق ان میں نئی ہدایات فیڈ کرتا تھا
پر ماسٹر کمپیوٹر من وعن عمل کرتے تھے۔ دونوں پاور اسٹیشنز
آنے جانے کے لئے ڈاکٹر ایکس ٹرانسمٹ سسٹم کا ہی استعمال
تھا اور چند ہی لمحوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا تھا۔

اب جس پاور اسٹیشن میں ڈاکٹر ایکس ٹرانسمٹ ہو کر آیا
ایم ون پاور اسٹیشن تھا۔ کیبن میں نمودار ہوتے ہی ڈاکٹر ایکس
دائیں ہاتھ پر لگا ہوا ایک بٹن پریس کیا تو اچانک سرر کی آو
ساتھ شیشے کے کیبن کا ایک حصہ کسی دروازے کی طرح کھ
گیا۔ دروازہ کھلتے ہی ڈاکٹر ایکس کیبن سے نکل کر باہر آ
چاروں طرف دیکھتا ہوا اس گول ڈائس کی جانب بڑھتا چلا گ
کے درمیان میں اونچی نشست والی کرسی موجود تھی۔ ڈاکٹر ایک
کیبن میں ٹرانسمٹ ہونے اور کیبن سے نکل کر باہر آنے
کنٹرول روم میں موجود کسی روبوٹ نے اس کی طرف آنکھ

بھی نہیں دیکھا تھا وہ سب اپنے اپنے کاموں میں یوں مصروف تھے
جیسے انہیں اس بات سے کوئی مطلب ہی نہ ہو کہ کنٹرول روم میں
کون آتا ہے اور کون یہاں سے جاتا ہے۔

ڈاکٹر ایکس ڈائس کے قریب آیا تو ڈائس کا ایک حصہ اوپر کی
طرف اٹھ گیا اور وہاں اتنا راستہ بن گیا کہ ڈاکٹر ایکس اس سے
گزر کر کرسی تک جا سکے۔ پھر ڈاکٹر ایکس جیسے ہی سرکل میں جا کر
اپنی نشست والی کرسی پر بیٹھا اسی وقت ڈائس کا اٹھا ہوا حصہ نیچے
آ گیا۔

ڈاکٹر ایکس نے کرسی پر بیٹھ کر ڈائس پر لگے مختلف بٹن پریس
کرنے شروع کر دیئے جس سے ڈائس پر لگے مزید بلب سپارک
کرنے شروع ہو گئے اور کئی ڈائل تھرکنے لگے۔ ڈاکٹر ایکس نے
اب اپنے مطلوبہ بٹن پریس کر دیئے تو وہ سر اٹھا کر سامنے موجود
اسکرین کی جانب دیکھنے لگا جہاں وسیع و عریض خلاء دکھائی دے
رہا تھا اور ایم ون پاور اسٹیشن کے اردگرد سے بے شمار شہاب ثاقب
اور مصنوعی سیارے گزر رہے تھے۔ ڈاکٹر ایکس چند لمحے دور نظر
آنے والے روشن ستاروں اور چمکدار سیاروں کو دیکھتا رہا پھر اس
نے ڈائس پر لگا ہوا ایک بٹن پریس کیا تو اچانک کنٹرول روم میں
ایک مشینی آواز سنائی دی۔

"یس ڈاکٹر ایکس۔ ایم ون سپیکنگ"...... یہ آواز ایم ون ماسٹر
کمپیوٹر کی تھی۔ جسے ڈاکٹر ایکس ایم ون کہتا تھا۔

"ایم ون۔ ایم ٹو سے فرار ہونے والے سائنس دانوں کے بارے میں کچھ پتہ چلا"...... ڈاکٹر ایکس نے پوچھا۔

"نو۔ ڈاکٹر ایکس۔ میں ابھی تک ان لوگوں کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں کر سکا ہوں۔ انہوں نے دونوں اسپیس شپس کے راڈارز سسٹم ڈیمیج کر دیئے تھے جس کی وجہ سے نہ تو مجھے ان کی لوکیشن کا پتہ چل رہا ہے اور نہ ہی اس وے کے بارے میں کچھ پتہ چل رہا ہے جس سے وہ یہاں سے نکل کر گئے تھے۔ انہوں نے جاتے ہوئے ایم ٹو کے تمام سسٹمز فریز کر دیئے تھے۔ اگر ایم ٹو کا ایک بھی سسٹم آن ہوتا تو مجھے ان کے بارے میں پتہ چل جاتا اور میں انہیں ایم ٹو سے کسی بھی صورت میں نہ نکلنے دیتا"...... ایم ون کی آواز سنائی دی۔

"ہونہہ۔ کیا ابھی تک تم یہ بھی معلوم نہیں کر پائے ہو کہ آخر وہ یہاں سے نکلے کس طرح سے تھے اور انہوں نے ایسی کون سی ڈیوائس استعمال کی ہے جس کی مدد سے انہوں نے ایم ٹو کے پورے سسٹم کو ہی فریز کر کے رکھ دیا تھا"...... ڈاکٹر ایکس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نو ڈاکٹر ایکس۔ میں اپنی تمام میموری چیک کر رہا ہوں۔ میں نے ان تمام کیمروں اور وائس سسٹم کو بھی لنک کر لیا ہے جو سسٹم سے منسلک تھے۔ میں ان کے بارے میں ایک ایک چیک کر رہا ہوں۔ جلد ہی مجھے ان کے بارے میں ساری حقیقت

پتہ چل جائے گا کہ وہ ایم ٹو میں خفیہ طور پر کیا کرتے رہے تھے اور انہوں نے ایسی کون سی ڈیوائس ایجاد کر لی تھی جس کی مدد سے وہ ایم ٹو پاور اسٹیشن کے ہر سسٹم کو جام کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور یہاں سے نکل بھی گئے تھے اور انہوں نے ان اسپیس شپس میں ایسی کون سی تبدیلیاں کر لیں تھیں کہ انتہائی کوششوں کے باوجود بھی ایم ون اور ایم ٹو کے ماسٹر کمپیوٹرز ان اسپیس شپس کو اب تک ٹریس نہیں کر سکے ہیں"...... ایم ون نے کہا۔

"ان تمام معلومات کو اکٹھا کرنے میں تمہیں کتنا وقت لگے گا"...... ڈاکٹر ایکس نے پوچھا۔

"ابھی مجھے میموری سے مکمل معلومات سارٹ آؤٹ کرنے میں دس گھنٹے لگ سکتے ہیں"...... ایم ون نے کہا۔

"ہونہہ۔ اتنا وقت۔ بہرحال جو بھی ہے۔ مجھے ان سائنس دانوں کو ہر حال میں یہاں واپس لانا ہے۔ ان سائنس دانوں کے پاس ایم ٹو کے بارے میں بہت سی اہم معلومات ہیں۔ اگر وہ زمین پر چلے گئے تو وہ پوری دنیا کو میرے اسپیس ورلڈ سے آگاہ کر دیں گے اور پھر میرا سیکرٹ اسپیس ورلڈ پوری دنیا کے سامنے عیاں ہو جائے گا جو میں کسی بھی صورت میں نہیں چاہتا۔ وہ سائنس دان اگر یہاں واپس آ سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں اسپیس میں ہی ختم کر دو"...... ڈاکٹر ایکس نے غرا کر کہا۔

"یس ڈاکٹر ایکس۔ ایسا ہی ہو گا۔ میں انہیں واپس لانے کی ہر

ممکن کوشش کروں گا لیکن اگر ان کے واپس آنے میں کوئی رکا
ہوئی یا ان کے ایم ٹو میں آنے سے کوئی خطرہ ہوا تو میں انہیں
میں ہی ختم کر دوں گا"...... ایم ون نے جواب دیا۔
"ریڈ ٹارچ کا کام کہاں تک پہنچا ہے"...... ڈاکٹر ایکس
چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ایم ون سے دوبارہ مخاطب
پوچھا۔
"ریڈ ٹارچ کی تیاری آخری مراحل میں ہے۔ ایکسپرٹس
اور روبوٹس اس پر کام کر رہے ہیں۔ اگلے چند روز میں ریڈ
ریڈی ہو جائے گی اور اس ٹارچ کی طاقتور ہاٹ ریڈ لائٹ د
کسی بھی خطے کو جلا کر راکھ کرنے کے لئے ایکٹیو ہو جائے گی"
ون نے جواب دیا۔
"ہونہہ۔ میں ریڈ ٹارچ تیار ہونے کا بے صبری سے انتظ
ہوں۔ ریڈ ٹارچ کی ہاٹ ریڈ لائٹ کا پہلا تجربہ میں پاکیشیا
گا اور ایک لمحے میں پاکیشیا کو مکمل طور پر جلا کر راکھ بنا
عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس پاکیشیا سے ہی تعلق رکھ
انہوں نے جس طرح میرے ونڈر لینڈ کو تباہ کیا تھا۔ میں
کی تباہی کا بدلہ ان کے پورے پاکیشیا سے لوں گا۔ ونڈر لی
میرے مشینی روبوٹس تباہ ہوئے تھے لیکن اب میں ریڈ ٹا
ہاٹ ریڈ لائٹ پاکیشیا پر فائر کروں گا تو اس سے نہ صرف
کروڑ جیتے جاگتے انسان ایک لمحے میں جل کر بھسم ہو جا

بلکہ پاکیشیا کے تمام اسٹرکچرز، عمارتیں، جنگل اور پہاڑ تک راکھ بن
جائیں گے اور پاکیشیا کے تمام دریاؤں کا پانی ایک لمحے میں بھاپ
بن کر اڑ جائے گا۔ ہاٹ ریڈ لائٹ سے میں پاکیشیا پر ایسی خوفناک
تباہی لاؤں گا کہ پاکیشیا کی زمین کے کسی حصے پر سینکڑوں سالوں
تک گھاس کا ایک تنکا تک پیدا نہ ہو سکے گا۔ ریڈ ٹارچ کی ہاٹ
ریڈ لائٹ کی تباہی ایٹم اور ہائیڈروجن بموں سے بھی زیادہ خوفناک
اور بھیانک ہو گی۔ پاکیشیا جب ہاٹ ریڈ لائٹ کی وجہ سے صفحہ ہستی
سے مٹ جائے گا تو پوری دنیا پر میری طاقت کا رعب بیٹھ جائے گا
اور پھر میں پوری دنیا میں اپنے تسلط کا اعلان کر دوں گا۔ جو ملک
میرے سامنے سر جھکا دے گا میں اسے ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنا
لوں گا اور جس ملک نے میرا حکم ماننے اور میرے سامنے سر
جھکانے سے انکار کر دیا تو پھر اس کا انجام بھی پاکیشیا جیسا ہو گا۔
میں اس ملک کو ریڈ ٹارچ کی ہاٹ ریڈ لائٹ سے ہمیشہ کے لئے
صفحہ ہستی سے ختم کر دوں گا"...... ڈاکٹر ایکس نے کہا۔
"یس ڈاکٹر ایکس۔ بس چند دن کی بات ہے۔ ریڈ ٹارچ تیار
ہوتے ہی میں اسے پاکیشیا پر ٹارگٹ کر دوں گا پھر آپ جب
چاہیں ایک بٹن پریس کر کے پاکیشیا کو ایک لمحے میں جلا کر صفحہ ہستی
سے مٹا سکتے ہیں"...... ایم ون نے بغیر کسی تاثر کے جواب دیا۔
"ریڈ ٹارچ نہ صرف دنیا کی تباہی کے لئے میرا خوفناک ہتھیار
ہو گا بلکہ اس ہتھیار سے میں زیرو لینڈ کو بھی اپنے سامنے

گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں گا۔ ریڈ ہاٹ لائٹ کے سامنے ز
کی کوئی اسپیس شپ، کوئی مصنوعی سیارہ اور کوئی اسپیس اسٹیش
ٹھہر سکے گا اور میرے ایک بٹن پریس کرتے ہی اسپیس
اسپیس شپ اور مصنوعی سیارے خلاء میں ہی جل کر راکھ بن
گئے"...... ڈاکٹر ایکس نے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

"یس ڈاکٹر ایکس"...... ایم ون نے رٹے رٹائے طو
طرح جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب تم اپنا کام کرو۔ میں تمہاری میموری م
ضروری معلومات فیڈ کر رہا ہوں۔ ان معلومات کے تحت تم او
فعال اور پاورفل ہو جاؤ گے اور ضرورت کے تحت خود کار
سے اپنے فیصلے بھی خود کر سکو گے جس سے تمہاری کارکرد
اضافہ بھی ہو گا اور تم ایم ون اور ایم ٹو کی اور زیادہ بہتر طر
دیکھ بھال اور حفاظت کر سکو گے"...... ڈاکٹر ایکس نے کہا۔

"یس ڈاکٹر ایکس"...... ایم ون نے اسی انداز میں کہا او
ایکس سائنسی کوڈز میں ایم ون کی میموری میں ہدایات ف
شروع ہو گیا۔

عمران جو اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا فوراً آگے بڑھا اور اماں بی کے
قریب آ گیا۔

"السلام وعلیکم اماں بی۔ کیسی ہیں آپ"...... عمران نے اماں بی
کو سلام کرتے ہوئے انہیں دونوں ہاتھوں سے سنبھالتے ہوئے کہا۔
اماں بی نے اس کی طرف چندھیائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا پھر ان
کے ہونٹوں پر مامتا بھری مشفقانہ مسکراہٹ آ گئی۔

"وعلیکم والسلام۔ جیتے رہو"...... اماں بی نے کہا۔

"کیا بات ہے اماں بی۔ آج آپ کو سہارا لینے کی ضرورت
کیوں پڑ گئی ہے۔ آپ اچھی بھلی اپنے قدموں پر چلتی تھیں"۔
عمران نے اماں بی کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا وہ واقعی
پہلے سے کہیں زیادہ کمزور اور لاغری دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کا
چہرہ بھی اترا ہوا تھا اور آنکھوں کی روشنی بھی قدرے معدوم دکھائی

دے رہی تھی۔

"بوڑھی جو ہو گئی ہوں۔ بڑھاپے میں یہ سب نہیں ہو گا تو ک
ہو گا"...... اماں بی نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ عمران
سلیمان انہیں لے کر صوفوں کے پاس آئے اور پھر انہوں نے ا
بی کو ایک صوفے پر بٹھا دیا۔

"السلام وعلیکم اماں بی"...... جولیا نے اماں بی کو سلام کر
ہوئے کہا تو اماں بی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ ان
آنکھوں پر چونکہ چشمہ نہیں تھا اس لئے جولیا انہیں دھندلی دھن
سی دکھائی دے رہی تھی۔

"وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ۔ جیتی رہو"...... اماں بی نے ک
عمران اماں بی کو صوفے پر بٹھا کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا
اور اس نے انتہائی سعادتمندی سے اماں بی کے پیر دبانے شروع
دیئے۔

"میرے لئے کیا حکم ہے اماں بی"...... سلیمان نے پوچھا۔

"تم جاؤ۔ ضرورت ہو گی تو میں تمہیں بلا لوں گی"...... اماں
نے سلیمان سے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر
عمران اور جولیا کی طرف مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہوا واپ
مڑا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"تمہارا نام کیا ہے لڑکی"...... اماں بی نے چند لمحے خامو
رہنے کے بعد دھندلی آنکھوں سے جولیا کی جانب دیکھتے ہو۔

بڑے سنجیدہ انداز میں پوچھا۔

"جج۔ جج۔ جی۔ جولیا۔ میرا نام جولیا ہے"...... جولیا نے
ہکلاتے ہوئے کہا۔

"جو۔ لیا۔ کیا مطلب۔ اگر تم نے کسی سے کچھ لیا ہے تو اسے
واپس کیوں نہیں کرتی اور میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا ہے یہ نہیں
پوچھا کہ تم نے کسی سے کیا لیا ہے"...... اماں بی نے منہ بناتے
ہوئے کہا۔

"جی میرا نام جولیا ہے"...... جولیا نے کہا۔

"ہونہہ۔ سلیمان تو کہہ رہا تھا کہ تم مسلمان ہو چکی ہو۔ اگر تم
مسلمان ہو چکی ہو تو پھر تم نے ابھی تک اپنا فرنگیوں والا نام کیوں
رکھا ہوا ہے"...... اماں بی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ان کی بات
سن کر جولیا کے ساتھ عمران بھی چونک پڑا۔

"سلیمان۔ آپ کو سلیمان نے بتایا تھا کہ جولیا مسلمان ہو چکی
ہے"......عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ کیوں۔ نہیں ہوئی ہے ابھی یہ مسلمان"...... اماں بی نے
پوچھا۔

"نہیں اماں بی۔ الحمدللہ میں مسلمان ہونے کے شرف سے
مستفید ہو چکی ہوں"...... جولیا نے فوراً کہا۔

"تو پھر تمہارا مسلمانوں والا نام کیوں نہیں ہے"...... اماں بی
نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”وہ ابھی میں نے سوچا نہیں ہے“...... جولیا نے دھیمی آ
میں کہا۔

”لو۔ بھلا اس میں سوچنے والی کون سی بات ہے۔ تم اپنے
سے اپنی مرضی سے مسلمان ہو چکی ہو۔ اس کے لئے تم نے
کسی مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی ہو گی۔ جس مولانا کے سامنے
نے اسلام قبول کیا تھا اسی سے کہہ دیتی کہ وہ تمہارا مسلمانوں
کوئی نام تجویز کر دیتا“...... اماں بی نے کہا۔

”مولانا نے اس کا نام تجویز کیا تھا لیکن اسے وہ نام پسند نہیں
آیا تھا“...... عمران نے جولیا کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے
اور جولیا اسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔

”لو بھلا یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ نام تو نام ہوتا ہے
میں پسند کیا اور ناپسند کیا۔ کیا رکھا تھا اس مولانا نے تمہارا نام“
اماں بی نے پوچھا۔

”شیریفاں بی بی“...... عمران نے کہا اور جولیا اسے کھا جا
والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

”شیریفاں بی بی۔ نام تو اچھا ہے لیکن یہ اس زمانے
مناسبت سے کافی پرانا نام ہے اور ایسے نام شہروں میں اچھے نہیں
لگتے۔ یہ نام دیہاتوں میں ہی اچھے لگتے ہیں“...... اماں بی
سوچتے ہوئے کہا۔

”میں نے تو اسے کہا تھا کہ اسے اگر یہ نام پسند نہیں ہے تو

اپنا نام حاجراں بی بی رکھ لے مگر یہ مانی ہی نہیں تھی“...... عمران نے
اس انداز میں کہا۔

”یہ بھی دیہاتیوں والا نام ہے۔ اس کا نام شہری حساب سے
ہونا چاہئے“...... اماں بی نے کہا۔

”تو آپ ہی بتا دیں اماں بی۔ شہری حساب سے مجھے کیا نام
رکھنا چاہئے“...... اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا جولیا نے اماں بی
سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں تو کہتا ہوں کہ تم اپنا نام سلطانہ بیگم رکھ لو۔ بڑا بھاری اور
دشنناک نام ہے۔ اس نام کی ایک ڈاکو بھی ہوا کرتی تھی۔ سلطانہ
ڈاکو۔ جس سے سارا شہر کانپتا تھا“...... عمران نے کہا۔

”تم چپ کرو۔ یہ ڈاکو نہیں ہے۔ مجھے سوچنے دو اس کا
نام“...... اماں بی نے عمران کو ڈپٹتے ہوئے کہا۔

”جی اماں بی“...... عمران نے سعادتمندی سے کہا اور اسے اماں
بی کے سامنے اس قدر سعادت مند ہوتے دیکھ کر جولیا کے ہونٹوں
پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

”چلو۔ میں سوچتی ہوں تمہارا نام۔ تم بتاؤ آج کل کیا کرتی
ہو“...... اماں بی نے چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد جولیا سے
مخاطب ہو کر پوچھا۔

”کچھ نہیں اماں بی۔ جہاں عمران صاحب کام کرتے ہیں میں
بھی انہیں کے ساتھ [illegible]“...... جولیا نے عمران کو عمران

صاحب بناتے ہوئے کہا اور جولیا کے منہ سے صاحب کا سن
عمران نے بے اختیار گردن اکڑا لی جیسے جولیا نے اسے عزت بخش
کر اسے واقعی آسمان پر چڑھا دیا ہو۔
''حجاب کر کے جاتی ہو وہاں یا اب بھی پہلے کی طرح ننگے سر
چلی جاتی ہو''...... اماں بی نے پوچھا۔
''جی میں اسکارف لگاتی ہوں''...... جولیا نے عمران کی جانب
ترحم بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا جیسے وہ عمران سے پوچھنے
کوشش کر رہی ہو کہ اماں بی اس سے یہ سب کیوں پوچھ رہی ہیں
عمران نے جواب میں کاندھے اچکا دیئے جیسے وہ خود بھی کچھ نہ جانتا
ہو۔
''اچھا یہ بتاؤ۔ نماز پڑھتی ہو''...... اماں بی نے پوچھا۔
''جی ہاں۔ کام کی مصروفیت کی وجہ سے پانچوں نمازیں تو نہیں
پڑھ سکتی لیکن جب بھی موقع ملتا ہے میں نماز بھی پڑھتی ہوں اور
قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتی ہوں۔ میں نے قرآن پاک بھی
پڑھنا سیکھ لیا ہے''...... جولیا نے جواب دیا۔
''ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ کوشش کیا کرو کہ پانچوں وقت کی نماز
پڑھا کرو۔ نماز راہ نجات ہے۔ اس کے لئے وقت نکالنا ہم سب پر
فرض ہے''...... اماں بی نے کہا۔
''جی اماں بی میں کوشش کروں گی''...... جولیا نے کہا۔
''کوشش نہیں۔ نیکی کے کاموں میں کوشش نہیں کی جاتی جو فرض

ہے اسے ہر حال میں پورا کیا جاتا ہے''...... اماں بی نے سخت لہجے
میں کہا۔
''ج۔ ج۔ جی بہتر میں کل سے پانچ وقت کی نمازیں پڑھوں
گی''...... جولیا نے کہا۔
''کل سے کیوں۔ آج سے کیوں نہیں۔ فجر کی نماز پڑھی تھی تم
نے''...... اماں بی نے پوچھا۔
''جی اماں بی''...... جولیا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔
''تو ٹھیک ہے۔ آج تم یہاں رہو۔ ہم دونوں ظہر کی نماز ایک
ساتھ پڑھیں گی''...... اماں بی نے کہا۔
''ٹھیک ہے اماں بی''...... جولیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔
''مجھے بتاؤ۔ نماز میں کیا کیا پڑھتی ہو''...... اماں بی نے کہا تو
جولیا نے انہیں نماز سنانی شروع کر دی۔
''ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ تو سلیمان نے غلط نہیں کہا تھا کہ تم
اچھی مسلمان ہو چکی ہو۔ کوئی قرآنی سورتیں بھی یاد کی ہیں تم نے''۔
اماں بی نے پوچھا۔
''جی اماں بی۔ میں نے کئی سورتیں زبانی بھی یاد کر لی ہیں''۔
جولیا نے کہا۔
''کون کون سی سورتیں یاد ہیں تمہیں''...... اماں بی نے پوچھا وہ
شاید آج جولیا سے نماز اور اسلام کے بارے میں پورا انٹرویو لینے
تل گئی تھیں۔ جولیا انہیں سورتوں کے نام بتانے لگی۔

"کیا والعصر کی سورۃ سنا سکتی ہو"...... عمران نے کہا اور ایک بار پھر اسے گھور کر رہ گئی۔

"کیوں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ اسے سورۃ والعصر یاد نہیں گی"...... اماں بی نے چونک کر کہا۔

"نہیں اماں بی۔ میں آپ سے جھوٹ نہیں بول رہی۔ مجھے جو سورتیں یاد ہیں۔ میں نے آپ کو وہی نام بتائے ہیں"...... نے کہا۔

"اگر باوضو ہو تو سناؤ سورۃ والعصر"...... اماں بی نے کہا تو نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے اپنے سر پر دوپٹہ درست کیا دونوں ہاتھ باندھ لئے اور پھر اس نے بسم اللہ پڑھ کر سورۃ وا پڑھنی شروع کر دی۔ وہ نہایت میٹھی آواز میں سورۃ والعصر پڑھ تھی۔ جولیا کو سورۃ پڑھتے دیکھ کر عمران بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ تمہاری آواز میں بے حد مٹھاس بیٹی۔ تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ کیوں عمران بیٹا"...... اما نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی اماں بی۔ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں"...... عمران نے سنج سے جواب دیا۔

"تو کیا کہتے ہو۔ بلاؤں اس کے بھائیوں کو"...... اماں بی نے کہا اور اماں بی کی بات سن کر نہ صرف عمران بلکہ جولیا بھی چو پڑی۔

"بھائیوں کو۔ کون سے بھائی"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"ارے وہی۔ ایک کا نام صفدر ہے شاید، ایک کا کیپٹن شکیل، ایک صدیقی ہے اور ایک غالباً نعمانی ہے۔ پچھلی بار جب یہ ملی تھی تو اس نے اپنے بھائیوں کے نام بتائے تھے اور کیا کہا تھا۔ ہاں یاد آیا ایک کا نام تنویر بھی ہے اور اس کے کل سات بھائی ہیں"...... اماں بی نے نام یاد کرتے ہوئے کہا اور عمران چونک کر جولیا کی جانب دیکھنے لگا۔ جولیا نے ایک بار ملاقات میں واقعی اماں بی کو صفدر اور ان سب کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ سب اس کے بھائی ہیں۔

"لیکن اماں بی۔ آپ انہیں کیوں بلانا چاہتی ہیں۔ کیا جولیا کی طرح آپ اس کے بھائیوں سے بھی نمازیں اور آیات سننا چاہتی ہیں"...... عمران نے دھڑکتے دل سے اماں بی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں پاگل۔ میں پہلے اس لڑکی کو فرنگی سمجھتی تھی اور مجھے تم پر بھی غصہ آتا تھا کہ تم ایک فرنگی لڑکی کے ساتھ کام کرتے ہو۔ اس سلسلے میں جب میں نے سلیمان سے بات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ لڑکی اب فرنگی نہیں ہے اور اس نے تمہاری موجودگی میں ایک مولانا سے اسلام قبول کر کے کلمہ حق پڑھ لیا ہے۔ اسی لئے میں نے اسے یہاں بلوایا تھا۔ یہ لڑکی چونکہ اب مسلمان ہو چکی ہے اس لئے مجھے اب اس لڑکی میں کوئی عیب نظر نہیں آ رہا ہے اس [illegible] تمہاری اس سے شادی کرا

دوں''...... اماں بی نے کہا اور ان کی بات سن کر عمران ایک
سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا جبکہ اماں بی کی بات سن کر جولیا کا
یکلخت ٹماٹر کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔

''شش۔شش۔ شادی''...... عمران نے ہکلا کر کہا۔

''ہاں۔ میں جب بھی تم سے شادی کرنے کا کہتی تھی تو تم
ہر بار ٹال دیتے تھے اور مجھے یاد ہے ایک بار تم نے کہا تھا
اس لڑکی کو پسند کرتے ہو اور تم اس انتظار میں ہو کہ یہ لڑکی ا
قبول کر لے تو تم اسی سے شادی کرو گے''...... اماں بی نے کہ
عمران بوکھلائی ہوئی نظروں سے جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ اما
کی بات سن کر جولیا کی آنکھوں کی چمک اور زیادہ بڑھ گئی ا
عمران کی جانب ایسی نظروں سے دیکھنے لگی جیسے وہ کہہ رہی :
ایسی بات تھی تو وہ اسے پہلے بتا دیتا اور وہ بہت پہلے اسلام قبو
لیتی۔

''وہ میں۔ وہ وہ''...... عمران نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اما
اور جولیا کے سامنے اب عمران کے منہ سے کوئی بات ہی نہیں
رہی تھی۔

''بس بس۔ اب میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔ اب میں
فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہاری شادی ہو گی تو اسی لڑکی سے ہو گی۔ سلی
یہیں ہے میں اس سے کہہ کر آج ہی اس کے بھائیوں کو ب
بلاتی ہوں اور ان سے آج ہی تمہارا رشتہ طے کر کے آج

ہی اس سے منگنی کرا دیتی ہوں۔ آج منگنی ہو گی اور اگلے ایک
ماہ میں تمہاری اس سے شادی کرا دوں گی۔ تمہارے ڈیڈی
سے میں نے پہلے ہی بات کر لی ہے انہوں نے مجھے تمہاری شادی
کے تمام اختیارات دے دیئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں لڑکی
پسند کر لوں اور انہیں آگاہ کر دوں تو وہ شادی کے تمام اخراجات
برداشت کر لیں گے''...... اماں بی نے کہا اور عمران کو اپنے کانوں سے
دھواں سا نکلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ جبکہ اماں بی کی باتیں سنتے
ہوئے جولیا کا دل مسرت سے بلیوں اچھلنا شروع ہو گیا تھا۔

''اماں بی۔ ابھی تو میں ایک چھوٹا سا بچہ ہوں۔ میرے تو دودھ
کے دانت بھی نہیں ٹوٹے ہیں۔ اتنی جلدی شادی''...... عمران نے
گھبرا کر کہا۔

''نہیں ٹوٹے تو میں تمہارے دودھ کے دانت اپنے ہاتھوں سے
توڑ دوں گی اور خبردار۔ اب اگر تم نے انکار کیا۔ میری صحت ان
دنوں بے حد خراب رہتی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میں تمہارے سر پر
سہرا سجائے بغیر ہی اس دنیا سے چلی جاؤں اس لئے میں نے فیصلہ
کیا ہے کہ اب تمہاری چٹ منگنی اور پٹ بیاہ کر دیا جائے اور
میں بھی سکون سے مر سکوں''...... اماں بی نے کہا۔

''اللہ نہ کرے۔ ایسی منحوس باتیں نہ کریں اماں بی۔ میری دعا
ہے کہ میری عمر بھی آپ کو لگ جائے''...... عمران نے فوراً کہا۔

''نہیں۔ مجھے تمہاری عمر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے

دنیا میں سب کچھ دیکھ لیا ہے اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ
دنیا میں وہ سب کچھ ملا ہے جس کی میں نے تمنا کی تھی۔ میں
ہوں اور اب میری آخری خوشی یہی ہے کہ تم میری بات
نہیں کرو گے اور جلد سے جلد اس لڑکی کو دلہن بنا کر اس
لے آؤ گے۔ میں اب بہت بوڑھی ہو گئی ہوں اب مجھے
دیکھ بھال کے لئے ایک بہو کی ضرورت ہے۔ جب بہو گھ
گی تو تمہیں بھی اس صابن دانی جیسا فلیٹ چھوڑ کر یہاں آ
گا اور جب میں تم دونوں کو خوش دیکھوں گی تو میری عمر خود
جائے گی''...... اماں بی نے کہا۔

''لیکن اماں بی۔ اسے تو سورۃ مریم اور سورۃ المائدہ بھی
ہے''...... عمران نے کراہ کر کہا۔

''نہیں اماں بی۔ مجھے سورۃ مریم اور سورۃ المائدہ یاد ہیں
کہیں تو میں آپ کو ابھی سنا سکتی ہوں''...... جولیا نے فوراً
اس بار عمران اس کی جانب کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے

''دیکھا۔ اسے سب یاد ہے۔ اگر نہیں یاد تو جب یہ میر
آئے گی تو میں اسے ساری آیات یاد کرا دوں گی۔ یہ بڑ
اور ذہین بچی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بہت جلد سب
جائے گی''...... اماں بی نے کہا۔

''لیکن اماں بی''...... عمران نے مرے مرے انداز
چاہا۔

وئی لیکن ویکن نہیں۔ سمجھے تم۔ میں تمہیں اپنی قسم دیتی ہوں۔
تم وہی کرو گے جو میں تم سے کہوں گی۔ اگر تم اپنی اماں بی کو
ان اور زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو تمہیں ہر حال میں اس لڑکی سے
ی کرنی پڑے گی۔ ورنہ تم میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے''...... اماں
نے کہا اور اماں بی کی یہ بات سن کر عمران ہکا بکا رہ گیا۔ اسے
ے روانہ ہوتے وقت کچھ کچھ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ اماں
نے اسے اور جولیا کو ایک ساتھ کوٹھی پر کیوں بلایا ہو گا لیکن اسے
بات کا قطعی اندازہ نہیں تھا کہ اماں بی اس کی شادی کے لئے
قدر سیریس ہو جائیں گی کہ وہ اسے اتنی بڑی قسم دے دیں
اب عمران کے چہرے پر حقیقتاً سنجیدگی ابھر آئی تھی۔ اماں بی
احد شخصیت تھیں جن کی عمران کوئی بات بھی نہیں ٹال سکتا تھا اور
انہوں اس سے اتنی بڑی بات کہہ دی تھی کہ عمران گنگ سا ہو
رہ گیا تھا۔

''بولو۔ کرو گے اس سے شادی یا میرا مرا ہوا منہ دیکھنا
''...... اماں بی نے کڑک کر پوچھا۔

''اللہ آپ پر رحم فرمائے اماں بی۔ آپ میری ماں ہیں۔ میں
ے لئے برا کیسے سوچ سکتا ہوں۔ آپ ہی کا تو مامتا بھرا
اور ہاتھ میرے سر پر رہتا ہے جس کی وجہ سے میں اس قدر
اور پرسکون زندگی گزار رہا ہوں۔ جن کے سروں سے ان کی
ے ہاتھ اٹھ جاتے ہیں۔ ان کی تو دعاؤں میں بھی وہ اثر

نہیں رہتا جو بارگاہ الٰہی میں اپنا مقام حاصل کر سکیں"......
نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو کیا تم میرے کہنے پر اس لڑکی سے شادی کرنے کے
تیار ہو"...... اماں بی نے پوچھا۔ جولیا بھی غور سے عمران کی
دیکھ رہی تھی جیسے وہ عمران کا جواب سننے کے لئے بے تاب ہ

"کیا یہ ضروری ہے کہ میں اسی سے شادی کروں"......
نے روہانسی آواز میں پوچھا اور جولیا غصے سے بل کھا کر رہ گئی

"ہاں۔ یہ ضروری ہے۔ بہت ضروری۔ بولو۔ ہاں کرتے
نہیں"...... اماں بی نے کہا تو جولیا کا چہرہ ایک بار پھر کھل ا
وہ عمران کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھنا شروع ہو گئی۔

"ٹھیک ہے اماں بی۔ جیسا آپ کا حکم"...... عمران نے
طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور عمران کا جواب سن کر جولیا
اس قدر سرخ ہو گیا جیسے خوشی کے مارے اس کے مساموں
سارا خون باہر پھوٹ پڑے گا۔

"شاباش۔ یہ ہوئی نا سعادتمندی۔ تو میں آج ہی اس لڑکی
بھائیوں کو بلاتی ہوں پھر میں اور تمہارے ڈیڈی اس کے بھ
سے بات کر کے آج ہی رشتہ طے کر لیں گے اور شام کو
تمہاری منگنی کر دیں گے۔ میں نے ثریا اور اس کے شوہر
یہاں بلا لیا ہے۔ وہ دونوں آ کر تمہاری منگنی کے تمام انتظاما
لیں گے"...... اماں بی نے کہا اور عمران ایک طویل سانس لے

گیا۔ گویا اماں بی نے اسے سولی پر چڑھانے کے لئے پوری تیاری
کر رکھی تھی۔

"ٹھیک ہے اماں بی۔ اب اسے جانے دیں۔ یہ جا کر خود ہی
اپنے بھائیوں کو یہاں بلا لائے گی"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ منگنی کی رسم پوری ہونے تک یہ اب یہیں رہے گی۔
سلیمان نے مجھے اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ یہ فلیٹ
میں اکیلی رہتی ہے اور اس کے جو بھائی ہیں وہ اس کے سگے بھائی
نہیں بلکہ منہ بولے بھائی ہیں۔ میں سلیمان کو کہہ کر ان سب کو
یہاں بلا لوں گی"...... اماں بی نے کہا اور عمران کا سر ڈھلک گیا۔

"ہونہہ۔ تو یہ سارا جال سلیمان کا پھیلایا ہوا ہے"...... عمران
نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اسے سلیمان پر واقعی بے حد غصہ آ رہا تھا
کہ اچانک نجانے کیا سوجھی تھی کہ اس نے جولیا کے بارے میں
اماں بی کو سب کچھ بتا دیا تھا۔

"سنو لڑکی۔ مجھے معلوم ہے کہ اس دنیا میں تمہارا آگے پیچھے کوئی
نہیں ہے۔ تم فلیٹ میں اکیلی رہتی ہو اور تم نے اپنے دفتر میں کام
کرنے والوں کو منہ بولے بھائی بنا رکھے ہیں۔ وہ منہ بولے ہوں
یا اصلی۔ بھائی بھائی ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے اصول کے تحت
تمہارے رشتے کی بات میں انہی سے کروں گی لیکن چونکہ یہ جدید
زمانہ ہے اور آج کل کے بچے اپنی پسند اور ناپسند کا خود سوچتے ہیں
اس لئے میں اس سے پہلے کہ تمہارے بھائیوں کو یہاں بلاؤں تم

بتاؤ کیا تم میرے بیٹے کو پسند کرتی ہو اور تمہیں اس سے ش
کرنے سے کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو
ابھی بتا دو۔ میں ہر کسی پر اپنا حکم تھوپنا پسند نہیں کرتی ہوں''۔
بی نے کہا۔

''اماں بی۔ اسے اعتراض ہو یا نہ ہو لیکن اس کا ایک منہ
بھائی ہے اسے میں پسند نہیں ہوں۔ وہ اس کا لاڈلا بھائی ہے
سب ہی اسے پسند کرتے ہیں اگر اس نے ایک بار نہ کر دی تو
لیں کہ اس کی نا کبھی ہاں میں نہیں بدلے گی۔ اس لئے میں تو
ہوں کہ ابھی اس معاملے کو یہیں رہنے دیں۔ جولیا خود ا
بھائیوں سے بات کرے گی اور انہیں منانے کی کوشش کرے گی
وہ مان گئے تو پھر آپ کو انہیں یہاں بلانے کی ضرورت نہیں ہ
گی بلکہ وہ خود اس کا رشتہ لے کر آپ کے پاس آ جا
گے''...... عمران نے آخری چارہ کار کے طور پر کہا۔

''میرے کسی بھائی کو میری پسند پر اعتراض نہیں ہے اماں
عمران جس بھائی کی بات کر رہا ہے اسے میں خود منا لوں گی۔
بات کہ مجھے یہ رشتہ پسند ہے یا نہیں تو اس کے لئے میں اتن
کہوں گی کہ مجھے آپ جیسی شفیق، صالح اور مہربان خاتون
قدموں میں جگہ مل جائے تو میرے لئے اس سے بڑی خوش قسم
بات کیا ہو سکتی ہے''...... جولیا نے جیسے موقع کا فائدہ اٹھ
ہوئے کہا اور عمران نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنا سر

لیا۔ اسے خود پر غصہ آ رہا تھا کہ اسے صورتحال کی سنگینی کا احساس ہو
رہا تھا تو اس نے جولیا کو یہاں آنے سے روکا کیوں نہیں تھا۔

''بس تو ٹھیک ہے۔ ویسے بھی وہ منہ بولا بھائی ہے۔ وہ مانے یا
نہ مانے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم نے ہاں کر دی ہے۔
میرے لئے یہی کافی ہے''...... اماں بی نے کہا اور عمران کے
ہاتھوں سے رہے سہے طوطے بھی اُڑ گئے۔

''یعنی قربانی کا بکرا کٹنے کا وقت آ گیا ہے''...... عمران نے
منہ بنا کر کہا۔ جولیا کے چہرے پر کئی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ عمران
اس سے جس قدر جان چھڑا کر بھاگنے کی کوشش کرتا تھا آج اماں
بی نے اسے خوب پکڑا تھا اب وہ واقعی ان سے جان چھڑا کر کہیں
نہیں بھاگ سکتا تھا۔ اماں بی کی باتیں اور عمران کی ہاں نے اس
کے دل میں ایک بار پھر کئی حسین خواب جگا دیئے تھے اور اس کی
آنکھوں میں شرم و حیاء کے تاثرات ابھر آئے تھے اور وہ عمران کی
جانب انتہائی میٹھی اور شرماہٹ بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''اور لڑکی۔ تم اپنا اچھا سا نام سوچ لو۔ مجھے ابھی تمہارا عمران
کے ڈیڈی سے بھی تعارف کرانا ہے۔ بغیر نام کی لڑکی کا میں ان
سے کیا تعارف کراؤں گی۔ میں تو کہتی ہوں کہ تم اپنا نام مہر النساء
رکھ لو۔ بڑا پیارا اور سلجھا ہوا نام ہے''...... اماں بی نے کہا۔

''مہر النساء نہیں۔ اس کا نام تو پاکیزہ خانم ہونا چاہئے جو موقع
محل دیکھ کر لیڈی گرگٹ کی طرح اپنا رنگ بدلتی ہے''...... عمران

نے جولیا کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے جلے کٹے لہجے میں کہا۔
''پاکیزہ خانم۔ ماشاء اللہ۔ واقعی یہ بڑا پیارا نام ہے۔ میں
کہتی ہوں کہ تم اپنا نام فوراً پاکیزہ خانم رکھ لو۔ تمہارے منہ بو
بھائیوں کی اجازت سے میں نکاح نامے میں بھی تمہارا یہی
لکھواؤں گی''...... اماں بی نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور عمران
دل چاہا کہ وہ اپنا سر پیٹ لے۔ اس نے طنزیہ انداز میں جولیا
نام لیا تھا اور وہی نام اماں بی نے پسند کر لیا تھا۔
''جی اماں بی۔ چونکہ یہ نام عمران صاحب کا پسندیدہ نام ہے
اس لئے مجھے بھی یہ نام بہت پسند آیا ہے۔ آج سے بلکہ ابھی سے
میرا نیا نام پاکیزہ خانم ہے۔ اب مجھے اسی نام سے لکھا اور پکا
جائے گا''...... جولیا نے کن اکھیوں سے عمران کی جانب شرارت
سے دیکھتے ہوئے کہا اور عمران کا دل چاہا کہ وہ جولیا کو صوفے
سمیت اٹھا کر باہر پھینک دے۔
''تو ٹھیک ہے۔ آج سے تم پاکیزہ خانم ہو۔ میں عمران کے
ڈیڈی سے ابھی جا کر بات کرتی ہوں۔ انہیں بھی یہ نام بے
پسند آئے گا۔ کیوں عمران بیٹا''...... اماں بی نے کہا۔
''جی اماں بی''...... عمران نے مرے مرے لہجے میں کہا اس
سے پہلے کہ وہ مزید بات کرتے اسی لمحے عمران کے سیل فون کی
گھنٹی بج اٹھی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔
''ہونہہ۔ یہ موئے فرنگیوں نے نجانے کیا کیا ایجاد کر دیا ہے۔

وقت گانے یا موسیقی کی دھنیں بجتی رہتی ہیں۔ اللہ غارت
ان فرنگیوں کو۔ مسلمانوں کے ہر کام میں انہیں کسی نہ کسی
خلل ڈالنے کی عادت سی پڑ گئی ہے''...... اماں بی نے فرنگیوں
کی طرح سے کوستے ہوئے کہا۔ عمران نے ایک طویل سانس
جیب سے سیل فون نکالا اور فون کا ڈسپلے دیکھنے لگا۔ ڈسپلے پر
زیرو کا مخصوص نمبر دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
''ایک ضروری کال ہے اماں بی۔ میں ابھی آیا''...... عمران نے
اس سے پہلے کہ اماں بی اس سے کچھ کہتی۔ عمران فوراً کمرے
تا چلا گیا۔ لان میں جا کر اس نے سیل فون کا رسیونگ بٹن
یا اور کان سے لگا لیا۔
''بے بس و لاچار، بندۂ بیکار، سدا کا خوار، شہیدِ دارفنا، رانا
خان پردیسی بول رہا ہوں''...... سیل فون کان سے لگاتے ہی
ان کی زبان چل پڑی۔
''طاہر بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی
کی سے بھرپور آواز سنائی دی۔
''بولو بھائی۔ تم بھی بولو۔ آج تو سب کے ہی بولنے کا دن
پہلے سلیمان بولتا تھا اور میں سنتا تھا۔ اب اماں بی بولی ہیں
بھی میں نے ہی سنا ہے اور آنے والے وقت میں پاکیزہ خانم
لے گی اور میں سر جھکا کر سنوں گا کیونکہ شوہر نامدار کی قسمت میں
سنتے رہنے کے اور ہوتا ہی کیا ہے''...... عمران نے ایک سرد

آہ بھر کر کہا۔
''کیوں کیا ہوا۔ آپ بے حد سنجیدہ دکھائی دے
ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔
''دکھائی دے رہے ہیں نہیں۔ کہو سنائی دے رہے ہیں
دکھائی دے رہے ہیں ایسے کہہ رہے ہو جیسے سیل فون میں آو
ساتھ تمہیں میری تصویر بھی دکھائی دے رہی ہو''...... عمران
بنا کر کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔
''نہیں تصویر تو دکھائی نہیں دے رہی لیکن آپ کا لہجہ
بجھا بجھا سا ہے جیسے خدانخواستہ کوئی سانحہ ہو گیا ہو''...... بلیک
نے کہا۔
''سانحہ ہوا تو نہیں ہے لیکن اب سمجھو بس ہونے ہی والا
آج اماں بی اور پاکیزہ خانم نے مجھے حقیقتاً اپنے جال میر
طرح سے پھنسا لیا کہ میں سوائے سرد آہیں بھرنے اور کفِ
ملنے کے کچھ بھی نہیں کر سکا ہوں''...... عمران نے اسی اندا
کہا۔
''پاکیزہ خانم۔ یہ پاکیزہ خانم کون ہے''...... بلیک زیر
حیران ہوتے ہوئے کہا۔
''میں اس تمیز دار خاتون کی بات کر رہا ہوں جسے تم نے ڈ
کر اس قدر ڈھیل دے رکھی ہے کہ اس نے اماں بی کے
آج میرا ناطقہ ہی بند کر دیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''آپ شاید جولیا کی بات کر رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے
ہوئے کہا۔
''شاید نہیں میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔ اماں بی نے اس کا
ام جولیا سے بدل کر پاکیزہ رکھ دیا ہے اور وہ بھی پاکیزہ خانم''۔
ان نے کہا اور پھر اس نے اماں بی اور جولیا کے ساتھ ہونے
الی تمام بات چیت سے بلیک زیرو کو آگاہ کرنا شروع کر دیا۔
''بہت خوب۔ تو آخر اماں بی نے آج آپ کو پھنسا ہی لیا
''...... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔
''اماں بی نے کم اور پاکیزہ بی بی نے آج مجھے زیادہ پھنسایا
۔ میری غلطی تھی۔ فون پر جب میری اس سے بات ہوئی تھی تو
اسے ڈرا دھمکا کر کوٹھی جانے سے روک دینا چاہئے تھا۔ وہ کوٹھی
آتی تو اماں بی آج مجھے آڑے ہاتھوں تو نہ لیتیں''...... عمران نے
وس بھرے لہجے میں کہا۔
''تب تو مجھے فوراً آپ کی شادی کی تیاری کرنی شروع کر دینی
ہے کیونکہ اماں بی نے آپ سے ایسی بات کہہ دی ہے کہ آپ
ابھی شادی کرنے سے انکار نہیں کر سکتے ہیں''...... بلیک زیرو
نے اسی طرح سے ہنستے ہوئے کہا۔
''ہاں ہاں۔ ضرور۔ میری شادی کے لئے پورا شہر سجاؤ۔ بینڈ
باجے بجانے والوں میں تم ہی سب سے آگے ہو گے اور تنویر وہ
ری شادی کی خوشی میں ایک دو گولیاں ہوا میں چلائے گا اور باقی

ساری گولیاں میرے سینے میں اتار دے گا''...... عمران نے ک

''اوہ۔ میں نے آپ کو تنویر کے بارے میں بتانے کے
فون کیا ہے''...... تنویر کا نام سن کر بلیک زیرو نے چونکتے
کہا۔

''کیوں کیا ہوا''...... بلیک زیرو کا سنجیدہ لہجہ سن کر عمرا
چونکتے ہوئے پوچھا۔

''ابھی کچھ دیر پہلے ڈاکٹر فاروقی نے مجھے فون کیا تھا انہو
بتایا ہے کہ تنویر کی جان تو بچ گئی ہے لیکن اس کے سر پر لگنے
چوٹ بے حد گہری اور خطرناک تھی جس کا انہوں نے آپریشن ک
گو کہ ان کے آپریشن سے تنویر خطرے سے تو باہر نکل آیا ہے
اس کے دماغ کی چند خاص رگیں دب گئی ہیں جس کی وجہ سے
طویل بے ہوشی میں چلا گیا ہے۔ ڈاکٹر فاروقی نے ان دبی
رگوں کو ابھارنے کی بے حد کوشش کی تھی لیکن وہ اپنے مقصد
ناکام رہے تھے انہوں نے بتایا ہے کہ وہ رگیں خون کی روانی
وجہ سے خود ہی کچھ عرصے تک نارمل ہو جائیں گی لیکن جب
رگیں نارمل نہیں ہوں گی تنویر کا ہوش آنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن
بھی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا اور عمران کے چہرے پر
سنجیدگی طاری ہو گئی۔

''کیا وہ کومے میں چلا گیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ ڈاکٹر فاروقی نے بھی یہی کہا ہے''...... بلیک ز

نے جواب دیا۔

''اور کیا بتایا ہے ڈاکٹر فاروقی نے۔ تنویر کی حالت کب تک
درست ہو جائے گی۔ مطلب۔ کب تک اس کی دبی ہوئی رگیں
نارمل ہوں گی''...... عمران نے پوچھا۔

''ڈاکٹر فاروقی نے کہا ہے کہ دبی ہوئی رگیں بے حد نازک
ہیں۔ ان میں خون آ تو رہا ہے لیکن رک رک کر۔ اس وجہ سے وہ
زیادہ ان رگوں کو نہیں چھیڑ رہے تھے ورنہ تنویر کی جان بھی جا سکتی
تھی۔ اس لئے انہوں نے ان رگوں کو ویسے ہی چھوڑ دیا ہے۔ خون
کے بہاؤ سے ہی وہ رگیں ٹھیک ہوں گی اور اس کے لئے ڈاکٹر
صاحب نے کہا ہے کہ اس میں کافی وقت لگ سکتا ہے۔ ایک ماہ،
دو ماہ، ایک سال یا پھر اس سے بھی زیادہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دبی
ہوئی رگیں ہمیشہ اسی حالت میں رہیں ایسی صورت میں تنویر کا ہوش
آنا قطعی ناممکن ہے''...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنے ایک ڈیشنگ ایجنٹ سے
تقریباً ہاتھ دھو بیٹھے ہیں''...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''بظاہر تو ایسا ہی لگ رہا ہے کیونکہ ڈاکٹر فاروقی نے کہا ہے کہ
تنویر کو اگر ہوش آ بھی جائے تو دماغی رگوں کے دباؤ کی وجہ سے
اسے بستر سے اٹھنے میں کئی سال لگ سکتے ہیں''...... بلیک زیرو نے
کہا اور عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''انتہائی افسوس ناک خبر ہے۔ میرا ایک ہی رقیبِ رو سفید تھا

اور وہ بھی''...... عمران نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''اس کا ایکسیڈنٹ ہی انتہائی ہولناک ہوا تھا۔ ڈاکٹر فاروقی کہنا ہے کہ اس کا زندہ بچ جانا ایک معجزہ ہے ورنہ تنویر کی جو حالت تھی اس سے خود ڈاکٹر فاروقی کو بھی اس کے بچنے کے امکانا بے حد کم دکھائی دے رہے تھے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''کومے میں جانے والا انسان زندہ ہو کر بھی مردوں سے بد ہوتا ہے بلیک زیرو۔ ایسا انسان آدھا زندہ اور آدھا مردہ ہوتا ہے تنویر جیسے ذہین اور ڈیشنگ ایجنٹ کی ہماری سروس کو بے حد ضرور تھی۔ اس کی کمی اب شاید ہی کوئی پوری کر سکے۔ تنویر جذباتی او فوری فیصلے پر عمل کرنے والا انسان ضرور تھا لیکن اس نے ہمار ساتھ مل کر جو کام کئے ہیں وہ کبھی بھلائے نہیں جا سکتے۔ پاکی سیکرٹ سروس ایک منجھے ہوئے اور انتہائی زیرک ایجنٹ سے محروم ہ گئی ہے جس کا مجھے بھی شدید رنج ہو رہا ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کے لئے بھی یہ بہت بڑا المیہ ہو گا''...... عمرا نے کہا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں عمران صاحب۔ تنویر واقعی ایک باصلاحیت اور انتہائی زیرک ایجنٹوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ساتھ مل کر پاکیشیا کے لئے جو کچھ بھی کیا ہے وہ کبھی نہیں بھلایا جا سکتا ہے۔ میں تو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی صحت یابی کی دعائیں کروں گا۔ اس جیسے زیرک اور ڈی

لی ابھی ہمیں بہت ضرورت ہے۔ اس کے بغیر پاکیشیا سیکرٹ س ادھوری ہو کر رہ جائے گی۔ جس کا سب ہی کو افسوس ہو گا۔

ائی افسوس''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اب اس کی صحت یابی کے لئے دعاؤں کے سوا اور کیا بھی کیا اتا ہے۔ میں اماں بی اور ان کے مرشد سے خصوصی طور پر تنویر حت یابی کے لئے دعائیں کرنے کے لئے کہوں گا۔ کہتے ہیں بزرگوں اور بچوں کی دعاؤں میں بے حد اثر ہوتا ہے۔ دل سے جانے والی دعا میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ عرش بریں کو بھی یتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جاتی ہے اور وہ ب تو مردے میں بھی جان ڈال سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''بالکل۔ اللہ اگر چاہے تو تنویر کو وقت سے پہلے بھی صحت یاب سکتا ہے۔ اس کے ہاں دیر ضرور ہے مگر اندھیر نہیں ہے''۔ بلیک نے کہا۔

''اس کے بارے میں ممبران کو آگاہ کیا ہے تم نے''...... عمران ند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

''نہیں۔ ابھی میں نے کسی کو نہیں بتایا۔ آپ نے خود ہی تو مجھے ع لیا تھا۔ میں نے چوہان اور خاور کو بھی منع کر دیا تھا کہ وہ فی ال سی سے بات نہ کریں۔ اب کہیں تو میں جولیا کو بتا دیتا ہوں اتی سب کو خود ہی بتا دے گی''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ وہ اماں بی کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ اسے فون کر کے

ساری صورتحال سے آگاہ کر دو۔ وہ یہاں ضرورت سے ز
اور جذباتی ہو رہی ہے۔ شاید تنویر کی حالت کا سن کر وہ
رو سے باہر آ جائے''...... عمران نے کہا۔
''ٹھیک ہے۔ میں اسے کال کرتا ہوں''...... بلیک
کہا۔
''اور کوئی بات''...... عمران نے پوچھا۔
''ہاں۔ ایک بات اور بتانی ہے آپ کو''...... بلیک
کہا۔
''کیا''...... عمران نے پوچھا۔
''جہاں تنویر کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا وہاں خاور او
دوبارہ گئے تھے۔ تنویر کی کار چونکہ پہاڑی سے نیچے گری
لئے متعلقہ ادارے نے ابھی تک اس گاڑی کو وہاں سے نہ
تھا۔ چوہان اور خاور یہ جاننا چاہتے تھے کہ آخر تنویر کی کا
ہوا کیسے تھا وہ تو انتہائی مشاق ڈرائیور ہے اور عام کار بھی
راستوں پر فائٹر طیارے کی طرح اُڑانے کا فن جانتا ہے۔
کی کار کا اس طرح پہاڑی سے گرنا ان کی سمجھ میں نہیں آ
اس لئے وہ یہ دیکھنے گئے تھے کہ کیا واقعی کار کی بریکس
تھیں یا پھر کوئی اور معاملہ تھا''...... بلیک زیرو نے کہا۔
''پھر کیا پتہ چلا ہے انہیں''...... عمران نے پوچھا۔
''گاڑی کا ٹائی راڈ بھی ٹھیک ہے۔ اس کی بریکس بھی

ہیں۔ انہوں نے کار کا ہر پہلو سے جائزہ لیا تھا لیکن انہیں کار
ایسی کوئی خرابی محسوس نہیں ہوئی تھی جو حادثے کا موجب بن
کو کہ تنویر کی کار بری طرح سے تباہ ہو گئی ہے لیکن اس کے
خاور اور چوہان نے کار کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لیا
انہوں نے اس سڑک کا بھی جائزہ لیا تھا جہاں سے کار ٹرن ہو
یدھی ایک کھائی کی طرف گئی تھی۔ سڑک پر موجود نشانات سے
ہوں نے اندازہ لگایا ہے کہ کار اچانک تنویر کے ہاتھوں سے
ٹ آف بیلنس ہو گئی تھی اور تنویر کسی بھی طرح سے کار کنٹرول
یں کر سکا تھا اور کار سیدھی کھائی میں گر گئی تھی۔ خاور اور چوہان
نے تنویر کی کار کی تلاشی لی تو انہیں کار کے ڈیش بورڈ سے چار
یں ملی تھیں۔ ان میں ایک پاکٹ سائز ڈائری ہے۔ ایک قلم
، ایک نئے قسم کا بیٹری چارجر ہے اور ایک چمکدار گولا ہے جو
ٹ جتنا بڑا ہے اور اس کے درمیان میں شیشے کی ایک پٹی سی بنی
ی ہے جس میں روشنی کا ایک نقطہ گھومتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس
ار گولے پر تین مختلف بٹن بھی لگے ہوئے ہیں۔ خاور اور چوہان
ں چاروں چیزیں اپنے قبضے میں لے لی ہیں اور میں نے انہیں
ت دی ہیں کہ وہ چاروں چیزیں دانش منزل پہنچا دیں۔ میں خود
ان چیزوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ خاور اور چوہان کے کہنے کے
ق انہوں نے چمکدار گولا، بیٹری چارجر اور ایسا عجیب و غریب
پہلے کبھی نہیں دیکھا جس کی ٹپ کی جگہ گول شیشہ سا لگا ہوا

ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ڈائری میں کچھ لکھا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ ساری ڈائری بھری ہوئی ہے لیکن اس پر لکھی
زبان ایسی ہے جیسے کسی سائنس دان نے اپنی ایجادات
فارمولے لکھے ہوں۔ ساری ڈائری سائنسی زبان سے بھری
ہے''...... بلیک زیرو نے جواب دیا تو عمران کے چہرے پر غو
کے سائے نمودار ہو گئے۔

''اس کے علاوہ ایک اور خبر بھی ہے اور وہ یہ کہ جہاں ت
کار کو حادثہ پیش آیا ہے اس سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ایک
میں آسمان سے ایک اسپیس شپ بھی نیچے آ گرا تھا''......
زیرو نے کہا۔

''اسپیس شپ۔ کیا مطلب''...... عمران نے چونک کر پو
بلیک زیرو اسے اسپیس شپ کے بارے میں بتانے لگا۔

''اس اسپیس شپ میں ایک خلائی انسان بھی موجو
اسپیس شپ زمین پر گرنے سے پہلے ہی ایک کیبن کے الگ
کی وجہ سے اسپیس شپ سے باہر آ گیا تھا۔ سیکورٹی فورسز
وہاں ہیلی کاپٹر لے کر پہنچیں تو انہیں اس خلائی انسان کی جلی
لاش ملی تھی۔ وہ بھی اس حالت میں کہ اس کا جسم بری طرح
ابل رہا تھا جیسے اس کا جسم گوشت پوست کی بجائے چونے کا
ہو اور چونے پر پانی ڈال دیا گیا ہو۔ اس انسان کے جسم

یائی لہریں بھی خارج ہو رہی تھیں۔ فورس چونکہ وہاں بغیر کسی
ظتی انتظام کے گئی تھی اس لئے ان پر بھی ریڈیائی لہروں کا خاصا
ہے۔ ان میں سے کئی افراد کی آنکھیں خراب ہو گئی ہیں اور
وہاں بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ جن کے بارے میں کہا جا
ہے کہ ان کی حالت بے حد خراب ہے اور انہیں فوری طور پر
تالوں میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ فورسز نے اس سارے علاقے کو
کر دیا ہے اور اب وہاں مخصوص لباسوں والے افراد ہی جا رہے
جو اس اسپیس شپ اور خلائی انسان کا جائزہ لے رہے ہیں کہ
ان ہے اور اسپیس شپ اس کھائی میں کس طرح گر کر تباہ ہوا
''...... بلیک زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کہیں تنویر پر بھی اس علاقے میں ہونے کی وجہ سے ریڈیائی
اں کا اثر تو نہیں ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس علاقے سے گزر
رہا ہو اور اس پر ریڈیائی لہروں کا اثر ہو گیا ہو اور اس کی آنکھیں
گئی ہوں اور اس کے دماغ نے کام کرنا بند کر دیا ہو جس کی
سے وہ حادثے کا شکار ہو گیا ہو''...... عمران نے سوچتے ہوئے
کہا۔

''شاید ایسا ہی ہوا ہو''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''تنویر کی کار سے جو چیزیں نکلی ہیں وہ بھی کسی سائنس دان کی
معلوم ہو رہی ہیں۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے تنویر نے اسپیس
گرتے دیکھ لیا ہو اور اس نے اس خلائی انسان کو بھی دیکھ لیا ہو

اور وہ اس کی مدد کرنے کے لئے کھائی میں اتر گیا ہو۔ اس وق
تک شاید وہ خلائی انسان زندہ ہو اور تنویر نے اس سے بات
ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تنویر کی کار سے خاور اور چوہان کو جو چیز
ملی ہیں وہ اسے اسی خلائی انسان نے ہی دیں ہوں اور اس خلا
انسان کے جسم میں چونکہ ریڈیائی اثرات تھے جن کا تنویر پر بھی
ہو گیا ہو''...... عمران نے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔
''اوہ۔ ایسی صورت میں تو تنویر کا ایکسیڈنٹ ہونا ناگزیر تھ
شاید اسی وجہ سے تنویر کی دماغی رگوں پر دباؤ آیا ہو جس کی وجہ
وہ کومے میں چلا گیا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔
''مجھے ان چیزوں کو دیکھنا ہو گا۔ خاور اور چوہان جب وہ چیز
لے آئیں تو مجھے بتا دینا میں ان چیزوں کو خود آ کر چیک کرو
گا''۔عمران نے کہا۔
''بہتر۔ میں آپ کو کال کر دوں گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔
''تنویر کے جسم میں اگر ریڈیائی اثرات ہیں تو اس کے
مجھے ہسپتال جا کر خود اسے چیک کرنا پڑے گا اور ہو سکتا ہے کہ مج
اس کے دماغ کا ایک اور آپریشن کرنا پڑے''...... عمران نے کہا۔
''کیا آپ اس کے دماغ میں موجود ریڈیائی اثرات زائل ک
سکتے ہیں''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔
''کوشش تو کر ہی سکتا ہوں۔ اس کے لئے مجھے تنویر کا خصوص
آپریشن کرنا پڑے گا اور وہ آپریشن انتہائی رسکی ہو گا۔ اس آپریش

انتہ میں یا تو تنویر ٹھیک ہو جائے گا یا پھر''...... عمران کہتے کہتے
رک گیا۔
''یا پھر کیا''...... بلیک زیرو نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔
''یا پھر وہی کہ شاید ہمیں واقعی تنویر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
محروم ہونے پڑیں''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔
''اللہ رحم فرمائے۔ تنویر کی ہلاکت ہمارے لئے انتہائی اندوہناک
گی''...... بلیک زیرو نے کہا۔
''ندگی اور موت اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ میں تنویر کو اس
لت میں پڑا نہیں دیکھ سکتا۔ اگر آپریشن سے وہ ٹھیک ہو گیا تو اس
ت اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں اسے اپنے ہاتھوں سے گولی
وں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تنویر اس طرح سسک سسک کر
اپاروں کی طرح پڑا اذیت انگیز موت کا شکار ہو''...... عمران
نجیدگی سے کہا اور دوسری طرف موجود بلیک زیرو عمران کی بات
خاموش ہو گیا۔ عمران کی بات سن کر وہ شاید بری طرح سے
اٹھا تھا۔
''مجھے یقین ہے کہ آپ تنویر کو اس قدر آسانی سے مرنے نہیں
گے اور اس کی جان بچانے کے لئے اپنی جان لڑا دیں
...... بلیک زیرو نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔
''میں صرف ایک کوشش کروں گا۔ اس کے بعد جو ہو گا وہ اللہ
اختیار میں ہے۔ وہ چاہے تو اسے نئی زندگی دے دے یا

پھر"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے عمران صاحب۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔
کہہ سکتا ہوں"...... بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لیتے
کہا۔

"اب تم جولیا کو کال کرو اور اسے اماں بی کے سامنے
دو ورنہ آج اماں بی مجھے سولی پر چڑھا کر ہی دم لیں گی"۔
نے کہا۔

"او کے۔ میں کرتا ہوں اسے کال"...... بلیک زیرو
طرح سے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا تو عمران نے جوا
او کے کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سنجی
سوچ و بچار کے تاثرات نمایاں تھے۔

عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر وہ مڑا اور تیز تیز چلتا ہوا
کے کمرے کی جانب بڑھتا چلا گیا وہ چاہتا تھا کہ بلیک زیر
کو اس کے سامنے فون کرے۔ جولیا نے جس طرح اماں
سامنے موقع کا فائدہ اٹھایا تھا وہ اب جولیا کا ایکسٹو کے سا
ہوا رنگ دیکھنا چاہتا تھا۔ جولیا وہاں سے جاتی تب ہی عمرا
بی سے اجازت لے کر وہاں سے نکل سکتا تھا ورنہ اسے
وقت تک وہاں رکنا پڑتا جب تک جولیا وہاں رہتی۔

عمران کمرے میں داخل ہوا تو اماں بی بڑی لگاوٹ سے
سے ہی باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔ جولیا، اماں بی کے

تو انتہائی تمیز دار خاتون بنی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر دوپٹہ تھا
اور وہ سر جھکائے بڑی دھیمی آواز میں اماں بی کے سوالوں کے
جواب دے رہی تھی۔۔

"ہونہہ۔ اسے کہتے ہیں بی جمالو بنی بی جنن"...... عمران نے
بنا کر کہا۔ کمرے میں سلیمان بھی موجود تھا جو اماں بی کے پیچھے
ا اماں بی کے کاندھے دبا رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شریر
مسکراہٹ تھی۔ عمران اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اسے
گھور کر رہ گیا۔ وہ تیزی سے اماں بی کی جانب بڑھا۔

"تم جاؤ سلیمان۔ اماں بی کے کاندھے میں دبا دیتا ہوں"۔
عمران نے کہا۔

"نہیں دبانے دو اسے۔ میں نے اسے خود بلایا ہے۔ تم یہاں
آؤ اور میرے پاس بیٹھو۔ میں نے تمہارے ڈیڈی کو فون کرا دیا ہے
وہ بس تھوڑی ہی دیر میں یہاں آنے والے ہیں پھر میں ان سے
تمہاری ہونے والی دلہن کو ملا دوں گی تا کہ وہ بھی اس کے سر پر
پیار کا ہاتھ رکھ دیں"...... اماں بی نے کہا اور ڈیڈی کے آنے کا سن
کر عمران کو حقیقت میں اپنے قدموں تلے سے زمین نکلتی ہوئی
محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اسی لمحے اس کے سیل فون
یکسٹ میسج آنے کی مخصوص بیل سنائی دی۔ عمران نے چونک کر
جیب سے سیل فون نکالا۔ ڈسپلے پر ایک ٹیکسٹ میسج آ رہا تھا۔ عمران
نے میسج کھولا تو وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا کیونکہ میسج بلیک

زیرو کی طرف سے تھا جس نے عمران کو بتایا تھا کہ وہ جولیا کو کال
کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اس کا سیل فون سوئچڈ آف ہے
جولیا نے اپنا واچ ٹرانسمیٹر بھی آف کر رکھا ہے۔

''جولیا۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے مس پاکیزہ خانم۔ چیف آپ
کو کال کر رہے ہیں اور انہیں آپ کا سیل فون آف مل رہا ہے
فون آن کریں اور چیف سے بات کر لیں''...... عمران نے اماں بی
کی طرف دیکھ کر ڈرتے ڈرتے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''خبردار۔ یہ کسی سے بات نہیں کرے گی۔ میں نے ہی اسے
اپنا فون بند کرنے کا کہا ہے۔ اب جب تک اس کی تمہارے ساتھ
منگنی نہیں ہو جاتی اس وقت تک یہ نہ کسی سے بات کرے گی اور نہ
ہی کہیں جائے گی۔ سمجھے تم''...... اماں بی نے ڈپٹ کر کہا اور عمران
ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''لیکن اماں بی۔ چیف غصے میں ہیں۔ اگر اس نے چیف سے
بات نہ کی تو وہ اسے نوکری سے نکال دیں گے اور آپ تو جانتی ہیں
کہ اس دور میں اچھی نوکری ملنا کس قدر دشوار ہے''...... عمران نے
کہا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے اسے نوکری ووکری کرنے کی سمجھے تم۔
اب یہ اس گھر کی بہو ہے اور اس گھر کی بہو ہونے کے ناطے اس
کی تمام ضروریات ہم پوری کریں گے۔ ہمارے گھر کی بہو بیٹیاں
پرائے مردوں کے ساتھ نوکریاں نہیں کرتی۔ میں نے اسے کہہ دیا

ہے اب اس کی آج سے نوکری ختم۔ اسے اب جس چیز کی ضرورت
ہو گی وہ میں دوں گی اسے''...... اماں بی نے کہا تو عمران کے
چہرے پر بے بسی کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

''اماں بی ٹھیک کہہ رہی ہیں صاحب۔ پاکیزہ بی بی، چنگیز خان
بہادر خاندان کی بہو بننے والی ہیں۔ اب انہیں بھلا باہر جا کر نوکری
کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کا دیا سب کچھ تو ہے یہاں''۔
سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران اس کی طرف کھا جانے
والی نظروں سے گھورنے لگا۔

''تم سے تو میں بعد میں بات کروں گا''...... عمران نے آنکھوں
ہی آنکھوں میں اسے اشارہ کرتے ہوئے کہا تو سلیمان نے جواب
میں یوں سر ہلا دیا جیسے کہہ رہا ہو کہ کوئی پرواہ نہیں۔

''اماں بی۔ اسے ایک بار اپنے باس سے بات کرنے کی
اجازت دے دیں اور کچھ نہیں تو یہ اپنے باس سے یہی کہہ دے کہ
یہ اب نوکری نہیں کرے گی''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تمہیں اس کی اتنی
ہی فکر ہے تو تم خود اس سے بات کر لو اور اسے میری طرف سے
کہہ دو کہ یہ اب ہماری بہو ہے اور ہم اپنی بہو بیٹیوں سے نوکریاں
نہیں کراتے''...... اماں بی نے کہا اور عمران پریشانی کے عالم میں
جولیا کی جانب دیکھنے لگا۔ جولیا بھی اس کی جانب ایسی نظروں سے
دیکھ رہی تھی جیسے وہ بھی اماں بی کی وجہ سے چیف سے بات نہ

کرنے پر مجبور ہو۔

"اچھا مجھے آپ سے اکیلے میں بات کرنی ہے کیا میں سلیمان اور آپ کی بہو رانی کو کچھ دیر کے لئے باہر بھیج دوں"...... عمران نے کچھ سوچ کر کہا۔

"نہیں۔ میں علیحدگی میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی سلیمان کو تم باہر بھیج دو البتہ میری ہونے والی بہو یہیں رہے گی میرے ساتھ"...... اماں بی نے کہا۔

"اماں بی۔ بہت ضروری بات ہے۔ میں وہ بات اس کے سامنے نہیں کہہ سکتا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"میرے نزدیک تمہاری شادی سے اور کوئی ضروری بات نہیں ہوسکتی۔ میں جانتی ہوں تم اکیلے میں شادی نہ کرنے کا مجھ سے کوئی نہ کوئی بہانہ ہی کرو گے۔ اس لئے آج میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔ ایک بار تمہاری اس سے منگنی ہو جائے پھر جو مرضی کہتے رہنا اور میں تم سے پھر کہہ رہی ہوں کہ آج تم نے اس لڑکی کو میری بہو نہ بنایا تو پھر تم میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے"...... اماں بی نے سخت لہجے میں کہا۔

"خدا کے لئے اماں بی۔ آپ بار بار منہ سے ایسی منحوس باتیں کیوں نکال رہی ہیں"...... عمران نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

"تو پھر جو کہہ رہی ہوں وہ کرو۔ سمجھے تم"...... اماں بی نے کہا اور عمران بے بسی سے ایک بار پھر ہونٹ کاٹنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ اپنی بہو رانی کو یہاں بٹھائیں اور اس سے باتیں کریں۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کہاں جا رہے ہو"...... اماں بی نے پوچھا۔

"آپ کی بہو کا ایک بھائی جس کا نام تنویر ہے اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ وہ ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ میرا اسے دیکھنے کے لئے جانا بے حد ضروری ہے"۔ عمران نے چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے اماں بی کو اصلی بات بتا دی۔ اس کی بات سن کر نہ صرف اماں بی بلکہ سلیمان اور جولیا بھی چونک پڑی۔

"اوہ۔ کیا ہوا ہے اسے۔ میرا مطلب ہے کیسے ہوا ہے اس کا ایکسیڈنٹ"...... اماں بی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"اس کی کار ایک پہاڑی علاقے کی کھائی میں گر گئی تھی جس کی وجہ سے وہ بے حد زخمی ہو گیا ہے اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس کی زندگی انتہائی خطرے میں ہے۔ اس لئے اماں بی میرا اور جولیا کا ہسپتال جانا بے حد ضروری ہے۔ اس وقت تنویر کو ہم دونوں کی بے حد ضرورت ہے"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ تنویر کے ایکسیڈنٹ کا سن کر جولیا کے چہرے پر بھی پریشانی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھی بری طرح سے پہلو بدل رہی تھی۔

''تو چلو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ تم دونوں ساتھ ساتھ میں بھی اس کی عیادت کر لوں گی۔ میں اس سرہانے کے پاس بیٹھ کر آیات کریمہ اور درود پاک کا ورد کروں تو دیکھنا وہ کس قدر جلد صحت یاب ہو جائے گا''...... اماں بی کہا۔

''لیکن اماں بی۔ آپ کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آ کہاں ہمارے ساتھ ہسپتال کے دھکے کھاتی پھریں گی''...... عم نے کہا۔

''تم اور میری ہونے والی بہو میرے ساتھ ہو گی تو کون مار کا مجھے دھکے''...... اماں بی نے کہا۔

''وہ ابھی آپریشن تھیٹر میں ہے اماں بی۔ جب اس کا آپر ہو جائے گا اور وہ کسی وارڈ میں شفٹ ہو جائے گا تو میں آپ کو اس کے پاس لے جاؤں گا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ میں نے کہا ہے نا کہ میں تمہارے ساتھ ہی چلو گی۔ تو بس۔ سلیمان۔ جاؤ باہر جاؤ اور ڈرائیور سے کہو کہ وہ کار کرے۔ میں اور میری بہو ایک ساتھ ہسپتال جائیں گی اور تم آ رہنا بعد میں اپنی صابن دانی میں''...... اماں بی نے پہلے عمران پھر سلیمان سے اور پھر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ ان کی صا دانی سے مراد عمران کی کار تھی جو ان کے نزدیک کسی چھوٹی صابن دانی جیسی ہی لگتی تھی۔

''ٹھیک ہے اماں بی۔ جیسے آپ کی مرضی''...... عمران نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے شاید آج قسم کھا رکھی تھی کہ وہ عمران کی ایک بھی نہیں مانیں گیں بلکہ آج وہ اپنی ہر بات عمران سے منوا کر ہی رہیں گیں۔

عمران نے جولیا کی جانب حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''یہ تو بتا دو کہ اس کا بھائی کس ہسپتال میں ہے''...... اماں بی نے اسے اٹھتے دیکھ کر پوچھا۔

''آپ کی لاڈلی بہو جانتی ہے کہ وہ کس ہسپتال میں ہو سکتا ہے''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور پھر وہ مڑا اور تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ وہ اس مسئلے کو وہیں سلجھا سکتا تھا اور اماں بی کو اپنی چالاکی اور عیاری سے جولیا سے شادی کرنے سے منع بھی کر سکتا تھا لیکن اماں بی نے بار بار اس سے کہا تھا کہ اگر آج اس نے جولیا کو ان کی بہو نہ بنایا تو وہ اس کا مرا ہوا منہ دیکھے گا۔

عمران سب کچھ برداشت کر سکتا تھا لیکن اس کی اصلی دنیا اس کی اماں بی ہی تھی اور ہر ماں کی طرح اس کی جنت بھی اماں بی کے قدموں تلے ہی تھی اس لئے وہ یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ وہ اپنی اماں بی کا مرا ہوا منہ دیکھے اس لئے وہ اماں بی کی بات مان کر جولیا سے منگنی اور شادی کرنے پر بھی آمادہ ہو گیا تھا۔ لیکن اس

نے دل ہی دل میں سوچ لیا تھا کہ وہ کچھ ایسا ضرور کرے گا
اس کی جولیا سے شادی رک جائے۔ وہ ابھی ان جھنجھٹوں میں نہ
پڑنا چاہتا تھا۔ اس نے جولیا کے چہرے پر بکھرے ہوئے رنگ
دیکھ لئے تھے اور وہ جانتا تھا کہ اس وقت جولیا جذبات کی رو میں
بہکی ہوئی ہے اگر اس نے اماں بی سے یا پھر ڈائریکٹ جولیا سے
شادی کرنے سے انکار کیا تو اماں بی کے ساتھ جولیا کے جذبات
بھی مجروح ہو سکتے ہیں جو عمران نہیں چاہتا تھا۔ اس سلسلے کو روکنے
کے لئے عمران نے کچھ اور ہی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

انہیں ورلڈ کو ایٹمی اور ہائیڈروجن پاور بنانے کے لئے ڈاکٹر
ں نے کرہ ارض کے مختلف ممالک کے گیارہ سائنس دانوں کو
اکرایا تھا جو خاموشی سے اور راتوں رات اس کے اسپیس ورلڈ
پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر ایکس نے انہیں بالکل اسی طرح سے رکھا
ہے اس نے ونڈر لینڈ میں سرداور اور ان کے ساتھیوں کو رکھا

ڈاکٹر ایکس اس بار کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس نے کرہ
ں نے اپنے مخصوص ایجنٹوں کے ساتھ پری پلاننگ سے ان
ں دانوں کو وقفے وقفے سے اغوا کرایا تھا۔ اس کے ایجنٹوں
اغوا ہونے والے ہر سائنس دان کی جگہ اس کے ایک ہمشکل کو
ں ہلاک کر دیا تھا تاکہ دنیا میں یہی تصور قائم رہے کہ وہ سائنس
ہلاک ہو گیا ہے یا اسے ہلاک کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر ایکس کی یہ پلاننگ کامیاب رہی تھی اور دنیا
بڑے ممالک جن میں پاکیشیا بھی شامل تھا کے گیارہ سائنس
کے ہمشکل ہلاک ہو گئے تھے جبکہ وہ سب زندہ حالت :
ایکس کے اسپیس ورلڈ میں موجود تھے۔ ڈاکٹر ایکس نے انہ
قابو میں رکھنے کے لئے اپنا ہر ممکن طریقہ آزمایا تھا۔ سائ
ادھیڑ عمر اور بوڑھے تھے اس لئے وہ ان کے برین اسکین نہیں
تھا ورنہ اس کے پاس اب یہ سہولت بھی موجود تھی کہ وہ
انسان کا برین سکین کر کے اسے اپنے مفاد کے لئے استعما
تھا۔ ڈاکٹر ایکس نے ان گیارہ سائنس دانوں کو پیار سے ؟
تھا۔ انہیں اذیتیں بھی دی تھیں اور انہیں سزا کے طور پر خلا
پہنا کر بغیر کسی اسپیس شپ کے خلاء میں بھی چھوڑ دیا تھ
سے وہ سائنس دان اس کی سفاکی اور بے رحمی کی وجہ سے
ڈر گئے تھے اور انہوں نے بظاہر ڈاکٹر ایکس کے ساتھ کام کر
حامی بھر لی تھی۔ لیکن اندر ہی اندر وہ سائنس دان ڈاکٹر ایک
شاکی تھے کہ وہ اپنا کام نکلتے ہی ان سب کو ہلاک کر دے
سب چونکہ ایک ساتھ کام کرتے تھے اس لئے انہوں نے آ
یہ منصوبہ بنانا شروع کر دیا کہ وہ ڈاکٹر ایکس کے اسپیس و
کس طرح سے فرار ہو سکتے ہیں۔ اس میں سب سے زیا
پیش پیش کاسٹریا کا سائنس دان ڈاکٹر مورسن تھا جو ہر صور
اسپیس ورلڈ سے فرار ہو کر واپس اپنی دنیا اور اپنے ملک

نا تھا۔ اس نے دوسرے سائنس دانوں کے ساتھ مل کر خفیہ طور
ایسی چیزیں ایجاد کرنی شروع کر دیں جس سے وہ فائدہ اٹھا کر نہ
ل ڈاکٹر ایکس کے اسپیس ورلڈ کے بارے میں اپنے پاس
مات جمع کر سکیں بلکہ ڈاکٹر ایکس اور اس کے روبوٹس اور تمام
ن نظام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر وہاں سے نکل جائیں۔
کو کہ ڈاکٹر ایکس اور اس کے روبوٹس ان سائنس دانوں پر ہر
نظر رکھتے تھے لیکن چونکہ وہ بھی اپنے ممالک کے بہترین اور
ئے ہوئے سائنس دان تھے اس لئے انہوں نے ان سب کی
اس میں رہنے کے باوجود چند اہم اور چھوٹی چھوٹی چیزیں ایجاد
لیں جن کی مدد سے وہ اسپیس ورلڈ کے تمام سسٹمز کو وقتی طور
کر سکتے تھے بلکہ وہاں کام کرنے والے روبوٹس کو بھی روک
تے۔ ڈاکٹر مورسن اور ان کے ساتھیوں نے اپنی ایجادات کو ہر
طریقے سے خفیہ رکھا تھا۔ وہ چونکہ اسپیس میں تھے اس لئے
ایکس انہیں کہیں جانے سے نہیں روکتا تھا اس لئے وہ اسپیس
ے ہر حصے میں جاتے رہتے تھے اور ان کے ہاتھ جو معلومات
تیں وہ ان معلومات کو اپنی ایجادات میں سیو کر لیتے تھے۔
پاکیشیائی سائنس دان جن کا نام ڈاکٹر جبران تھا وہ ایک ادھیڑ عمر
تھے اس نے اپنی کاوشوں سے ایک ایسا منی سسٹم بنا لیا تھا
کی مدد سے وہ اسپیس ورلڈ کے سسٹمز کو مخصوص وقت تک فریز
تا تھا اور نہ صرف اسپیس ورلڈ میں کام کرنے والے تمام

روبوٹس کو جامد کر سکتا تھا بلکہ اسپیس ورلڈ کے تمام خفیہ یسرو
بلاک کر سکتا تھا جو ہر وقت اور اسپیس ورلڈ کے ہر حصے کی ن
بناتے تھے۔

ان سائنس دانوں نے جو ایجادات کی تھیں اس
ضروری تھا کہ ان میں سے ایک سائنس دان اسپیس ورلڈ میں
اور باقی سائنس دانوں کو موقعے کی مناسبت سے وہاں سے
دے۔ چنانچہ ایک روز ڈاکٹر مورسن نے اپنے تمام سائنس
سے ان کی بنائی ہوئی ایجادات لے لیں اور پھر اس نے
ورلڈ کے تمام سسٹمز فریز کر دیئے اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کو
اسپیس ورلڈ کے اس حصے میں آ گیا جہاں اسپیس ورلڈ کے
شپس موجود تھے۔ ڈاکٹر مورسن نے ان سب کو ایک اسپیس
میں سوار کیا اور انہیں اس اسپیس شپ کے بارے میں بتا
کہ وہ اس اسپیس شپ کو کیسے کنٹرول کر سکتے ہیں اور اس
ڈاکٹر مورسن نے انہیں کرہ ارض پر جانے کے لئے ری انٹری
کے بارے میں بھی تمام معلومات دے دیں تاکہ وہ فوری
یہاں سے نکل جائیں۔ ڈاکٹر مورسن وہاں رک کر بار بار ایم
تمام سسٹمز فریز رکھنا چاہتا تھا تاکہ ان کے ساتھی جلد سے ج
ارض پر پہنچ جائیں اس لئے اس کا وہاں رکنا بے حد ضروری
اس نے اپنے دس ساتھیوں کو ڈاکٹر ایکس کی بنائی ہوئی ایسی گ
کے کئی پیکٹس دے دیئے تھے جن کے کھانے سے انہیں نہ تو

لگتی تھی اور نہ ہی پیاس۔ ان گولیوں کو کھانے سے وہ خلاء میں
ماہ تک زندہ رہ سکتے تھے۔ ڈاکٹر مورسن جس اسپیس شپ
اپنے دس ساتھیوں کو فرار ہونے میں مدد دے رہا تھا اس
شپ میں ایٹمی بیٹریاں لگی ہوئی تھیں جو اسپیس شپ کے
ن چلانے کے ساتھ ساتھ ایک ایسے سسٹم کو بھی ہر وقت
تی تھیں جس کی وجہ سے اسپیس شپ میں کبھی بھی آکسیجن کی
ہو سکتی تھی اور شپ کے اندر موجود کاربن ڈائی اکسائیڈ آٹو
سٹم سے خارج ہوتی رہتی تھی۔ آکسیجن اور کاربن ڈائی
اید کے لئے اسپیس شپ میں ان سسٹمز کو چلانے کے لئے
بیٹریاں لگی ہوئی تھیں جو ایک بار چارج ہونے کے بعد کئی
ں تک کام کرتی رہتی تھیں۔

ڈاکٹر مورسن نے اپنے ساتھیوں کو اس اسپیس شپ میں فرار
اور پھر وہ کئی گھنٹوں تک وہیں رکا رہا۔ ان کے پاس ایک ایسا
ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا جس کی مدد سے وہ اپنے ساتھیوں سے
رابطہ بھی رکھ سکتا تھا اور ان کی لوکیشن کا بھی پتہ لگا سکتے تھے
وہ خلاء میں کہاں ہیں اور کس پوزیشن میں ہیں اور یہ کہ کرہ
تک جانے میں انہیں کتنا وقت لگے گا۔

ڈاکٹر مورسن اسپیس ورلڈ میں رہ کر اسپیس ورلڈ کے سسٹم کو
زیادہ دیر تک فریز رکھنا چاہتا تھا تاکہ جب تک ڈاکٹر
کو اس بات کا پتہ چلے کہ جن سائنس دانوں کو اس کے اغوا

کرایا تھا وہ اس کے اسپیس ورلڈ سے فرار ہو کر واپس اپنی د
طرف لوٹ رہے ہیں تو وہ سوائے انہیں ڈھونڈتے رہنے او
سر کے بال نوچنے کے اور کچھ بھی نہ کر سکے۔

ڈاکٹر ایکس نے چونکہ خلاء میں دو بڑے پاور اسٹیشن بنا
تھے جن کی مدد سے وہ اسپیس ورلڈ کو کنٹرول کرتا تھا۔ ان میں
ایک پاور اسٹیشن کو وہ ایم ون کہتا تھا اور دوسرے کو ایم ٹو
اسٹیشن پر ڈاکٹر مورسن اور اس کے ساتھی کام کرتے تھے وہ ایم
جبکہ ڈاکٹر ایکس زیادہ تر ایم ون میں رہتا تھا۔ ایم ون اور
کے ماسٹر کمپیوٹر الگ الگ تھے جو اپنے اپنے طور پر کام کرتے
اور ضرورت کے وقت ہی انفارمیشن ایک دوسرے کو منتقل کرتے
اور ڈاکٹر مورسن نے چونکہ ایم ٹو کے تمام سسٹمز فریز کر رکھے
اس لئے اسے یقین تھا کہ جب تک ڈاکٹر ایکس کو ایم ون سے
ہونے کا پتہ لگے گا اور وہ یہاں آئے گا اس وقت تک اس
ساتھی کہیں کے کہیں پہنچ چکے ہوں گے اور چونکہ ڈاکٹر ایکس
لینڈ والوں سے ڈرتا تھا اس لئے وہ سوچ سمجھ کر ہی روبوٹس کو
ان سائنس دانوں کی تلاش میں روانہ کرے گا اور اگر اس
روبوٹس خلاء میں آ گئے تو ان کے بارے میں زیرو لینڈ والوں
علم ہو جائے گا اور وہ ان روبوٹس کا مقابلہ کرنے کے لئے
روبوٹس بھیج دیں گے جس سے ان روبوٹس فورسز کی آپس
ہی ٹھن جائے گی۔

الز مورسن نے جس اسپیس شپ میں اپنے ساتھیوں کو فرار
تھا انہوں نے اس اسپیس شپ کے سگنل رسیو کرنے اور سگنل
کرنے والے تمام سسٹمز کو بے کار کر دیا تھا اور اس کے تمام
م بھی ختم کر دیئے تھے تا کہ کم از کم خلاء میں اس اسپیس
ں بھی سسٹم کے تحت چیک نہ کیا جا سکے اور نہ ہی کوئی اسے
ر سکے۔

ب ڈاکٹر مورسن کے ساتھیوں کے اسپیس شپ کو روانہ ہوئے
وں سے زیادہ وقت ہو گیا تو ڈاکٹر مورسن نے اپنے ساتھیوں
ل ٹرانسمیٹر پر رابطہ کیا تو اسے ایک دل ہلا دینے والی خبر ملی
ں اسپیس شپ کا کنٹرولنگ سسٹم خراب ہو گیا ہے۔ اس
شپ کے ایک حصے سے ایک شہاب ثاقب ٹکرا گیا تھا جس
ے بیٹریاں ڈیمج تو نہیں ہوئی تھیں لیکن ان کے سپلائی وائرز
ٹوٹ گئے تھے جس کی وجہ سے اسپیس شپ کی مین پاور منقطع
تھی اور اس اسپیس شپ کا تمام کنٹرولنگ سسٹم آف ہو گیا
ب جب تک ان بیٹریوں کے وائرز دوبارہ نہ جوڑ لئے جاتے
وقت تک اسپیس شپ کا کنٹرولنگ سسٹم آن نہیں ہو سکتا تھا اور
اور بیٹریوں میں یہ خامی بھی تھی کہ اگر ان کے وائر الگ کر
جاتے تو وہ تیزی سے ڈاؤن ہونا شروع ہو جاتی تھیں اور
تک ان کے وائرز جوڑ کر انہیں ایک مخصوص چارجر سے چارج
جاتا وہ کام نہیں کرتی تھیں۔ ان بیٹریوں کے وائرز ٹوٹنے اور

بیٹریوں کے ڈاؤن ہونے کا کاشن ان کے ساتھیوں کو اسپیڈ
کے ایک سسٹم نے بتایا تھا جو اسپیس شپ کے ہر ڈیمیج ہو۔
حصے کے بارے میں روبوٹس کو انفارم کرنے کے لئے بنایا گیا
ڈاکٹر مورسن کے لئے یہ خبر روح دہلا دینے والی تھی۔
چکے تھے کہ ان کے ساتھی اس وقت تک خلاء سے باہر نہیں
تھے جب تک باہر سے کوئی اسپیس شپ کی بیٹریوں سے
ہونے والے وائر نہیں جوڑ دیتا اور ان بیٹریوں کو چارج
جائے۔ ڈاکٹر مورسن نے چونکہ ایم ٹو کا سسٹم فریز کر رکھا
لئے وہ ایم ٹو اسٹیشن کے کسی بھی حصے میں آزادی سے جا سکے
وہ فوراً ایم ٹو کے سٹور روم میں گئے اور انہوں نے وہاں
چارجر لیا اور پھر اپنی ایجادات لے کر وہ بھی ایک اسپیس ش
ایم ٹو سے نکل گئے۔ انہوں نے بھی اپنے اسپیس شپ
ضروری تبدیلیاں کر لی تھیں تاکہ ایم ٹو جب ورکنگ پوزیش
آ جائے تو اس کے ماسٹر کمپیوٹر کو اس کے اسپیس شپ کی لو
پتہ نہ چل سکے اور نہ ہی وہ اس اسپیس شپ کو ٹریس کر سکے۔
ڈاکٹر مورسن کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسلسل رابطہ
اپنے ساتھیوں سے ایک مخصوص ٹرانسمیٹر پر بات کرتے تھے
ٹرانسمیٹر کی بدولت وہ اپنے ساتھیوں کے اسپیس شپ تک پ
تھے اور اپنے اسپیس شپ سے باہر نکل کر وہ اپنے ساتھیو
اسپیس شپ کی بیٹریوں کے نہ صرف وائر جوڑ سکتے تھے بلکہ

چارجر سے ان بیٹریوں کو چارج بھی کر سکتے تھے۔ اگر خراب ہونے
والا اسپیس شپ ٹھیک نہ بھی ہوتا تو ڈاکٹر مورسن ان سب کو اپنے
اسپیس شپ میں منتقل کر سکتے تھے اور پھر وہ ایک ساتھ واپس کرہ
ارض کی طرف جا سکتے تھے۔

خراب ہونے والا اسپیس شپ جس میں پاکیشیائی سائنس دان
ڈاکٹر جبران سمیت دوسرے ممالک کے دس سائنس دان موجود تھے
وہ اسپیس شپ اندر سے تو روشن تھا لیکن اس کا کنٹرولنگ سسٹم مکمل
طور پر جام تھا اور اسپیس شپ میں بیٹھے ہوئے دس کے دس سائنس
دان اسپیس شپ کے ونڈ سکرین سے چپکے ہوئے باہر دیکھنے کی
کوشش کر رہے تھے۔ انہیں ڈاکٹر مورسن کا انتظار تھا جو ان کی مدد
کے لئے دوسرے اسپیس شپ میں آ رہے تھے۔

ڈاکٹر مورسن کا ان سے مسلسل رابطہ رہا تھا لیکن پھر اچانک ان
کا ڈاکٹر مورسن سے رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر جبران اور دوسرے
سائنس دانوں نے ڈاکٹر مورسن سے کئی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی
لیکن ان کی ہر کوشش بے کار جا رہی تھی اور کسی بھی طرح سے ان کا
ڈاکٹر مورسن سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ سب بے
حد پریشان اور سہمے ہوئے دکھائی دے رہے تھے اور اسپیس شپ کی
ونڈ سکرین سے لگے خلاء میں ارد گرد سے گزرتے ہوئے مصنوعی
سیاروں۔ دور نظر آنے والے ستاروں اور اور دوسرے پلانٹس کو
دیکھ رہے تھے۔ انہیں ان سیاروں، پلانٹس اور شہاب ثاقبوں سے

کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ خلاء کی وسعتوں میں اس اسپیس شپ ڈھونڈ رہے تھے جس میں ڈاکٹر مورسن ان کے لئے مسیحا بن کر آ والے تھے۔

اسپیس شپ میں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی اور د کے دس سائنس دانوں کا یہ حال تھا جیسے کاٹو تو ان کے بدن میں نہیں۔

''سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ آخر ڈاکٹر مورسن کو کیا ہو گیا ہے۔ ہم سے رابطہ کیوں نہیں کر رہے ہیں''...... کافرستان کے ڈاک بھاسکر نے اسپیس شپ میں چھایا ہوا سکوت توڑتے ہوئے انتہا پریشانی کے عالم میں کہا تو اس کی آواز سن کر وہ سب چونک پڑے۔

''انہوں نے تو کہا تھا کہ وہ ایم ٹو سے نکل چکے ہیں اور انہیں ہم تک پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ دس گھنٹے لگیں گے لیکن اب چوبیس گھنٹوں سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ اس کے باوجود وہ ابھی تک یہاں آئے کیوں نہیں ہیں۔ ہماری لاکھ کوششوں کے باوجو ہمارا ان سے رابطہ بھی نہیں ہو رہا ہے۔ کہیں وہ کسی حادثے کا شکا تو نہیں ہو گئے''...... ایکریمیا کے سائنس دان ڈاکٹر ریونڈ نے کہا۔

''فار گاڈ سیک۔ ایسی منحوس باتیں نہ کریں ڈاکٹر ریونڈ۔ اگر ڈاکٹر مورسن کو کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گے۔ ہم خلاء کے قیدی بنے ہوئے ہیں۔ اس قید سے ہمیں صرف اور صرف ڈاکٹر مورسن ہی

آزاد کرا سکتے ہیں۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو پھر ہم اس قید سے کبھی آزاد نہیں ہو سکیں گے''...... روسیاہ کے سائنس دان ڈاکٹر فرنچوف نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ڈاکٹر مورسن نے کہا تھا کہ انہوں نے ایم ٹو سے اس اسپیس شپ کی بیٹریاں چارج کرنے والا چارجر حاصل کر لیا ہے اور بہت جلد وہ چارجر لے کر یہاں پہنچ جائیں گے۔ لیکن''...... شوگران کے سائنس دان ہوگوشاوا نے اسی انداز میں کہا۔

''وہ آئیں گے۔ ضرور آئیں گے۔ یہ ہماری زمین نہیں ہے کہ وہ زمینی راستے یا پھر کسی تیز رفتار طیارے سے اُڑتے ہوئے ہمارے پاس پہنچ جائیں گے اور انہیں تمام راستوں کو بخوبی علم ہو گا۔ یہ اسپیس ہے اور اسپیس میں کوئی راستہ بھی مخصوص نہیں ہوتا۔ ہماری بے احتیاطی اسپیس شپ کو کہیں سے کہیں پہنچا سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر مورسن کا اسپیس شپ کسی اور سمت میں چلا گیا ہو اور وہ ہمیں خلاء میں کسی اور جگہ تلاش کر رہے ہوں۔ دور نکل جانے کی وجہ سے ٹرانسمیٹر سگنلز آؤٹ آف رینج ہو گئے ہوں جس کی وجہ سے ان سے رابطہ نہ ہو رہا ہو''...... ڈاکٹر جبران نے کہا۔

''لیکن وہ آؤٹ آف رینج کیسے ہو سکتے ہیں۔ جس ٹرانسمیٹر پر ہماری ان سے بات ہوتی ہے اس میں باقاعدہ ایک سرچ ڈیوائس لگی ہوئی ہے جس سے وہ آسانی سے ہم تک پہنچ سکتے تھے''۔ شوگران کی ہی سائنس دان شی چی نے کہا جو ایک لیڈی سائنس

دان تھی۔

''یہ مت بھولیں لیڈی شی چی کہ ڈاکٹر مورسن نے ان د
اسپیس شپس میں سرچنگ کرنے والے نظام کو آف کر رکھا ہے
ہمارے اور ان کے اسپیس شپ کے بارے میں ڈاکٹر ایکس
اس کے اسپیس اسٹیشنز ایم ون اور ایم ٹو کے ماسٹر کمپیوٹرز کو بھی
سراغ نہ مل سکے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اب تک ڈاکٹر ایکس ہمیں پکڑ
کے لئے روبوٹس کی پوری فورس یہاں بھیج چکا ہوتا''...... ڈ
جبران نے منہ بنا کر کہا۔

''ڈاکٹر جبران ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ہم خلائی سائنس دان
ہیں۔ اس لئے نہ ہمیں اسپیس شپس اڑانے کا کوئی تجربہ ہے او
ہی ڈاکٹر مورسن کو انہوں نے اور ہم نے مل کر اسپیس شپس
تبدیلی کے جو کام کئے تھے ہو سکتا ہے کہ دونوں اسپیس شپس
ایسی تبدیلی ہو گئی ہو جس کی وجہ سے ہمارا اسپیس شپ خلاء
حادثے کا شکار ہو گیا تھا اور اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر مو
بھی راستہ بھٹک گئے ہوں''...... کرانس کے سائنس دان پروف
اوکارا نے ڈاکٹر جبران کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

''اس طرح تو وہ بھی ہماری طرح سے اسپیس میں بھٹک ر
ہوں گے''......ساتویں سائنس دان ڈاکٹر آرگس نے کہا۔ اس
تعلق کارمن سے تھا۔

''ہاں۔ چوبیس گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو چکا ہے۔ ان

ہمارا رابطہ بھی نہیں ہو رہا ہے اس کا تو یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ
خلاء میں کہیں بھٹک گئے ہیں اور انہیں ہمارے اسپیس شپ کا پتہ
نہیں چل رہا ہے''......نویں سائنس دان ڈاکٹر ہاوزک نے پریشانی
کے عالم میں کہا۔ ان کا تعلق گریٹ لینڈ سے تھا۔

''اوہ۔ مجھے تو لگ رہا ہے کہ ڈاکٹر مورسن بھی ہماری طرح خلاء
کے قیدی بن گئے ہیں''...... گریٹ لینڈ کے ہی دوسرے سائنس
دان سر ہومز نے کہا۔

''یہ بہت خطرناک صورتحال ہے۔ ہم اس اسپیس شپ میں اس
طرح بھٹکتے رہے تو موت ہمیں ایک دن انتہائی خوفناک انداز میں
دبوچ لے گی۔ گو کہ ہمارے پاس اپنی بھوک پیاس مٹانے کے لئے
وافر مقدار میں ٹی ایس گولیاں ہیں اور یہاں آکسیجن کی بھی کوئی کمی
نہیں ہے لیکن جب یہ گولیاں ختم ہو جائیں گی تو ہم کیا کریں گے۔
یہ گولیاں ہمیں زیادہ سے زیادہ چار سے پانچ ہفتوں تک ہی وٹامنز
اور پروٹین مہیا کر سکتی ہیں''...... لیڈی شی چی نے کہا۔

''مجھے ان گولیوں سے زیادہ ڈاکٹر ایکس کی فکر ہے۔ اگر ہم جلد
سے جلد زمین پر نہ گئے تو ڈاکٹر ایکس کے روبوٹس ہمیں تلاش کرتے
ہوئے یہاں آ جائیں گے اور اس بار ہم ڈاکٹر ایکس کے ہاتھ لگ
گئے تو وہ ہمارا انتہائی بھیانک حشر کرے گا''...... ڈاکٹر ہاوزک نے
خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''تو پھر کیا کیا جائے۔ ہم میں سے کوئی بھی ان اسپیس شپس کا

ایکسپرٹ نہیں ہے۔ اسپیس شپ کے مانیٹر سے ہمیں یہ ضرور
چل رہا ہے کہ اسپیس شپ کے کس حصے میں فالٹ ہے۔ اس
شپ کی مین بیٹریوں کی چند وائرز الگ ہوئی ہیں۔ ہم کوشش کر
تو ان وائرز کو باہر جا کر جوڑ سکتے ہیں۔ لیکن جو بیٹریاں ڈاؤن ہو
ہیں ہم انہیں چارج کیسے کریں گے۔ ان بیٹریوں کو چارج کر
کے لئے ہمیں مخصوص چارجر درکار ہو گا جو ڈاکٹر ایکس یا پھر ڈ
مورسن کے پاس ہے۔ جب تک ڈاکٹر مورسن وہ چارجر لے
یہاں نہیں آ جاتے ہیں ہم ان کا انتظار کرنے کے سوا کر بھی
سکتے ہیں''...... ڈاکٹر جبران نے کہا۔

''اگر یہ انتظار کبھی ختم نہ ہوا تو''...... ڈاکٹر بھاسکر نے کہا۔

''تو پھر یہی اسپیس شپ ہی ہمارا مدفون ہو گا''...... ڈاکٹر جبر
نے کہا۔

''اس سے تو بہتر تھا کہ ہم ڈاکٹر ایکس کے ایم ٹو میں ہی
کرتے رہتے۔ جب اس کا کام پورا ہوا جاتا تو وہ شاید ہمیں وا
اپنی دنیا میں جانے کی اجازت دے دیتا۔ لیکن اب ہم کہیں
نہیں رہے ہیں۔ اب نہ ہم ڈاکٹر ایکس کے ایم ٹو میں جا سکتے ہ
اور نہ واپس اپنی دنیا میں۔ اب ہمیں آخری سانسوں تک خلاء م
ہی رہنا پڑے گا بلکہ مرنے کے بعد بھی شاید ہماری لاشیں ا
اسپیس شپ میں خلاء میں بھٹکتی رہیں گی''...... ڈاکٹر فرنچوف
کہا۔ ان کے لہجے میں شدید مایوسی ٹپک رہی تھی۔

''ہمارے پاس ایسا کوئی سسٹم بھی نہیں ہے کہ ہم ڈاکٹر ایکس یا
ان کے دوسرے اسپیس شپس کے روبوٹس سے بات کر سکیں اور
ہمیں ایسی امید بھی نہیں رکھنی چاہئے کہ یہاں ہماری مدد کے لئے
کوئی آ سکتا ہے''...... لیڈی شی چی نے بھی مایوسی کے عالم میں
کہا۔

''مایوس ہونا گناہ ہے۔ ہمیں امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔
مجھے امید ہے کہ ہمارا یہاں سے نکلنے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ
ضرور بن جائے گا''...... ڈاکٹر جبران نے کہا۔

''کاش کہ آپ کی بات سچ ہو''...... ڈاکٹر بھاسکر نے ایک سرد
آہ بھر کر کہا۔

''اگر بیٹریوں کے وائرز ہم جوڑنے کی کوشش کریں تو کیا ہمارا
مسئلہ حل ہو سکتا ہے''...... اچانک کرانس کے سائنس دان ڈاکٹر
اوکارا نے کہا تو وہ سب چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔

''کیا مطلب''...... ڈاکٹر آرگس نے حیرت بھرے لہجے میں
پوچھا۔

''مانیٹر سکرین پر جن بیٹریوں کے وائرز ٹوٹنے کا کاشن ملا ہے
اگر ہم میں سے کوئی باہر جا کر انہیں جوڑ دے تو ہو سکتا ہے کہ ہم
اس اسپیس شپ کا کنٹرول سسٹم پھر سے آن کر لیں اور ہمیں یہاں
سے نکلنے کا موقع مل جائے''...... ڈاکٹر اوکارا نے کہا۔

''مانیٹر سکرین پر بیٹریاں ڈاؤن ہونے کا بھی کاشن آ رہا ہے۔

وائرز کو تو ہم جوڑ لیں گے لیکن ہم بیٹریاں کیسے چارج کریں گے
ڈاکٹر ہوگوشاوا نے منہ بنا کر کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ بیٹریوں میں اتنی پاور موجود ہو کہ وہ کنٹر
سسٹم کو آن کر دے۔ ایک بار اگر کنٹرول سسٹم آن ہو گیا
کنٹرول سسٹم سے پیدا ہونے والی پاور ان بیٹریوں کو بھی تو
چارج کر سکتی ہیں"...... ڈاکٹر اوکارا نے کہا۔

"اوہ ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ بیٹریاں ڈاؤن ضرور ہوئی ہیں
ڈیڈ نہیں۔ ان میں ابھی کچھ نہ کچھ پاور ضرور باقی ہو گی اگر بیٹریو
میں تھوڑی سی بھی پاور باقی ہوئی تو ہم اس سے کنٹرولنگ سسٹم ضر
آن کر سکتے ہیں اور جس طرح سے عام گاڑیوں کو دھکا دے
سٹارٹ کیا جاتا ہے اسی طرح اگر ہم کنٹرول سسٹم کو جھٹکوں ۔
سٹارٹ کریں گے تو اس سے اسپیس شپ بھی جھٹکوں سے آ
بڑھے گا اور اس کے آگے بڑھنے کا مطلب یہی ہو گا جیسے ا
پیچھے سے دھکیلا جا رہا ہو ایسی صورت میں اسپیس شپ کی مشینر
سٹارٹ ہو سکتی ہے اور ایک بار مشینری سٹارٹ ہو گئی تو پھر یہ اسپیس
شپ دوبارہ ہمارے کنٹرول میں آ جائے گا"...... ڈاکٹر ریونڈ ۔
کہا۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اسپیس شپ کی بیٹریاں عقبی حصے میں لگ
ہوئی ہیں اور اس کے لئے ہمیں باہر جانا پڑے گا"...... لیڈی شو
چی نے کہا۔

"یہ کام ہم میں سے ہی کسی کو کرنا پڑے گا۔ یہاں رک کر اور
ل سسک کر مرنے سے تو بہتر ہے کہ ہم زندہ رہنے کی کوشش
تے ہوئے ہلاک ہوں۔ اگر ہماری موت خلاء میں ہی ہونی ہے
ہم اس ہونی کو تو کسی بھی صورت میں نہیں ٹال سکتے"...... ڈاکٹر
ان نے کہا۔

"تو کیا آپ جائیں گے اسپیس شپ سے باہر"...... ڈاکٹر
سکر نے گھبراہٹ بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میرے اکیلے جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا وائرز جوڑنے
کے لئے دو افراد کی ضرورت ہو گی"...... ڈاکٹر جبران نے کہا۔

"وہ تو آپ کے ساتھ میں بھی چلا جاؤں گا لیکن ہم باہر خود کو
سنبھالیں گے کیسے۔ اسپیس شپ آف ہونے کے باوجود اسپیس
میں تیزی سے تیرتا ہوا جا رہا ہے۔ ہمارے پاس رسیاں تو ہیں نہیں
کہ ہم خود کو باندھ کر رکھ سکیں۔ ہماری ذرا سی غلطی ہمیں اس اسپیس
شپ سے دور لے جائے گی اور پھر ہماری واپسی کا کوئی چانس باقی
نہیں رہے گا"...... ڈاکٹر ہاوزک نے کہا۔

"جو بھی ہے۔ اسپیس شپ کے چاروں طرف ہولڈنگ راڈز
لگے ہوئے ہیں۔ ہم ان ہولڈنگ راڈز کو پکڑتے ہوئے اور ان پر
ہ جماتے ہوئے عقب میں جا سکتے ہیں۔ ہمیں صرف یہ احتیاط
کرنی پڑے گی کہ ہمارے ہاتھوں سے ہولڈنگ راڈز نہ
چھوٹیں"...... ڈاکٹر جبران نے کہا۔

''دیکھ لیں اگر آپ کوشش کر سکتے ہیں تو ضرور کریں
ہونے سے کچھ ہو جائے وہ اچھا ہوتا ہے''...... ڈاکٹر فرنج
کہا۔
''تو پھر آئیں ڈاکٹر ہاؤزک۔ ہم ایک کوشش تو کر
ہیں۔ اگر ہم آسانی سے اسپیس شپ کے عقبی حصے میں پ
ٹھیک ہے ورنہ واپس آجائیں گے''...... ڈاکٹر جبران نے کہ
''چلیں۔ سر ہومز آپ ہمیں ٹول کِٹ دے دیں۔
ڈاکٹر جبران باہر جا کر وائرز جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں
ہے کہ واقعی ہمارا مسئلہ حل ہو جائے اور ہمارا اسپیس شپ
آرڈر میں آجائے''...... ڈاکٹر ہاؤزک نے کہا تو سر ہومز نے
میں سر ہلایا اور انہوں نے اپنی سیٹ کے ساتھ لگا ہوا ا
پریس کیا تو اچانک ان کا جسم ہلکا پھلکا ہو گیا اور انہوں نے
سیٹ بیلٹ کھولی ان کا جسم سیٹ سے یوں اوپر اٹھ گیا جیسے
غبارہ اوپر اٹھ جاتا ہے۔ وہ سب جن سیٹوں پر بیٹھے ہو۔
ان سیٹوں میں کشش ثقل جیسی ریز موجود تھی جس کی وجہ
سب اطمینان سے اپنی سیٹوں پر جم کر بیٹھے رہ سکتے تھے۔ ڈا
اسپیس شپ میں لگے ہولڈنگ راڈز پکڑتے ہوئے اسپیس شہ
عقبی حصے کی طرف تیرتے چلے گئے۔ عقب میں جا کر انہو
ہینڈل گھما کر اسپیس شپ کا کیبن نما حصہ کھولا اور اس میں
چلے گئے۔

ڈاکٹر جبران اور ڈاکٹر ہاؤزک نے بھی اپنی سیٹ بیلٹیں کھول
لیں اور وہ بھی اوپر اٹھ آئے تھے اور انہوں نے بھی مڑ کر عقبی
حصے کی طرف تیرنا شروع کر دیا جس طرف سر ہومز گئے تھے۔
''ہم آپ کے لئے دعا گو رہیں گے ڈاکٹر جبران، ڈاکٹر
ہاؤزک''...... لیڈی شی چی نے کہا تو ان دونوں نے مسکراتے ہوئے
اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر وہ دونوں اسی کیبن میں داخل ہو گئے
جہاں سر ہومز گئے تھے۔
''مجھے تو اب یہ دونوں واپس آتے ہوئے دکھائی نہیں
دے رہے''...... ڈاکٹر بھاسکر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
''منہ اچھا نہ ہو تو بات تو اچھی کرنی چاہئے''...... لیڈی شی چی
نے [illegible] بنا کر کہا۔
''آپ خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہیں۔ میں نے تو ایک جنرل سی
بات کی ہے۔ جب تک ہم اسپیس شپ میں ہیں محفوظ ہیں۔
اسپیس شپ سے باہر جانا میرے خیال میں حماقت کے سوا اور کچھ
نہیں ہے''...... ڈاکٹر بھاسکر نے کہا۔
''وہ صرف اپنے لئے نہیں ہم سب کے لئے گئے ہیں۔ ہمیں
بھی ان کے لئے بری نہیں بلکہ اچھی سوچ رکھنی چاہئے''...... ڈاکٹر
فرنچ نے کہا تو ڈاکٹر بھاسکر نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔
ڈاکٹر جبران اور ڈاکٹر ہاؤزک جب دوسرے کمرے میں آئے تو
انہوں نے سر ہومز کو اپنے کاندھوں پر آکسیجن سلنڈر باندھتے اور

سر پر شیشے کا بڑا سا گلوب چڑھاتے ہوئے دیکھا۔
"ارے سر ہومز آپ کیوں تیار ہو رہے ہیں۔ آپ ہمیں
ٹول کِٹ دے دیں۔ ہم باہر جا کر سارا کام کر لیں گے"۔
جبران نے کہا۔
"نہیں ڈاکٹر جبران۔ آپ یہیں رکیں۔ میں اور ڈاکٹر
باہر جا کر ان بیٹریوں کو چیک کریں گے۔ میں اور ڈاکٹر
جانتے ہیں کہ بیٹریاں اسپیس شپ کے کس حصے میں ہیں او
کے کون کون سے وائر ایڈجسٹ کرنے ہیں۔ کیوں
ہاؤزک"...... سر ہومز نے کہا۔
"یس ڈاکٹر جبران۔ سر ہومز ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ جب ہم
اسپیس شپ میں فرار ہونے والے تھے تو میں نے اور سر ہومز
ہی اس اسپیس شپ کی جانچ پڑتال کی تھی اور ہم نے اسپیس
کا وہ حصہ بھی کھول کر دیکھا تھا جہاں بیٹریاں لگی ہوئی ہیں۔
بیٹریوں کے وائرز اور ان کی ایڈجسٹمنٹ پر ہم نے خصوصی توج
تھی اس لئے اگر میں اور سر ہومز جائیں تو زیادہ مناسب ہو گا
مجھے آپ کو سمجھانے اور آپ سے کام لینے میں خاصی دقت کا
کرنا پڑے گا"...... ڈاکٹر ہاؤزک نے کہا تو ڈاکٹر جبران نے ا
میں سر ہلا دیا۔
"ٹھیک ہے۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں"...... ڈاکٹر جبران
کہا تو سر ہومز کے کہنے پر کیبن کے ایک حصے سے ڈاکٹر ہاؤ

بھی آکسیجن سلنڈر نکال کر اپنے کاندھوں پر لادا اور پھر انہوں
بھی سر ہومز جیسا شیشے کا بنا ہوا بڑا سا گلوب پہن لیا۔ ان سب
پہلے ہی خلائی لباس پہنے ہوئے تھے اس لئے گلوب گردن کے
اس لباس میں مخصوص حصوں کے ساتھ ایڈجسٹ ہو گیا تھا۔ سر
ے ہاتھ میں ایک ٹول کِٹ تھی۔ وہ دونوں سائیڈ کے
ازے کی طرف بڑھے۔ یہ ایئر ٹائٹ دروازہ تھا۔ جس کی
ری طرف ایک اور کیبن بنا ہوا تھا اور اس کیبن کے دوسری
ل بیرونی دروازہ تھا جہاں سے وہ باہر نکل سکتے تھے۔
سر ہومز کے کہنے پر ڈاکٹر جبران نے سائیڈ کی دیوار پر لگا ہوا
بٹن پریس کیا تو سرر کی آواز کے ساتھ کیبن کا دروازہ کھل گیا۔
کیبن اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں دو افراد سے زیادہ افراد کھڑے
ہو سکتے تھے۔ سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک جب کیبن میں داخل
ے تو انہوں نے اشارے سے ڈاکٹر جبران کو کیبن کا دروازہ بند
کرنے کا کہا تو ڈاکٹر جبران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے
کیبن کا دروازہ بند کر دیا۔ جیسے ہی کیبن کا دروازہ بند ہوا سر ہومز
اور ڈاکٹر ہاؤزک نے اپنے رخ موڑ کر دوسرے دروازے کی جانب
لئے جس سے وہ اسپیس شپ سے باہر نکل سکتے تھے۔
سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک نے جو شیشے کے گلوب پہن رکھے تھے
ان میں سے وہ نہ صرف آسانی سے سانس لے سکتے تھے بلکہ ان
میں سپیکر اور مائیک بھی لگے ہوئے تھے جن سے وہ ایک

دوسرے کی بات سن بھی سکتے تھے اور بات کر بھی سکتے تھے۔

''چلیں''...... ڈاکٹر ہاؤزک نے سر ہومز کی طرف استـ
نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یس ڈاکٹر ہاؤزک۔ دروازہ کھول دو''...... سر ہومز نے
ڈاکٹر ہاؤزک نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر انہوں نے د
طرف لگا ہوا ایک راڈ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے دروازے
سائیڈ پر لگا ہوا ایک ہینڈل پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے نیچے کھینچ
جیسے ہی انہوں نے ہینڈل نیچے کیا سرر کی آواز کے ساتھ د
دروازہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر دائیں بائیں دیواروں میں دھنسـ
گیا۔ دروازہ کھلا تو انہیں ایک زور دار جھٹکا سا لگا وہ دونوں پیچھـ
طرف گرتے گرتے سنبھل گئے۔ ان دونوں نے ہی سائیڈ کے
پکڑ رکھے تھے ورنہ جس بری طرح سے انہیں جھٹکا لگا تھا وہ
قوت سے پیچھے دروازے سے ٹکرا کر الٹ سکتے تھے۔

''چلو۔ باہر چلو''...... سر ہومز نے کہا تو ڈاکٹر ہاؤزک
اثبات میں سر ہلایا اور انہوں نے دروازے کے باہر لگا ہوا
راڈ پکڑا اور لہراتے ہوئے باہر نکل گئے۔ باہر آتے ہی ان کے
اوپر کی طرف اٹھے لیکن انہوں نے فوراً خود کو سنبھال لیا اور دوسر
ہاتھ سے بھی راڈ پکڑ لیا۔ اسپیس شپ کے چاروں طرف لمبے
راڈز لگے ہوئے تھے جن سے اس اسپس شپ کے مختلف حصوا
جوڑا گیا تھا۔ یہ راڈز اسپیس شپ کے عقبی حصے سے ہوتے ہو

لی طرف جاتے تھے اور ان کا اسپیس شپ چونکہ بیضوی شکل
اس لئے راڈز اسپیس شپ کی دیواروں کے ساتھ جڑے
نہیں تھے بلکہ دیواروں سے قدرے فاصلے پر تھے جو فولاد کے
اور تین انچ قطر کے پائپوں جتنے موٹے تھے۔ یہ چونکہ چار
چھ فٹ کے فاصلے پر لگے ہوئے تھے اس لئے دونوں
دان انہیں آسانی سے پکڑ بھی سکتے تھے اور پاؤں رکھ کر ان
گے بھی بڑھ سکتے تھے۔

اکٹر ہاؤزک نے اوپر موجود ایک راڈ پکڑا اور اس نے نیچے
دوسرے راڈ پر اپنے پاؤں جما لئے اور پھر وہ آہستہ آہستہ
شپ کے پچھلے حصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا۔ اس کے
جاتے ہی سر ہومز بھی اسپیس شپ سے باہر نکل آئے اور
ں نے بھی ڈاکٹر ہاؤزک کی طرح ایک راڈ پکڑا اور دوسرے راڈ
پاؤں رکھتے ہوئے دوسرے راڈ پر آ گئے اور انہوں نے ہاتھ
ر اسپیس شپ کا دروازہ بند کر دیا اور پھر وہ ڈاکٹر ہاؤزک کے
چلنے لگے۔ انہوں نے ٹول کِٹ کمر اور پیٹ پر موجود بیلٹ
کا لی تھی۔ اسپیس شپ چونکہ خلاء میں تیزی سے آگے تیرتا جا
تھا اس لئے انہوں نے اپنے جسم اسپیس شپ کے ساتھ لگا
ے تھے اور دھیرے دھیرے اسپیس شپ کی ٹیل کی طرف کھسکتے
ہے تھے۔ ابھی وہ ٹیل کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اچانک ان
کاڈ برز میں موجود اسپیکروں میں ڈاکٹر جبران کی آواز سنائی دی۔

''سر ہومز، ڈاکٹر ہاؤزک۔ آپ دونوں خیریت سے
نا''...... اچانک انہیں ایک ساتھ ڈاکٹر جبران کی گھبرائی ہو
سنائی دی جنہوں نے اسپیس شپ کے اندر سے مائیک پر
رابطہ کیا تھا۔

''ہاں ہم ٹھیک ہیں۔ لیکن آپ کی آواز میں گھبراہٹ
ہے''...... سر ہومز نے کہا۔

''میں نے آپ کو یہ بتانے کے لئے رابطہ کیا ہے کہ وہا
سے ہمیں چھوٹے چھوٹے شہاب ثاقب کا بہت بڑا جمگھٹا
دے رہا ہے اور ہمارا اسپیس شپ بھی تیزی سے اسی ج
جانب بڑھا جا رہا ہے۔ آپ فی الحال بیٹریوں کو بھول جا
جلد سے جلد واپس شپ میں آ جائیں۔ شہاب ثاقبوں کے
سے اسپیس شپ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اگر کوئی
ثاقب آپ دونوں میں سے کسی کو لگ گیا تو اس سے بڑا نقص
سکتا ہے''...... ڈاکٹر جبران نے پریشانی کے عالم میں کہا اور
بات سن کر سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کے چہرے پر تشویش
تاثرات نمایاں ہو گئے۔

''کتنے فاصلے پر ہے شہاب ثاقبوں کا جمگھٹا''...... سر ہو
پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

''زیادہ دور نہیں ہے۔ آپ بس جلد واپس آ جائیں''......
جبران کی آواز سنائی دی۔ سر ہومز نے راڈز دونوں ہاتھوں

ڈلی سے پکڑے اور سر پیچھے کر کے اسپیس شپ کی اگلی طرف
دیکھنے لگے۔ دوسرے لمحے ان کے چہرے پر شدید پریشانی کے
تاثرات ابھر آئے۔ انہیں سامنے سیاہ رنگ کے شہاب ثاقبوں کے
چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا ایک بہت بڑا جمگھٹا دکھائی دیا۔ اسپیس
شپ واقعی تیزی سے اس جمگھٹے کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

''اوہ۔ جلدی واپس چلو ڈاکٹر ہاؤزک۔ شہاب ثاقب زیادہ دور
نہیں ہیں''...... سر ہومز نے چیختے ہوئے کہا۔ ان کی بات سن کر
ڈاکٹر ہاؤزک کے چہرے پر بھی گھبراہٹ کے آثار دکھائی دینے
لگے۔ سر ہومز نے تیزی سے واپس دروازے کی جانب بڑھنا شروع
کر دیا۔ ابھی وہ دروازے کے نزدیک پہنچے ہی تھے کہ اچانک
شائیں شائیں کی تیز آوازوں کے ساتھ ان کے ارد گرد سے سیاہ
رنگ کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں سے گزرتی چلی تھیں۔ ان میں سے کئی
کنکریوں جیسے شہاب ثاقب کے ٹکڑے اسپیس شپ سے بھی ٹکرائے
تھے اور ان ٹکڑوں کے ٹکرانے سے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوتا اور
چنگاریاں سی پیدا ہوتیں۔

کنکریوں جیسے سیاہ ٹکڑوں کو شائیں شائیں کی آوازوں کے
ساتھ اپنے قریب سے گزرتے دیکھ کر سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کے
رنگ اُڑ گئے اور وہ راڈز اور اسپیس شپس کی دیواروں کے ساتھ
چپک سے گئے۔ اسپیس شپ چند ہی لمحوں میں شہاب ثاقب کے
جمگھٹے میں داخل ہو گیا تھا اور اب سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کو مسلسل

شائیں شائیں کی تیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کنکر اس تیزی
سے ان کے قریب سے گزر رہے تھے کہ انہیں اب راڈز اور اسپیس
شپ کی دیواروں سے الگ ہونے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی
وہ چھپکلیوں کی طرح دیواروں سے چپک گئے تھے۔

شروع شروع میں کنکروں کی تعداد زیادہ نہیں تھی لیکن اسپیس
شپ جوں جوں آگے بڑھتا جا رہا تھا شائیں شائیں تیز ہوتی
رہی تھی اب چھوٹی کنکریوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے پتھر بھی
رہے تھے اور ان کے اسپیس شپ سے ٹکرانے سے اور تیز دھماکے
ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر ایکس نے شاید یہ اسپیس شپ
ایسے ہارڈ میٹل سے بنوایا تھا جس پر ان جیسے چھوٹے بڑے شہاب
ثاقبوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا ورنہ اسپیس میں موجود شہاب ثاقب
کی ایک کنکری بھی کسی اسپیس شپ سے ٹکرا جائے تو اس سے
اسپیس شپ تباہ ہو جاتا تھا۔ اسی لئے زمین سے جانے والے خلائی
جہاز خاص طور پر ایسے روٹس کا انتخاب کرتے تھے جہاں شہاب
ثاقبوں کے ہونے کا احتمال ہی نہ ہو۔

اسپیس شپ کے اندر سے ڈاکٹر جبران چیخ چیخ کر انہیں اسپیس
شپ کے اندر آنے کا کہہ رہے تھے لیکن شہاب ثاقب ان کے
قریب سے تیزی سے گزر رہے تھے جن کی شائیں شائیں
آوازیں اس قدر تیز تھیں کہ سپیکر گلوبز کے اندر ہونے کے باوجود
ان دونوں کو ڈاکٹر جبران کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

کچھ دیر تک اسپیس شپ شہاب ثاقب کے جمگھٹے سے گزرتا رہا
پھر اچانک شائیں شائیں کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ سر ہومز اور
ڈاکٹر ہاؤزک نے جب محسوس کیا کہ ان کا اسپیس شپ شہاب
ثاقبوں کے جمگھٹے سے نکل گیا ہے تو سر ہومز نے ڈرتے ڈرتے اپنا
سر گھمایا اور ایک بار پھر فرنٹ کی طرف دیکھنے لگے۔ سر ہومز نے سر
گھمایا ہی تھا کہ ایک شہاب ثاقب کا ٹکڑا گولی کی رفتار سے ان
کے سر پر چڑھے ہوئے گلوب سے ٹکرایا۔ ایک زور دار چھناکا ہوا
اور شیشے کا بنا ہوا گلوب پھٹ کر بکھرتا چلا گیا۔ جیسے ہی گلوب پھٹا سر
ہومز کے حلق سے ایک زور دار چیخ نکلی اور انہیں یوں محسوس ہوا
جیسے اچانک ان کی گردن میں پھندہ سا پڑ گیا ہو۔ دوسرے لمحے ان
کا رنگ پہلے سرخ ہوا اور پھر سیاہ ہوتا چلا گیا۔ ان کے ہاتھ راڈ
سے چھوٹ گئے تھے وہ الٹنے ہی لگے تھے کہ ڈاکٹر ہاؤزک نے چیختے
ہوئے اچانک جھپٹ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

ڈاکٹر ہاؤزک نے سر ہومز کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ اسی لمحے یکے
بعد دیگرے کئی شہاب ثاقب کے ٹکڑے آئے اور سر ہومز اور ڈاکٹر
ہاؤزک کے جسموں سے ایک ساتھ ٹکرائے۔ خلائی لباس میں ہونے
کے باوجود ڈاکٹر ہاؤزک کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم کے
مختلف حصوں میں مشین گن کی کئی گولیاں گرم سلاخوں کی طرح اتر
گئی ہوں۔ ان کے منہ سے ایک دلدوز چیخ نکلی اور ان کے ہاتھ
سے نہ صرف سر ہومز کا ہاتھ چھوٹ گیا بلکہ انہوں نے جس ہاتھ

سے راڈ پکڑ رکھا تھا وہ بھی چھوٹ گیا۔ دوسرے لمحے وہ
اسپیس شپ سے الگ ہوئے اور بجلی کی سی تیزی سے خلا
الٹتے پلٹتے چلے گئے۔ ان کا اسپیس شپ آن نہ ہونے کے
ان سے نہایت تیز رفتاری سے دور ہوتا چلا گیا۔ سرہومز تو
کے ٹوٹتے ہی ہلاک ہو گئے تھے اور ڈاکٹر ہاؤزک جن کے
گلوب موجود تھا ان کے چہرے پر انتہائی تکلیف اور اذیـ
ساتھ ساتھ موت کا خوف طاری ہو گیا تھا اور وہ خلاء میں
طرح سے ہاتھ پیر مارتے ہوئے دور جاتے ہوئے اسپیس شہ
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہ گئے۔

عمران آپریشن تھیٹر سے نکلا تو اس کے چہرے پر مایوسی کے
تاثرات نمایاں نظر آ رہے تھے۔
آپریشن تھیٹر کے باہر سیکرٹ سروس کے ممبران کے ساتھ اماں بی
بھی موجود تھیں جو ایک بنچ پر بیٹھی تسبیح ہاتھ میں لئے مسلسل ورد کر
رہی تھیں۔ عمران جیسے ہی آپریشن تھیٹر سے باہر آیا۔ جولیا، صفدر اور
باقی سب چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگے اور تیزی سے اس کی
طرف لپکے۔ ان سب کو جولیا نے کال کر کے وہاں بلایا تھا۔ تنویر کی
حالت کے بارے میں چوہان اور خاور نے انہیں ساری تفصیل بتا
دی تھی جسے سن کر وہ سب پریشان ہو کر رہ گئے تھے۔ جولیا کو بھی
ساری تفصیل ان دونوں سے ہی معلوم ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ
بہت زیادہ پریشان تھی۔ ان سب کے ساتھ وہاں کراسٹی بھی موجود
تھی جو پچھلے کئی ماہ سے ایکریمیا میں اپنے بھائی سی کاک کے پاس

نجی کام کے سلسلے میں گئی ہوئی تھی۔ وہ اب واپس لوٹ آئی
کراسٹی کا یہاں اپنا بھی فلیٹ تھا لیکن وہ چونکہ کئی ماہ بعد لوٹی
اس لئے وہ اپنے فلیٹ میں جانے کی بجائے جولیا کے پاس چلی
تھی اور پچھلے کئی روز سے جولیا کے ساتھ ہی رہ رہی تھی۔ ج
کراسٹی کو اپنے ساتھ کوٹھی نہیں لے گئی تھی۔ اس لئے وہ فلیٹ
اکیلی تھی۔ اماں بی کے ساتھ ہسپتال جاتے ہوئے جولیا نے کچھ
کے لئے سیل فون آن کر کے کراسٹی کو کال کر کے اسے تنویر
بارے میں بتا دیا تھا تو کراسٹی نے بھی فاروقی ہسپتال پہنچنے میں
نہیں لگائی تھی اور اب وہ ان سب کے ساتھ ہی تھی۔

عمران جولیا اور اماں بی سے پہلے ہسپتال پہنچ گیا تھا اور اس ـ
ڈاکٹر فاروقی سے کہہ کر تنویر کو ایک بار پھر روم سے آپریشن تھیٹر می
شفٹ کرا لیا تھا تا کہ وہ اس کے دماغ کا خود جائزہ لے سکے او
ضرورت پڑنے پر اس کے دماغ کا آپریشن کر سکے۔

عمران، ڈاکٹر فاروقی کے ساتھ کافی دیر تک آپریشن تھیٹر میں ر
تھا اور اس نے تنویر کے دماغ کا آپریشن بھی کیا تھا۔ وہ کافی حا
تک تنویر کے دماغ کی بند رگیں کھولنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔
عمران نے چند سائنسی آلات بھی وہاں منگوائے تھے جن کی مدد سے
اس نے تنویر کے دماغ کی اسکیننگ کی تھی اور اس اسکیننگ سے
عمران کا خدشہ درست ثابت ہو گیا تھا کہ تنویر کے دماغ پر ریڈیائی
لہروں کا اٹیک ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کا دماغ متاثر ہوا تھا اور

اس کے ہوش میں آنے کے امکانات واقعی بے حد کم ہو گئے تھے۔
عمران نے تنویر کے دماغ کا جس حد تک آپریشن کیا تھا اس سے
تنویر کی زندگی کے چانس کافی حد تک بڑھ گئے تھے لیکن عمران بھی
اپنی کوششوں کے باوجود تنویر کے سوئے ہوئے دماغ کو نہیں جگا سکا
تھا جس کی وجہ سے وہ بھی ڈاکٹر فاروقی کی طرح مایوس سا ہو کر رہ
گیا تھا۔

"کیا ہوا عمران صاحب۔ تنویر ٹھیک تو ہو جائے گا نا"...... صفدر
نے عمران کی جانب بے چینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے ڈاکٹر فاروقی کے ساتھ مل کر
تنویر کو ہوش میں لانے کی بہت کوشش کی تھی لیکن"...... عمران نے
ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے لیکن کہنے پر ان سب
کے چہروں پر تشویش کے سائے لہرانا شروع ہو گئے۔ عمران کے
چہرے پر موجود مایوسی نے انہیں پہلے ہی باور کرا دیا تھا کہ وہ کوئی
خوشی کی خبر نہیں لایا ہے۔

"لیکن کیا"...... چوہان نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پریشانی سے
بھرپور لہجے میں پوچھا۔

"اس کی کنڈیشن وہی ہے۔ وہ بے ہوش ہے اور اس کے ہوش
میں آنے کا ابھی کوئی امکان نہیں ہے"...... عمران نے جواب دیا تو
ان سب کے چہرے ست گئے۔

"کیا تمہارے آپریشن کرنے کے باوجود یہ کنفرم نہیں ہے کہ

اسے کب تک ہوش آئے گا"...... جولیا نے کہا جو ان سب کو
کر عمران کے قریب آ گئی تھی۔

"نہیں۔ اس کے دماغ میں ریڈیائی لہروں کا اثر ہو گیا۔
ریڈیائی لہروں نے اس کے دماغ کے ساتھ اس کے جسمانی نظا
بھی خاصا متاثر کیا تھا لیکن اس کا جسمانی نظام تو کافی حد تک ٹ
ہو گیا ہے لیکن میں اس کے دماغ میں موجود ریڈیائی لہروں کا جا
نہیں توڑ سکا ہوں۔ البتہ میں اس حد تک اس کی مدد کر سکا ہوں
وہ ممکنہ موت کے منہ سے باہر آ گیا ہے۔ اسے ہوش میں لانے
کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اگر اسے زبردستی ہوش میں لانے کی کوشش
کی گئی تو اس کا برین ہیمبرج ہو سکتا ہے اس لئے میں نے اسے ا
حالت میں چھوڑ دیا ہے جس حالت میں وہ تھا"...... عمران ۔
جواب دیا۔

"تب پھر اسے کب ہوش آئے گا"...... جولیا نے مایوس اندا
میں کہا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ڈاکٹر فاروقی نے بھی کہا تھا اور میں بھ
یہی کہوں گا کہ اسے ایک گھنٹے میں بھی ہوش آ سکتا ہے۔ ہوش میں
نہ آنے کی صورت میں وہ برسوں اسی حالت میں بھی پڑا رہ سکت
ہے"...... عمران نے جواب دیا تو ان سب کے چہرے لٹک گئے۔

"تو کیا تم کہنا چاہتے ہو کہ اب تنویر ہمارے ساتھ کام نہیں
کرے گا"...... جولیا نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

وہ ہوش میں آئے گا تب ہی ہمارے ساتھ کام کرے گا نا۔
اسے ہوش ہی نہیں آئے گا تو وہ بے چارہ کیا کر سکتا
...... عمران نے جواب دیا۔

"تنویر کے ساتھ یہ سب کچھ ہو گا اس کے بارے میں ہم نے
میں بھی نہیں سوچا تھا۔ وہ ہمارا بہترین ساتھی ہے اور اس
ہم ادھورے ہو کر رہ جائیں گے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔ جب تک تنویر ہوش میں نہیں آ جاتا اس وقت تک ہمیں
کی کمی کا احساس شدت سے رہے گا"...... صدیقی نے کہا۔

"اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر فاروقی جیسے سینئر ڈاکٹر اور
ان صاحب نے تنویر کے لئے جو کچھ کیا ہے اس سے زیادہ کون
کر سکتا ہے"...... خاور نے کہا۔

"کیا دنیا میں ایسا کوئی ڈاکٹر نہیں ہے جو تنویر کو کسی طرح سے
میں لا سکے"...... چوہان نے پوچھا۔

"ایک ڈاکٹر ہے۔ وہ چاہے تو اگلے پل ہی تنویر ہوش میں آ سکتا
"...... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کون ہے وہ۔ مجھے اس کا پتہ بتاؤ۔ میں اسے دنیا کے کسی
کونے سے ڈھونڈ لاؤں گی"...... جولیا نے فوراً کہا۔

"وہ ڈاکٹر دنیا کے ہر حصے، ہر کونے اور ہر جگہ موجود ہے۔
بس دل کی گہرائیوں سے پکارنا پڑتا ہے اور اس کے سامنے دعا
لئے ہاتھ اٹھانے پڑتے ہیں پھر وہ ہر ایک کی سن لیتا ہے اور

تنویر تو محض بے ہوش ہے۔ وہ ذات چاہے تو مردوں میں
روح پھونکنے پر قادر ہے اور وہ ڈاکٹروں کا سب سے بڑا
مسیحا اللہ ہے۔ وہ اللہ جو اس ساری دنیا، ساری کائنات
خالق و مالک ہے۔ اس سے دعا کرو کہ جس طرح سے
تنویر کو نئی زندگی بخشی ہے اسی طرح سے اس کی دماغی حا
ٹھیک کر دے۔ اگر وہ چاہے تو اگلے ہی پل تنویر نیند
تاریکیوں سے نکل کر روشنی کی دنیا میں واپس آ سکتا ہے“...
نے کہا۔

”مطلب یہ کہ سوائے اللہ کے اور کوئی تنویر کی حال
سدھار سکتا“...... نعمانی نے کہا۔

”نہیں۔ میں اپنی ہر ممکن کوشش کر چکا ہوں۔ تنویر
کے یکے بعد دیگرے دو آپریشن ہوئے ہیں اور اب اگر
سرجن نے اس کے دماغ کو معمولی سا بھی ٹچ کرنے کی کوش
تنویر کی جان بچنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گی“...... عم
جواب دیا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔ بنچ پر بیٹھی ہوئی
پریشان نظروں سے ان سب کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

”کیا ہوا ہے۔ کوئی مجھے بھی کچھ بتائے گا“...... اماں
ان کی جانب دیکھتے ہوئے تیز آواز میں پوچھا تو وہ سب چ
ان کی جانب دیکھنے لگے۔ پھر عمران اور وہ سب تیزی سے
جانب لپکے۔

”کچھ نہیں اماں بی۔ آپ کی دعاؤں سے تنویر کی حالت اب
ے سے باہر ہے۔ وہ ابھی بے ہوش ہے۔ جب اسے ہوش آ
ے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا“...... عمران نے آگے بڑھ کر
ں بی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”اللہ پاک کا شکر ہے۔ اس نے میری دعا سن لی اور ایک بچے
ی زندگی عطا کر دی ہے۔ اس پروردگار کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ وہ
ا بے نیاز ہے“...... اماں بی نے فوراً سر اٹھا کر اللہ کا شکر بجا لانا
ع کر دیا۔

”اماں بی۔ آپ کافی دیر سے ہمارے ساتھ موجود ہیں۔ آپ
ا اپنی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ آپ عمران صاحب کے ساتھ
ھر چلی جائیں اور جا کر آرام کریں“...... صفدر نے آگے بڑھ کر
اں بی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تمہارا نام صفدر ہے نا“...... اماں بی نے اس کی طرف غور
ے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”جی ہاں اماں بی۔ میں صفدر ہوں۔ صفدر سعید“...... صفدر نے
ات میں سر ہلا کر کہا۔

”کیا اب واقعی تمہارے بھائی تنویر کی حالت خطرے سے باہر
“...... اماں بی نے پوچھا۔

”جی ہاں اماں بی۔ وہ ٹھیک ہے۔ اس کی زندگی کو اب کوئی
نہیں ہے۔ بس وہ بے ہوش ہے اور اب ہمیں اس کے ہوش

میں آنے کا انتظار ہے''...... صفدر نے جواب دیا۔
''شکر ہے۔شکر ہے''...... اماں بی نے کہا۔
''اماں بی۔ گھر چلیں''...... عمران نے پوچھا۔
''ہاں چلو۔ لیکن وہ تنویر کی دیکھ بھال کے لئے یہاں کوا
گا''...... اماں بی نے پوچھا۔
''اس کی دیکھ بھال اس ہسپتال کے ڈاکٹر کریں گے اما
یہ ڈاکٹر فاروقی صاحب کا ہسپتال ہے اور آپ ڈاکٹر
صاحب کو جانتی ہیں وہ اپنے ہر مریض کا اپنوں سے بڑھ
رکھتے ہیں''...... عمران نے جواب دیا۔
''ہاں ہاں۔ ڈاکٹر فاروقی واقعی بے حد نیک ڈاکٹر ہے۔
اس وقت تک مریض کا خیال رکھتا ہے جب تک مریض رو
ہو کر اپنے گھر نہ چلا جائے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے ڈاکٹر فا
بھروسہ ہے۔ اس کی نگرانی میں تنویر جلد ٹھیک ہو جائے گا''...
بی نے کہا۔
''جی اماں بی''...... عمران نے کہا۔
''تو چلو۔ سب میرے ساتھ چلو۔ یہ سب پاکیزہ ـ
ہیں۔ میں ان سب سے بھی بات کر لیتی ہوں''...... اماں بی
اور وہ سب چونک پڑے جبکہ عمران کے چہرے پر ایک
بوکھلاہٹ ناچنے لگی۔
''نہیں اماں بی۔ ابھی رہنے دیں۔ ابھی ان کے ب

ٹھیک نہیں ہے۔ جب وہ ٹھیک ہو جائے گا تب آپ ان سے
کر لیں''...... عمران نے فوراً کہا۔
''نہیں نہیں۔ نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہئے۔ ایک بھائی
ہے تو کیا ہوا۔ پاکیزہ کے چھ اور بھائی بھی تو ہیں۔ اگر ان کی
رضامندی ہوئی تو میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر آج ہی عمل کرا
دوں گی ورنہ ان سب کی جو مرضی ہو گی وہی ہو گا''...... اماں بی
ابھی تک اپنے فیصلے پر اڑی ہوئی تھیں۔
صفدر اور باقی سب حیران تھے کہ اماں بی کس پاکیزہ کی بات کر
رہی ہیں اور وہ کس فیصلے کی بات کر رہی ہیں جبکہ اماں بی کی بات
سن کر جولیا فوراً ایک طرف ہٹ گئی تھی۔
''صفدر بیٹا''...... اماں بی نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔
''جی اماں بی''...... صفدر نے فوراً کہا۔
''تم سب میرے ساتھ کوٹھی چلو۔ مجھے تم سے تمہاری بہن کے
بارے میں بات کرنی ہے''...... اماں بی نے کہا اور بہن کا لفظ سن
کر ان سب کے کان کھڑے ہو گئے۔
''بہن۔ کون سی بہن اماں بی''...... خاور نے حیران ہوتے
ہوئے پوچھا۔
''ارے۔ ایک ہی تو ہے تمہاری منہ بولی بہن وہ کیا نام تھا اس
فرنگیوں والا جونیا، شونیا۔ میں نے اس کا نام بدل کر مسلمانوں
والا نام پاکیزہ رکھ دیا ہے''...... اماں بی نے کہا تو وہ سمجھ گئے کہ

اماں بی جولیا کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔

"اس کا نام پہلے جولیا تھا اماں بی"...... چوہان نے مسکرا
ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں۔ یہ اس کا پہلے نام تھا۔ اب یہ میری ہونے وا
پاکیزہ خانم ہے"...... اماں بی نے کہا اور اس بار وہ سب اچھ
نہ رہ سکے۔ وہ سب حیرت سے کبھی عمران اور کبھی جولیا کی
دیکھنا شروع ہو گئے۔ عمران ان کی جانب بے چارگی کے عا
دیکھ رہا تھا جبکہ جولیا راہداری میں آگے چلی گئی تھی۔ اس نے
اماں بی کی بات سنی ہی نہیں تھی۔

"بہو۔ آپ کا مطلب ہے۔ آپ مس جولیا۔ میرا م
ہے۔ ہماری بہن پاکیزہ خانم کی شادی عمران صاحب سے
چاہتی ہیں"...... صفدر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے

"ہاں ہاں۔ میرا ایک ہی تو بیٹا ہے۔ میں عمران کی ہی شاد
بات کر رہی ہوں"...... اماں بی نے کہا۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ ہم خود بھی یہی چاہتے
عمران صاحب کی مس جولیا، میرا مطلب ہے کہ مس پاکیز
شادی ہو جائے"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران ا
جانب غصیلی نظروں سے دیکھنا شروع ہو گیا۔ اس کا خیال تھا ک
سلسلے میں صفدر اور باقی سب اس کی حمایت کریں گے کہ تنویر
وزیست میں مبتلا ہسپتال میں پڑا ہے اور اماں بی کو اس کی اور

ادی کی فکر لاحق ہو رہی ہے۔

"جیتے رہو۔ جیتے رہو۔ تم نے یہ کہہ کر میری ساری پریشانی دور
ادی ہے صفدر بیٹا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم سب اس کے منہ بولے
ہو مگر پھر بھی تم سب اس کا سگی بہنوں کی طرح خیال رکھتے
اسی لئے میں تم سب سے بات کرنا چاہتی تھی کہ تم سب سے
لے سکوں تاکہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے بھائیوں
پوچھا ہی نہیں اور خود ہی اس کا اور عمران کا رشتہ طے کر دیا
میں اسی سلسلے میں تم سب سے بات کرنے کے لئے تمہیں
بلانا چاہتی تھی۔ اب تنویر بیٹا ہسپتال میں پڑا ہے۔ اس ماحول
مجھے یہ سب کہتے ہوئے اچھا تو نہیں لگ رہا ہے لیکن ان دنوں
میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی ہے اس لئے میں چاہتی ہوں
میری زندگی میں ہی عمران کے سر پر سہرا سج جائے۔ اگر تم سب
اعتراض نہ ہو تو میں عمران اور پاکیزہ کی آج منگنی اور اگلے ہفتے
ادی کرانا چاہتی ہوں"...... اماں بی نے کہا تو ان سب کے
وں پر خوشی لہرانے لگی۔ انہوں نے دور کھڑی جولیا کے چہرے پر
ے ہوئے رنگ دیکھ لئے تھے اور وہ سمجھ گئے تھے کہ جولیا بھی
چاہتی ہے کہ اس کی عمران سے شادی ہو جائے۔

"اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے اماں بی۔ ہمیں اس
لے میں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ جہاندیدہ ہیں۔ آپ کا
م سر آنکھوں پر۔ آپ جیسا کہیں گی ہم ویسا ہی کریں گے۔

رہی بات تنویر کی تو کوئی بات نہیں۔ وہ اس وقت ہوش
ہے اور ابھی اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ اسے جا
آ جائے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ تنویر کو ہوش آنے میں و
لگ سکتا ہے۔ اس کی دماغی حالت ایسی ہے کہ ہوش آ
اسے ایک دن بھی لگ سکتا ہے۔ ایک سال بھی اور دس سال
اس لئے اگر ہم اس کے انتظار میں بیٹھے رہے تو پھر آپ کو
ہی انتظار کرنا پڑے گا''...... صفدر نے کہا۔

''دس سال۔ توبہ توبہ۔ اللہ کریم اس کی حالت پر رحم کر۔
دس سال تو بہت ہوتے ہیں۔ میں عمر کے اس حصے میں
ہوں کہ اب میں ایک لمحے کا نہیں کہہ سکتی۔ میری بوڑھی ہڈیا
سال کہاں انتظار کریں گی۔ تم سب میرے ساتھ چلو۔ ابھی
تنویر ٹھیک ہو کر گھر آئے گا اور جب اسے پتہ چلے گا کہ
پیاری بہن اپنے پیا گھر سدھار گئی ہے تو وہ بھی خوش ہو جا
بہنیں، بہنیں ہی ہوتی ہیں۔ ان کا جلد سے جلد گھر بس جا
سے بڑھ کر ماں باپ اور بہن بھائیوں کی اور کیا خواہش
ہے''...... اماں بی نے کہا۔

''جی بالکل۔ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ جس طرح ہم
ہیں۔ ہوش آنے پر تنویر بھی خوش ہو جائے گا کہ اس کی
شادی عمران صاحب سے ہوئی ہے''...... کیپٹن شکیل نے مس
اپنے ساتھیوں اور عمران کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو ٹھیک ہے۔ چلو۔ سب چلو میرے ساتھ۔ ہم آج یہ سب
طے کر لیتے ہیں''...... اماں بی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ چلیں۔ ہم تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے''...... عمران
کے اشارہ کرنے پر صفدر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں پاکیزہ کے ساتھ آئی ہوں۔ میں اسی کے
ساتھ واپس چلی جاتی ہوں اور عمران بیٹا تم ان سب کو لے کر کوٹھی
میں آ جاؤ''...... اماں بی نے کہا۔

''جی اماں بی''...... عمران نے سعادت مندی سے کہا اور پھر وہ
انہیں لے کر باہر پارکنگ تک چھوڑنے گیا۔ جولیا اور وہ سب بھی
ان کے ہمراہ تھے۔ اماں بی نے جولیا کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھایا
اور کوٹھی کی جانب روانہ ہو گئیں۔

''اس وقت تو میں اماں بی کی وجہ سے خاموش تھا۔ اب بتاؤ۔
کیا کہہ رہے تھے تم سب۔ میری اور جولیا کی شادی تم سب کے
لئے خوشی کی بات ہو گی''...... عمران نے انہیں گھورتے ہوئے بڑے
سخت لہجے میں کہا۔

''جی ہاں عمران صاحب۔ اس میں برائی کیا ہے۔ ایک نہ ایک
دن آپ کی شادی ہونی ہی ہے اور آپ کو جولیا سے اچھا جیون
ساتھی بھلا اور کون ملے گی''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور وہ آپ کو پسند بھی کرتی ہیں۔ میں تو یہاں تک کہہ سکتا
ہوں کہ وہ پاکیشیا میں، پاکیشیا سیکرٹ سروس میں آپ ہی کے لئے

کام کرتی ہے۔ ان کے دل و دماغ میں صرف آپ ہی آپ
ہوئے ہیں اور ہماری طرح انہیں بھی یقین تھا کہ ایک نہ ایک
آپ اس سے شادی ضرور کریں گے''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔
''ہونہہ۔ میں نے تو سوچا تھا کہ میں علیحدگی میں تم سب
اس سلسلے پر بات کروں گا اور تم سے کہوں گا کہ تم جولیا کو سمجھاؤ
اس سے کہو کہ وہ جذبات کی دنیا سے باہر نکل آئے۔ ہم ملک و
کے مفاد کے لئے کام کرتے ہیں۔ اگر ہم جیسے افراد شادی
جھنجٹوں میں پھنس جائیں تو پھر ہم میں اور عام آدمی میں کیا ف
رہ جائے گا''...... عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
''کیوں۔ ملک و قوم کے مفاد میں کام کرنے والے کیا شاد
نہیں کرتے۔ دنیا میں ہم جیسے لاکھوں نہیں تو ہزاروں افراد ا
ہوں گے جن کی ذمہ داریاں ہم سے کہیں بڑھ کر ہوں گی۔ ان
بھی شادیاں ہوتی ہیں اور ان کے بھی بچے ہوتے ہیں اس
باوجود وہ اپنا ہر کام اپنا ہر فرض پوری ذمہ داری سے سرانجام د
ہیں بلکہ پہلے سے بہتر انداز میں دیتے ہیں''...... صدیقی نے کہا
''تم اپنا فلسفہ اپنے پاس رکھو۔ ایک تو سلیمان اور جولیا نے
بی کے سامنے میری زبان پر تالا لگا دیا ہے اور اب تم میری
کرنے کی بجائے الٹا ان کے ہی حمایتی بن رہے ہو''...... ع
نے منہ بنا کر کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔
''عمران صاحب شادی کرنا جائز ہے اور آپ خود ہی کہتے

کہ جس کی شادی نہ ہو اس کا جنازہ ہی جائز نہیں ہوتا۔ اب جبکہ
آپ کا جنازہ جائز ہونے جا رہا ہے تو آپ اب کیوں گھبرا رہے
ہیں''...... چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔
''گھبراؤں نہیں تو کیا کروں۔ تم سب میری شادی کی فکر کر رہو
ہو اور ادھر میرا رقیب رو سفید ہسپتال میں پڑا ہوا ہے۔ اسے جس
دن ہوش آ گیا اور اسے پتہ چلا کہ میری جولیا سے شادی ہو گئی ہے
تو اس نے اپنے ریوالور کے ساتھ ساتھ مجھے توپ سے بھی اُڑا دینا
ہے''...... عمران نے کہا اور وہ سب مسکرا دیئے۔
''تنویر جس حال میں ہے اس کے بارے میں آپ نے خود ہی
بتایا ہے کہ وہ کومے میں ہے اور اس کا جلد ہوش میں آنے کا کوئی
امکان نہیں ہے۔ آپ کے لئے تو یہ سنہری موقع ہے۔ ہم تو کہتے
ہیں کہ آپ اس سنہری موقع کا فائدہ اٹھا لیں۔ اس دوران اگر تنویر
کو ہوش آ گیا تو پھر ہم اسے خود ہی سمجھا لیں گے وہ آپ کے اور
مس جولیا کے آڑے نہیں آئے گا''...... خاور نے کہا۔
''اور خدانخواستہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اسے کئی سالوں تک
ہوش ہی نہ آئے۔ ایسی صورت میں تو مس جولیا کے لئے آپ ہی
آپ رہ جاتے ہیں''...... صفدر نے کہا۔
''یہ تم کہہ رہے ہو''...... عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر
اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
''جی ہاں۔ میں کہہ رہا ہوں''...... صفدر نے ڈھٹائی سے کہا تو

عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"ٹھیک ہے بھائی۔ تم سب نے مجھے پھانسی دینے کا آخر
فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اب میں کیا کہہ سکتا ہوں"...... عمران نے ایک
طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور ان سب کے چہروں پر مسرت کے
تاثرات ابھر آئے۔

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ شادی کے لئے تیار ہیں"
کیپٹن شکیل نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کہتے ہیں کہ ساری دنیا ایک طرف اور جورو کا بھائی ایک
طرف۔ یہاں تو جورو کے اتنے سارے بھائی ہیں۔ ان سب کے
سامنے انکار کر کے میں نے ہڈی پسلی ایک نہیں کرانی۔ اس سے
پہلے کہ تم سب ایک ہو کر مجھے زبردستی اٹھا کر اور میرے ہاتھ
باندھ کر مجھے کسی اور شادی کے پنڈال میں بٹھا دو میں خود ہی کیوں
نہ تم سب کی بات مان جاؤں"...... عمران نے بے چارگی سے
اور اس کی بے چارگی دیکھ کر وہ سب ہنس پڑے۔

"تو پھر ہم کوٹھی جا کر آپ کی اور مس جولیا کی منگنی کی تیاری
کریں"...... چوہان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں جاؤ۔ اماں بی کا حکم ہے۔ ان کا حکم تو تم سب کو ماننا
پڑے گا"...... عمران نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے"...... صفدر نے پوچھا

"نہیں۔ مجھے ابھی تنویر کے سلسلے میں ڈاکٹر فاروقی سے مل

باتیں کرنی ہیں۔ وہ چونکہ ریڈیائی لہروں کے بارے میں زیادہ نہیں
جانتے ہیں اس لئے مجھے انہیں بتانا ہے کہ انہیں تنویر کو انڈر
ریزرویشن رکھ کر کیا کرنا ہے تاکہ تنویر کے دماغ اور جسم سے زیادہ
سے زیادہ ریڈیائی لہروں کا اخراج کیا جا سکے"...... عمران نے
سنجیدگی سے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ وہ سب
باتیں کرتے ہوئے اپنی کاروں کے پاس آ گئے تھے۔ عمران کے
کہنے پر وہ سب کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے جبکہ عمران ڈاکٹر فاروقی
سے ملنے کے لئے دوبارہ ہسپتال کے اندر چلا گیا۔

سنگ ہی اور تھریسیا خلاء میں ایک باؤل نما اسپیس شپ میں
موجود تھے۔ جس میں وہ دونوں خلاء کی وسعتوں میں ڈاکٹر ایکس
کے خلائی اسٹیشن کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر ایکس کی وجہ سے اب تک زیرو لینڈ بے حد نقصان اٹھا چکا
تھا۔ ڈاکٹر ایکس کی جنگی اسپیس شپس اور روبوٹس نے زیرو لینڈ کے
کئی اہم سمال ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیئے تھے اور زیرو لینڈ کے بے شمار
روبوٹس، اسپیس شپس کے ساتھ تباہ کر دیئے تھے۔ ان روبوٹس کے
ساتھ زیرو لینڈ کے کئی اہم ایجنٹ بھی ہلاک ہو چکے تھے جو ڈاکٹر
ایکس کے اسپیس ورلڈ کی تلاش اور اس کی سرکوبی کے لئے گئے
تھے۔ گو کہ زیرو لینڈ والوں کے پاس کرامک ریز کا ایک ایسا سائنسی
ہتھیار تھا جس کی مدد سے انہوں نے ڈاکٹر ایکس کی جنگی روبو فورس
کو شدید نقصان پہنچایا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اب تک ڈاکٹر

ایکس کے کسی بڑے خلائی اسٹیشن تک رسائی حاصل نہیں کر سکے
تھے۔ زیرو لینڈ کے سپریم کمانڈر کو پہلے ڈاکٹر ایکس کے ونڈر لینڈ
اور اسپیس ورلڈ سے ان کے ٹرانسمیٹر کے سگنلز مل جاتے تھے جن کی
وجہ سے اسے ڈاکٹر ایکس کے بارے میں بہت سی معلومات مل جاتی
تھیں لیکن اب ڈاکٹر ایکس نے اپنی ان خامیوں پر قابو پا لیا اور
سپریم کمانڈر انتہائی کوشش کے باوجود ڈاکٹر ایکس اور اس کے ماسٹرز
کمپیوٹرز کی ٹرانسمیٹر کال کیچ نہیں کر پا رہا تھا جس کی وجہ سے اس کا
ڈاکٹر ایکس اور اس کے ماسٹرز کمپیوٹرز سے تقریباً سارا رابطہ ختم ہو
گیا تھا۔ اس لئے سپریم کمانڈر نے اپنے زیرک ایجنٹوں اور ناگنوں
کو ڈاکٹر ایکس اور اس کے اسپیس ورلڈ کی تلاش پر مامور کر دیا تھا
جو اسپیشل باؤل نما اسپیس شپس میں ہر طرف خلاء میں گھومتے رہتے
تھے اور ڈاکٹر ایکس کے خلائی اسٹیشنز اور ان کی روبو فورس کو تلاش
کرتے تھے۔ ان ایجنٹوں کو اب تک ڈاکٹر ایکس کے کسی خلائی
اسٹیشن کا کچھ علم نہیں ہوا تھا لیکن ڈاکٹر ایکس کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ
زیرو لینڈ کے ایجنٹ اس کے اسپیس ورلڈ کی تلاش میں نکل چکے
ہیں تو اس نے بھی ہر طرف اپنی روبو فورس پھیلا دی تا کہ وہ ان
ایجنٹوں کے اسپیس شپس دیکھتے ہی ان پر حملہ کر دیں اور انہیں تباہ
کر دیں۔

سپریم کمانڈر کو اس بات کا پہلے سے اندازہ تھا کہ ڈاکٹر ایکس
اس کے ایجنٹوں کو روکنے اور انہیں نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش

کرے گا اس لئے اس نے اپنے ایجنٹوں کو ایسے اسپیس شپ
استعمال کرنے کے لئے دیئے تھے جن پر کسی شعاع، میزائل یا ایٹم
دھماکوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اور ان اسپیس شپس کو کسی بم
ذریعے سے تباہ نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی انہیں جزوی نقصان
پہنچایا جا سکتا تھا اور ان اسپیس شپس میں سپریم کمانڈر نے ایسی لیزر
گنیں اور لیزر میزائل ایڈجسٹ کرا دیئے تھے جو ڈاکٹر ایکس کی
بھی اسپیس شپ یا خلائی اسٹیشن کو آسانی سے تباہ کر سکتے تھے۔

دوسرے بے شمار ایجنٹوں کے ساتھ سنگ ہی اور تھریسیا
ڈاکٹر ایکس کی سرکوبی کے لئے نکلے ہوئے تھے اور وہ بھی باؤل
سپریم کمانڈر کے دیئے ہوئے اسپیشل اور ناقابلِ تسخیر اسپیس شپ
میں موجود تھے۔ ان کا اسپیس شپ شیشے کا ایک بڑے سے گو
جیسا تھا جس کے نچلے حصے میں سارا کنٹرولنگ سسٹم اور افراد
اٹھنے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا جبکہ اس باؤل کے اوپر چمکدار شیشے
ایک بڑا سا ڈھکن سا رکھ دیا گیا تھا جس سے خلاء میں چارو
طرف آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ یہ گول گلوب نما ڈھکن تھا
شیشے کے بنے ہوئے اس ڈھکن کی وجہ سے چونکہ چاروں طر
آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا اس لئے اس ڈھکن کی کسی دیوار پر
سکرین یا کنٹرول کرنے کا کوئی بٹن نہیں لگا ہوا تھا۔ گلوب نما
اسپیس شپ کا وہ حصہ جہاں سنگ ہی اور تھریسیا موجود تھے وہ
حصے میں تھا جہاں سے وہ اسپیس شپ کو کنٹرول کرتے تھے۔ اسپ

اپ کا آدھا نچلا حصہ سفید رنگ کا تھا وہاں ایک بڑی سی پلیٹ لگی
ہوئی تھی جس پر دو ریوالونگ کرسیاں اور کرسیوں کے سامنے الگ
الگ کنٹرول پینل لگے ہوئے تھے۔ ان کرسیوں پر بیٹھ کر تھریسیا اور
سنگ ہی گلوب کے شیشے سے چاروں طرف دیکھ سکتے تھے اور
کنٹرول پینل سے باہر نظر آنے والے کسی بھی اسپیس شپ یا خلائی
اسٹیشن پر لیزر گنوں سے فائرنگ کر کے یا لیزر میزائل برسا کر انہیں
تباہ بھی کر سکتے تھے۔

باؤل نما اسپیس شپ کو باؤل شپ کہا جاتا تھا۔ یہ باؤل شپ
آٹو کنٹرول بھی تھا اور باؤل شپ کے چاروں طرف نیلے رنگ کی
روشنی بھی پھیلی رہتی تھی جس کا پھیلاؤ تقریباً تین کلو میٹر تک پھیلا
ہوا تھا۔ اس روشنی کی زد میں آنے والی ہر خلائی چیز کے بارے میں
سنگ ہی اور تھریسیا کو فوراً کاشن مل جاتے تھے اور انہیں معلوم ہو
جاتا تھا کہ ان کی طرف کوئی اسپیس شپ آ رہا ہے یا شہاب ثاقب
کے ٹکڑے۔ اس نیلی روشنی کی وجہ سے ہی دوسرا کوئی اسپیس شپ
اس باؤل شپ پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ باؤل شپ پر اگر چاروں
طرف سے روبو فورس لیزر فائرنگ کرتے یا میزائل برساتے تو لیزر
بیم اور میزائل اس روشنی سے ٹکراتے ہی اپنا رخ بدل جاتے تھے
جس کی وجہ سے باؤل شپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا اور سامنے
اگر شہاب ثاقبوں کا جمگھٹا بھی آ جاتا تو وہ اس نیلی روشنی کی زد
میں آ کر دائیں بائیں ہو جاتا تھا اور باؤل شپ بغیر کسی شہاب

ثاقب سے ٹکرائے ان کے درمیان سے نکل جاتا تھا۔ باؤل
سے چونکہ تین کلو میٹر پہلے حملے کا کاشن بج اٹھتا تھا اس لئے
ہی اور تھریسیا کو باؤل شپ کے کنٹرول والے حصے میں آنے
ذرا بھی دیر نہیں لگتی تھی اور وہ حملہ آور روبو فورس کو نیلی روشنی
ہی ٹارگٹ میں لے کر ان پر لیزر بیمز اور لیزر میزائلوں کی بو
کر دیتے تھے۔ جس سے ڈاکٹر ایکس کی روبو فورس اور اس
اسپیس شپس تباہ ہو کر بکھر جاتے تھے۔

باؤل شپ کے نچلے حصے میں ہال نما کمرے بنے ہوئے
جہاں سنگ ہی اور تھریسیا نہ صرف اپنے کھانے پینے کا انتظام کر
تے بلکہ دونوں آرام بھی کر سکتے تھے۔ وہ باؤل شپ کو آٹو کنٹ
پر ایڈجسٹ کر کے نیچے چلے جاتے تھے اور ضرورت کے وقت
مین کنٹرولنگ پوائنٹ پر آتے تھے۔

سنگ ہی اور تھریسیا کا اب تک ڈاکٹر ایکس کی روبو فورس
کئی بار ٹکراؤ ہو چکا تھا اور انہوں نے لیزر بیمز اور لیزر میزائ
سے ڈاکٹر ایکس کی روبو فورس کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ گو کہ
اسپیس ایڈونچر سے وہ دونوں کافی لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن
کے باوجود نجانے کیا بات تھی کہ سنگ ہی کو تھریسیا بے حد بجھی
اور کافی افسردہ سی دکھائی دیتی تھی۔ جب روبو فورس حملہ کرتی تو
وقت تھریسیا بے حد ایکٹیو اور جوش میں دکھائی دیتی تھی اور وہ ل
بیمز سے تاک تاک کر ڈاکٹر ایکس کی روبو فورس کو نشانہ بناتی

اب اسپیس میں ہونے والی جنگ ختم ہو جاتی تو تھریسیا بے حد
ان اور خاموش سی ہو کر رہ جاتی تھی اور سنگ ہی سے بھی بے
ل برتنا شروع کر دیتی تھی۔ وہ سنگ ہی کے ساتھ ضرور ہوتی
لیکن وہ خیالوں ہی خیالوں میں کہیں اور ہی پہنچی ہوتی تھی۔
ہر وقت سوچ میں ڈوبے اور خاموش دیکھ کر سنگ ہی کو بے حد
ہوتی تھی اس نے کئی بار تھریسیا سے اس کی خاموشی اور
ان کی وجہ پوچھی تھی لیکن تھریسیا ہر بار اسے ہنس کر ٹال جاتی تھی
اپنی پریشانی اور الجھن سنگ ہی کو نہیں بتاتی تھی۔

اب بھی وہ دونوں باؤل شپ کی پلیٹ پر اپنے اپنے کنٹرول
لم پر بیٹھے ہوئے تھے۔ باؤل شپ کے اندر چونکہ آکسیجن کی
ات موجود تھے اس لئے انہوں نے خلائی لباس اور سروں پر گلوبز
ں پہنے ہوئے تھے۔ سنگ ہی خلاء کی وسعتوں میں دیکھنے میں
وف تھا۔ خلاء میں ہر طرف روشن ستارے اور روشن سیارے
لی دے رہے تھے جو اپنے مداروں پر گھوم رہے تھے۔ وہاں
ں کے بڑے بڑے ہالے بھی دکھائی دے رہے تھے جو ستاروں
روشنیوں سے ریفلیکٹ ہو کر بن جاتے تھے۔

باؤل شپ بعض اوقات ان روشن ہالوں سے بھی ہو کر گزرتا تھا
ں روشنی کے ان ہالوں کا باؤل شپ پر نہ پازیٹو اثر ہوتا تھا اور نہ
اس لئے سنگ ہی اور تھریسیا باؤل شپ کو ان ہالوں کی طرف
نے سے نہیں روکتے تھے۔ ان کا باؤل شپ ہر وقت خلاء میں

تیرتا رہتا تھا اور انہیں جب بھی ایسا کاشن ملتا کہ ان کے را
کوئی بڑا شہاب ثاقب یا کوئی مصنوعی سیارہ آ رہا ہے تو
فوراً ایکٹیو ہو جاتے تھے۔

باؤل شپ کی پروٹیکشن شیلڈ جیسی نیلی روشنی ان کی شپ
چھوٹی چٹانوں جیسے شہاب ثاقبوں سے تو محفوظ رکھ سکتی تھی
ان کے راستے میں کوئی پہاڑ جتنا بڑا شہاب ثاقب آ جاتا تو
سے انہیں خود ہی اپنے باؤل شپ کو بچانا پڑتا تھا کیونکہ
بلیو شیلڈ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ پہاڑ جیسے شہاب
سائیڈ پر دھکیل سکے۔

سنگ ہی اور تھریسیا خاص طور پر وہاں نظر آنے وا
جیسے شہاب ثاقبوں پر توجہ دیتے تھے کیونکہ ان کے مطابق
ایکس نے جو خلائی اسٹیشن بنا رکھے تھے وہ باہر سے چٹان
بڑے پہاڑوں جیسے دکھائی دیتے تھے۔ ڈاکٹر ایکس نے
مصنوعی سیاروں کو زیرو لینڈ اور دنیا کی نظروں سے چھپا
لئے انہیں کیموفلاج کر رکھا تھا۔ سنگ ہی اور تھریسیا کو ج
خلاء میں کوئی پہاڑ یا بہت بڑی چٹان تیرتی دکھائی دیتی تھ
باؤل شپ فوراً اس طرف لے جاتے تھے اور ان پر لیزر
لیزر میزائل فائر کر کے یہ چیک کرتے تھے کہ وہ اصلی چ
پہاڑ ہیں یا کہ ڈاکٹر ایکس کا سیکرٹ خلائی اسٹیشن۔

باؤل شپ کے نچلے حصے میں ایک جگہ ایک سفے گراز بھی

باؤل شپ کے نچلے حصے سے نکلتا تھا اور سنگ ہی اور تھریسیا
جہاں بھی جانا ہوتا تھا وہ اسی سفے گراز کے ذریعے ہی جاتے
۔ اس سفے گراز کے ذریعے سنگ ہی اور تھریسیا عموماً سپریم
ر کے حکم پر ان خلائی اسٹیشنوں پر جاتے تھے جہاں بلیک
، نانوتہ اور فنچ جیسے زیرک ایجنٹ موجود ہوتے تھے۔ وہ سب
اپنے اسپیس ہیڈکوارٹر میں ان دنوں ایسی ایجادات کرنے میں
ف تھے جن کی مدد سے وہ جلد سے جلد ڈاکٹر ایکس کے
س ورلڈ کو نہ صرف ٹریس کر سکیں بلکہ ڈاکٹر ایکس کے مصنوعی
وں اور اس کی روبوفورس کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکیں۔
یک، نانوتہ اور فنچ، سنگ ہی اور تھریسیا جیسے ایجنٹوں کو اپنے
کوارٹرز میں بلا کر ان سے ڈاکٹر ایکس کی روبوفورس کے حملوں
تفصیلات پوچھنے کے ساتھ ساتھ ان سے یہ معلومات لیتے تھے
وہ حملے کے لئے کون کون سے سائنسی ہتھیاروں کا استعمال
تے ہیں اور ان کے سائنسی ہتھیاروں سے ان کے اسپیس شپس
ول شپس پر کیا کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں تاکہ وہ ان اثرات
جلد سے جلد تدارک کر سکیں۔

کچھ دیر تک سنگ ہی خلاؤں میں ڈاکٹر ایکس کی روبوفورس اور
کے مصنوعی خلائی سیاروں کی تلاش میں نظریں دوڑاتا رہا پھر
نے تھریسیا کی جانب دیکھا تو وہ گہرے خیالوں میں کھوئی ہوئی
اور اس کے چہرے پر شدید مایوسی کے تاثرات نمایاں نظر آ

رہے تھے۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر سنگ ہی نے ب
ہونٹ بھینچ لئے۔

''تھریسیا''.....سنگ ہی چند لمحے تھریسیا کی جانب غور
رہا پھر اس سے رہا نہ گیا تو اس نے تھریسیا کو پکار ہی لیا۔
کی آواز جیسے تھریسیا نے سنی ہی نہ ہو وہ بدستور اپنے خیالوں
نظر آ رہی تھی۔

''تھریسیا۔ میں تم سے مخاطب ہوں۔ کیا تم میری آواز
ہو''..... سنگ ہی نے اس بار پہلے سے زیادہ اونچی اور غصیلے
میں کہا اور اس کی آواز گلوب میں گونجی تو تھریسیا یوں چونک
جیسے ڈاکٹر ایکس کی روبوفورس نے اچانک ان کے باؤل
حملہ کر دیا ہو اور ان کا کوئی لیزر بم باؤل شپ سے ٹکرا
تھریسیا نے بوکھلائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھا لیکن
ہر طرف خاموشی تھی۔

''میں تم سے مخاطب ہوں تھریسیا۔ کہاں کھوئی ہوئی ہو
سنگ ہی نے اسے ادھر ادھر دیکھتے پا کر غصیلے لہجے میں کہا او
چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔

''تم نے مجھ سے کچھ کہا''..... تھریسیا نے اس انداز
جیسے اس نے اب بھی سنگ ہی کی بات سنی ہی نہ ہو۔

''آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ ہر وقت تم کن خیالوں میں
رہتی ہو''..... سنگ ہی نے غصے سے کہا۔

''کچھ نہیں ویسے ہی''..... تھریسیا نے ایک طویل سانس لیتے
ہوئے کہا۔

''کیا کچھ نہیں۔ میں پچھلے چند روز سے دیکھ رہا ہوں۔ تم یہاں
ہو کر بھی یہاں موجود نہیں ہوتی۔ ہر وقت الجھی ہوئی اور پریشان
رہتی ہو۔ آخر اس الجھن اور پریشانی کی کوئی تو وجہ ہو گی۔ کہیں ایسا
تو نہیں کہ تم مسلسل باؤل شپ میں رہ رہ کر تنگ آ گئی ہو''۔ سنگ
ہی نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے''..... تھریسیا نے مسکرانے کی
ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے تو پھر تمہاری الجھن اور پریشانی کی کیا وجہ
ہے۔ میں جب بھی تم سے پوچھتا ہوں تم مجھے ہر بار ٹال دیتی ہو۔
تم مجھے اپنا خیر خواہ اور دوست سمجھتی ہو تو پھر آج مجھے بتاؤ۔ مسئلہ کیا
ہے جس کی وجہ سے تم اس قدر پریشان ہو۔ نہ تم کنٹرول پینل پر
توجہ دیتی ہو اور نہ ہی کھانے پینے پر۔ تمہارے سامنے اگر کافی کا
مگ رکھ دیا جائے تو وہ بھی پڑے پڑے ٹھنڈا ہو جاتا ہے''..... سنگ
ہی نے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے سنگ ہی۔ میری طبیعت ان دنوں کچھ
ٹھیک نہیں ہے''..... تھریسیا نے منہ بناتے ہوئے کہا جیسے وہ سنگ
ہی کو کچھ نہ بتانا چاہتی ہو۔

''تم نہیں بتانا چاہتی تو صاف کہہ دو۔ طبیعت خراب ہونے کا

بہانہ تو نہ کرو۔ باؤل شپ کے سسٹم کے مطابق تمہاری
کنڈیشن او کے ہے، تمہارا لیور، تمہارا بلڈ پریشر اور تمہارے
سسٹم میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ تمہیں سوائے ذہنی ٹینشن کے ا
بھی نہیں ہے۔ اگر میرے پاس مائنڈ سکین کرنے کا سسٹم ہو
تو میں تمہارا مائنڈ سکین کر کے تمہاری ساری پریشانی کے بار
جان لیتا“...... سنگ ہی نے کہا تو تھریسیا ایک بار پھر پھیکی
ہنس دی۔

”تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو سنگ ہی۔ میں نے کہا
کہ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ بس مسلسل اسپیس میں رہ رہ
اکتا سی گئی ہوں۔ یہاں ہر طرف خاموشیوں، ویرانیوں اور تنہ
کا راج ہے۔ ہم پیدا تو زمین پر ہوئے ہیں جہاں زندگی
رنگینیاں ہیں، امیدیں، امنگیں اور غم ہیں اور جہاں خوشیوں ک
لگتے رہتے ہیں اور انسان ہنسی خوشی اپنی زندگی کے دن گزارتا
دنیا میں رہنے والے انسان جہاں ایک دوسرے کی خوشیوں
ساتھ ہوتے ہیں وہاں وہ ایک دوسرے کے غموں اور دکھوں
ساتھی ہوتے ہیں اور وقت پڑنے پر ایک دوسرے کے کا
آتے ہیں۔ عزیز، رشتہ دار، دوست احباب اور سینکڑوں ایسے
ہیں جو سب کو ایک دوسرے سے مضبوط ڈور کی طرح باندھے
ہیں۔ ہر انسان اپنی زندگی اپنی مرضی سے جیتا ہے۔ زمین پر
دن بھی ہوتا ہے اور رات بھی۔ دن کی روشنی میں زندگی رواں

رہتی ہے اور رات کی تاریکی میں بھی زمین کا کوئی حصہ ویران اور
خاموش نہیں ہوتا۔ دنیا کے کسی نہ کسی حصے سے شور شرابے اور
شہنائیوں کی آوازیں گونجتی رہتی ہے لیکن ہم۔ ہم دنیا سے الگ اور
دور ہر وقت خاموشیوں، تنہائیوں اور ویرانیوں کے قیدی بنے ہوئے
ہیں۔ نہ ہمارے غم میں کوئی شریک ہوتا ہے نہ خوشی میں۔ نہ ہم
ایک دوسرے کے ساتھ اپنی کوئی خوشی بانٹ سکتے ہیں اور نہ کوئی غم۔
ہم گھٹے ہوئے ماحول میں رہتے ہیں جہاں ہمارا اپنا کوئی نہیں ہے۔
نہ ہمیں ہنستا دیکھنے والا اور نہ روتے دیکھنے والا۔ اگر ہم خوش ہوتے
ہیں تو صرف اپنے لئے اور دکھی ہوتے ہیں تو وہ بھی اپنے لئے۔ ہم
بس ایک آواز کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ سپریم کمانڈر کی آواز
کے غلام جو ہمیں اپنی انگلیوں کے اشاروں پر کٹھ پتلیوں کی طرح
نچاتا رہتا ہے۔ اس کا حکم ہوتا ہے تو ہم زمین پر شر پھیلانے چلے
جاتے ہیں اور اس کا حکم ہوتا ہے تو ہم ڈاکٹر ایکس جیسے سائنس دان
کی تلاش میں اس طرح خلاؤں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ ہم پر کب
حملہ ہو جائے اور کس شدت کا حملہ ہو جائے اس کا ہمیں کچھ پتہ
نہیں ہوتا۔

دنیا میں زندہ رہنے والے انسان مرتے بھی ہیں مگر ان کی موت
بھی ان کے شایان شان ہوتی ہے۔ زمین پر ہر اعتقاد کے لوگ
موجود ہیں۔ کچھ لوگ اپنے مردوں کو اہتمام سے تابوتوں میں
دفناتے ہیں۔ کچھ قبروں میں اور کچھ لوگ اپنے پیاروں کی لاشوں کو

ارتھیوں پر جلاتے ہیں اور مرنے والوں کے لئے آنسو بھی بہ
ہیں لیکن اگر ہم یہاں مر جائیں تو نہ ہماری لاش کو یہاں
جلانے والا ہے نہ دفنانے والا اور شاید ہی ہم میں سے کوئی ای
جو کسی دوسرے کی ہلاکت پر آنسو بہاتا ہو۔ یہاں نہ کوئی کسی ک
میں شریک ہوتا ہے اور نہ کسی کی خوشی میں۔

سپریم کمانڈر نے ہماری تربیت اس انداز میں کی ہے کہ ہ
اپنی مرضی سے زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ مر سکتے ہیں۔ ہمارے
ہماری خوشیاں بے نام ہیں۔ ہم صرف حکم مانتے ہیں۔ کسی پر اپنا
چلا نہیں سکتے۔ میں اس بے معنی اور خاموش زندگی سے تنگ آ گ
ہوں۔ میرا بس نہیں چلتا ورنہ میں کب کا اس خاموش دنیا کو چھ
چکی ہوتی۔

سپریم کمانڈر جب مجھے تمہارے ساتھ یا اکیلے زمین پر کسی مش
پر بھیجتا ہے تو میرا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ میں کسی طرح سے
مشن مکمل کر لوں۔ میرا مشن پورا ہو یا نہ ہو لیکن اس دنیا میں جا
میں دنیا کی رنگینیوں میں اس قدر کھو جاتی ہوں کہ وہاں سڑکوں
چلنے والا عام اور سادا سا انسان بھی مجھے خود سے برتر معلوم ہو
لگتا ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں اس عام انسان ک
سامنے کچھ بھی نہیں ہوں۔ وہ عام انسان اپنی مرضی کی زندگی گزا
ہے۔ اپنی نیند سوتا ہے اور اپنی نیند جاگتا ہے۔ اسے اپنی مرضی
کھانا پینا نہ ملے مگر وہ زندگی کے ہر پہلو سے روشناس ہوتا ہے ا

...ق ہی سہی لیکن اپنے حصے کی چند خوشیاں ضرور سمیٹ لیتا ہے۔
لیکن میں بلکہ تم اور ہم جیسے سب ایجنٹ ان خلاؤں میں رہ کر کچھ
بھی نہیں کر سکتے۔ نہ اپنی مرضی سے ہنس سکتے ہیں نہ رو سکتے ہیں۔
اور ہم اپنی مرضی سے کچھ کر سکتے ہیں اور نہ اپنی مرضی سے زندہ رہ
سکتے ہیں۔ میں حقیقتاً اس خاموش اور ویران زندگی سے عاجز آ چکی
ہوں۔ میں اب ان خلاؤں، ان تنہائیوں سے فرار ہونا چاہتی ہوں۔
میں بھی دنیا کے انسانوں کی طرح زندگی کے ہر پہلو سے روشناس
ہونا چاہتی ہوں۔ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ کوئی میرے آنسو دیکھے
اور میری ہنسی میں میرا ساتھ دے۔ بس یہ سب سوچتی ہوں تو میں
اداس اور غمگین ہو جاتی ہوں اور جب مجھے خیال آتا ہے کہ میں تو
خلاء کی قیدی ہوں اور سپریم کمانڈر کی کنیز ہوں اور اس کے
اشاروں پر ناچنے والے ایک کھلونے سے زیادہ میری کوئی حیثیت
نہیں ہے تو میں غمگین اور پریشان ہو جاتی ہوں“...... تھریسیا بولنے
پر آئی تو مسلسل بولتی چلی گئی۔ سنگ ہی حیرت سے آنکھیں پھاڑے
اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے یقین ہی
نہ آ رہا ہو کہ وہ جو باتیں سن رہا ہے وہ زیرو لینڈ کی ٹاپ لیڈی
سنیک تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کہہ سکتی ہے۔ تھریسیا کا انداز
واقعی ایسا ہی تھا جیسے وہ دنیا میں رہنے والی ایک عام سی لڑکی ہو جس
نے اپنی آنکھوں میں بے شمار خواب سجا رکھے ہوں اور وہ ان
خوابوں کے پورا ہونے کی منتظر ہو۔

"تم ہوش میں تو ہو۔ یہ سب تم کیا کہہ رہی ہو تھریسیا"۔۔
ہی نے اس کی جانب حیرت زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیوں۔ میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے جو تم اس طرح
آنکھیں پھاڑ رہے ہو۔ کیا میں نے کچھ غلط کہا ہے"...... تھریسیا
منہ بنا کر کہا۔
"غلط تو نہیں کہا ہے لیکن یہ سب تم بول رہی ہو۔ زیرو لـ
وہ زہریلی ناگن جس کا ڈسا پانی نہیں مانگتا۔ وہ غم اور خوشیو
بات کر رہی ہے۔ نجانے کیوں مجھے تمہاری باتوں سے بغاوت
آ رہی ہے اور مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم زیرو لینڈ اور خلاء
چھوڑ کر زمین کی دنیا پر جانا چاہتی ہو"...... سنگ ہی نے کہا۔
"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ اگر میں کہوں کہ ہاں میں یہی چاہتی
تو"...... تھریسیا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
"مطلب۔ تم زیرو لینڈ سے بغاوت کرنا چاہتی ہو"......
ہی نے چونک کر کہا۔
"کیوں۔ کیا اپنی مرضی کی زندگی گزارنا اور اپنی خوشی کے
زندہ رہنا بغاوت کہلاتا ہے"...... تھریسیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"ہم میں اور زمین پر رہنے والے انسانوں میں بہت فرق
تھریسیا۔ وہ عام لوگ ہیں اور ہم خلاؤں کے مسافر ہیں جن کا
نہایت اونچا اور بہت بڑا ہے۔ ہم خلاء کی دنیا کے باسی ہیں
صرف ہمارا راج چلتا ہے۔ ہمارے پاس یہاں کسی چیز کی کو

نہیں ہے۔ زمین پر رہنے والے لوگ زر، زمین اور زن کے لئے
اس طرح سے ایک دوسرے کے گلے کاٹتے ہیں ہم ان کی طرح
نہیں ہیں۔ اسی لئے ہمارے لئے نہ کوئی خوشی اہم ہوتی ہے اور نہ
کوئی غم۔ ہم اپنی زندگی اپنی مرضی سے نہ گزارتے ہوں لیکن یہ
مت بھولو کہ سپریم کمانڈر نے ہمیں وہ سب کچھ دے رکھا ہے جس
کے بارے میں زمین پر رہنے والی دنیا کے لوگ خواب میں بھی نہیں
سوچ سکتے۔ یہ سارا خلاء ہمارا ہے۔ ہم اپنی مرضی سے کہیں بھی جا
سکتے ہیں۔ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ہر وہ سہولت موجود
ہے جس کی ایک انسان کو ضرورت ہوتی ہے اور ہم چاہیں تو ان
خلاؤں میں موجود بڑے سے بڑے پلانٹ پر بھی آسانی سے قبضہ
کر سکتے ہیں اور ان پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ ہمارے مقابلے میں
زمین پر رہنے والے لوگ انتہائی ناقص العقل، کمزور اور خود غرض
ہیں۔ وہ کسی طور پر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں اور ہم ان پر جب
چاہیں بھاری پڑ سکتے ہیں اور پھر تم یہ مت بھولو کہ سپریم کمانڈر نے
زیرو لینڈ اس لئے نہیں بنایا ہے کہ ہماری زندگیاں یہیں گل سڑ کر
ختم ہو جائیں۔ سپریم کمانڈر زیرو لینڈ کے ذریعے ساری دنیا فتح
کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے پر ہم تسلسل سے کام کر رہے ہیں۔
ہمارے آڑے اب ڈاکٹر ایکس آ رہا ہے جس نے ہماری طرح
اسپیس میں اپنی اجارہ داری قائم کرنے کا پروگرام بنا لیا ہے۔ اگر
ڈاکٹر ایکس ہمارے آڑے نہ آیا ہوتا تو اب تک ہم زمین پر اپنا

تسلط قائم کر چکے ہوتے۔ ساری دنیا پر نہ سہی لیکن سپریم کمانڈ
پالیسی کے تحت اب تک آدھی دنیا کا مالک ضرور بن گیا ہوتا
جس آدھی دنیا کا سپریم کمانڈر مالک ہوتا اس کا فائدہ ہمیں بھی
والا تھا جس طرح سے ہمیں اسپیس میں اپنے لئے ہیڈ کوارٹر
ہوئے ہیں اور ہم ان ہیڈ کوارٹرز میں اپنی مرضی سے رہ سکتے
اسی طرح سپریم کمانڈر نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ دنیا کے وہ ا
الگ حصے کر دے گا جن کے اس کے ساتھ ساتھ ہم بھی حکمر
ہوں گے۔ ہم دنیا میں سپریم کمانڈ قائم کر کے کسی بھی ملک کو
غلام بنا لیں گے اور اس ملک میں وہی ہو گا جو ہم چاہیں گے اور
وقت دور نہیں ہے۔ ڈاکٹر ایکس اور اس کا اسپیس سے تسلط
ہوتے ہی سپریم کمانڈر ایک بار پھر اپنی پوری توجہ زمینی دنیا
طرف مبذول کر دے گا اور پھر ایک ایک کر کے دنیا کے ت
ممالک ہمارے قبضے میں آتے چلے جائیں گے اور ایک روز سا
دنیا پر ہمارا قبضہ ہو گا صرف ہمارا''...... سنگ ہی نے کہا۔

''ہونہہ۔ میں یہ سب احمقانہ باتیں برسوں سے سنتی چلی آ ر
ہوں۔ سپریم کمانڈر صرف دنیا پر قبضہ کرنے کا خواب ہی دیکھ
ہے۔ اس قدر سپریم طاقت ہونے کے باوجود ہم ابھی تک دنیا
ایک چھوٹے سے قصبے پر بھی قبضہ نہیں کر سکے ہیں۔ ہر بار ہمار
حصے میں ناکامی ہی آتی ہے اور ہم اپنا سا منہ لے کر واپس
خلاؤں میں ہی آ جاتے ہیں''...... تھریسیا نے منہ بنا کر کہا۔

''یہ مت کہو کہ ہمیں کامیابیاں نہیں ملی ہیں۔ ہمارے چند مشن
ایشیا میں ہی ناکام ہوئے ہیں اور وہ بھی زیادہ تر چنگیزی بھتیجے کی
وجہ سے۔ اگر وہ ہمارے راستے کی دیوار نہ بنا ہوتا تو اب تک ہم
بہت کچھ کر چکے تھے''...... سنگ ہی نے منہ بنا کر کہا۔

''یہ سب کہنے کی باتیں ہیں سنگ ہی۔ ہم ہزاروں سال بھی
اس کوشش میں لگے رہیں تب بھی ہم زمین پر قبضہ نہیں کر سکیں
گے۔ زمین پر ایک عمران ختم ہو گا تو اس کی جگہ کوئی دوسرا آ جائے
گا۔ ہر ملک میں محب وطن بھی ہیں اور سرفروش بھی جن کے سامنے
ہم ریت کی دیوار ہی ثابت ہوتے ہیں''...... تھریسیا نے کہا اور
سنگ ہی اس کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھنا شروع ہو گیا۔

''تم آخر چاہتی کیا ہو''...... سنگ ہی نے پوچھا۔

''وہی جو تم نے سمجھا تھا''...... تھریسیا نے اطمینان بھرے انداز
میں جواب دیا۔

''یہ کہ تم زیرو لینڈ چھوڑنا چاہتی ہو''...... سنگ ہی نے اسے
گھورتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں''...... تھریسیا نے اس بار بغیر کسی تردد کے جواب دیا اور
سنگ ہی نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''زیرو لینڈ چھوڑنے کا مطلب غداری کے زمرے میں آتا ہے
تھریسیا اور تم جانتی ہو کہ سپریم کمانڈر غداروں کا کیسا بھیانک حشر
کرتا ہے''...... سنگ ہی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہ زیادہ سے زیادہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ اس کے سوا وہ او
کر بھی کیا سکتا ہے"...... تھریسیا نے منہ بنا کر کہا۔
"تو کیا تمہیں مرنے سے ڈر نہیں لگتا"...... سنگ ہی نے حیرا
ہو کر پوچھا۔
"نہیں۔ اب نہیں لگتا"...... تھریسیا نے جواب دیا۔
"ہونہہ۔ لیکن تم زمینی دنیا میں جا کر کرو گی کیا"...... سنگ ہ
نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔
"وہی جو ہر لڑکی کرتی ہے"...... تھریسیا نے اس بار مسکرا کر کہا۔
"کیا"...... سنگ ہی نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔
"شادی"...... تھریسیا نے کہا اور سنگ ہی ایک بار پھر چونک ک
اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید تھریسیا مذاق کر رہ
ہے لیکن تھریسیا کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے تاثرات تھے۔
"کیا تم واقعی پاگل ہو گئی ہو"...... سنگ ہی نے ہونٹ بھینچ
ہوئے کہا۔
"کیوں۔ جو شادی کرتے ہیں کیا وہ پاگل ہوتے ہیں"۔ تھریہ
نے پوچھا۔
"بس کرو تھریسیا۔ اب میری برداشت کی انتہا ہو گئی ہے۔ یا ا
واقعی تمہارے دماغ میں خلل آ گیا ہے یا پھر شاید تم اپنی زندگی سے
تنگ آ گئی ہو اور تم سپریم کمانڈر کے ہاتھوں ہلاک ہونا چاہتی
ہو"...... سنگ ہی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو"...... تھریسیا نے کہا اور سنگ ہی اسے کھا جانے
نظروں سے دیکھنے لگا۔
"ہونہہ۔ تم شادی کس سے کرو گی۔ زمین پر ایسا کون سا شخص
تمہیں اس قدر بھا گیا ہے کہ تم......" سنگ ہی نے کہا اور پھر
تے اچانک وہ خاموش ہو گیا اور اس کے چہرے پر شدید
کے ساتھ انتہائی غصے کے تاثرات ابھر آئے۔
"کیوں۔ اب خاموش کیوں ہو گئے ہو"...... تھریسیا نے اسے
وش ہوتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا جیسے وہ سنگ ہی کی
وشی کا مطلب سمجھ گئی ہو۔
"ہونہہ۔ تو تم اس پاکیشیائی ایجنٹ کے لئے یہ سب سوچ رہی
...... سنگ ہی نے اس بار غراتے ہوئے کہا۔
"وہ صرف پاکیشیائی ایجنٹ نہیں، تمہارا بھتیجا بھی تو ہے"۔
یا نے اسی انداز میں جواب دیا۔
"وہ چنگیزی میرا بھتیجا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ سے نہ
ف مجھے بلکہ تمہیں اور زیرو لینڈ کے بے شمار ایجنٹوں کو شدید
ان پہنچا تھا اور ہمیں اب تک جو ناکامیاں ہوئی ہیں اسی کی وجہ
ے ملی ہیں اور تم اسی سے شادی کرنا چاہتی ہو۔ اب مجھے یقین
یا ہے کہ تم واقعی پاگل ہو گئی ہو۔ قطعی طور پر پاگل"...... سنگ
نے غصے سے کہا۔
"وہ میرا آئیڈیل ہے سنگ ہی۔ دنیا میں ایک وہی ایسا انسان

ہے جس سے شکست کھانے کے باوجود مجھے اس پر غصہ نہ
میں یا زیرو لینڈ کا کوئی بھی ایجنٹ جب پاکیشیا میں عمرا
ہاتھوں اپنے مشن میں ناکام ہوتا ہے تو اس کا مجھے وقتی طور پ
ضرور ہوتا ہے لیکن پھر مجھے اس بات کی خوشی ہوتی ہے
شکست دینے والا کوئی اور نہیں دنیا کا جینئیس ترین انسا
ہے جسے میں پسند کرتی ہوں تو میں خود ہی مطمئن اور مسرو
ہوں''...... تھریسیا نے کہا۔

''اگر تمہاری یہ بات سپریم کمانڈر سن لے تو تمہارا کی
کرے یہ شاید میں بھی تمہیں نہیں بتا سکتا''...... سنگ ہی نے

''مجھے اب سپریم کمانڈر کا کوئی ڈر اور خوف نہیں ہے سنگ
میں فیصلہ کر چکی ہوں اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں
لوں۔ میرے اس فیصلے کے مطابق یا تو میں سپریم کمانڈر کے
ماری جاؤں گی یا پھر میں یہاں سے راہِ فرار اختیار کر کے عم
ہمیشہ کے لئے اپنا لوں گی اور اس سے شادی کر کے اس کے
ہنسی خوشی رہوں گی۔ عمران جیسا انسان میرے ساتھ ہو گا تو
لینڈ کا کوئی ایجنٹ تو کیا خود سپریم کمانڈر بھی آ جائے تو وہ میر
نہیں بگاڑ سکے گا''...... تھریسیا نے کہا۔

''تمہارا یہ جنون میری سمجھ سے بالا تر ہے تھریسیا۔ تم کیا
ہو کہ عمران بھی تم کو اتنا ہی چاہتا ہے جتنا کہ تم اسے چاہتی
زیرو لینڈ سے فرار ہو کر عمران کے پاس جاؤ گی اور اس سے

تم نے اس کے لئے زیرو لینڈ چھوڑ دیا ہے تو کیا وہ تم سے خوش
ہو جائے گا اور کیا وہ واقعی تم سے شادی کر لے گا۔ وہ انتہائی کٹھور
سنگ دل انسان ہے۔ اس کے دل میں کسی کے لئے بھی
دی اور محبت کے جذبات نہیں ہیں۔ وہ صرف اپنے لئے اور
ملک کے لئے جیتا ہے''...... سنگ ہی نے کہا۔

''میں ایک بار عمران کو آزمانا چاہتی ہوں۔ میں دیکھنا چاہتی
ں کہ وہ واقعی مجھے پسند کرتا ہے یا نہیں اور اگر میں اس کے پاس
ں تو کیا وہ مجھ سے شادی کرے گا یا نہیں۔ اگر اس نے مجھ
سے شادی کر لی تو ٹھیک ہے ورنہ''...... تھریسیا کہتے کہتے رک گئی۔

''ورنہ کیا''...... سنگ ہی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''ورنہ میں اس کے سامنے خودکشی کر لوں گی یا پھر اسے اپنے
ہاتھوں سے گولی مار دوں گی تاکہ یہ مسئلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو
جائے''...... تھریسیا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

''احمقانہ باتیں مت کرو تھریسیا۔ عمران کو مجھ سے بہتر تم جانتی
ہو۔ وہ تمہیں واقعی خودکشی کرنے پر مجبور کر دے گا''...... سنگ ہی
نے منہ بنا کر کہا۔

''اگر اس نے مجھے مجبور کیا تو میں خودکشی ضرور کروں گی لیکن
اس سے پہلے میں ایک گولی اس کے سر میں بھی اتار دوں گی''۔
تھریسیا نے جواب دیا۔

''اگر وہ اس طرح ہلاک ہونے والوں میں سے ہوتا تو اب

تک کسی قبر میں اس کی ہڈیاں بھی گل سڑ گئی ہوتیں“...... سنگ
نے اسی انداز میں کہا۔

”اس سے پہلے میں نے کبھی عمران پر ایسا جان لیوا حملہ
کیا۔ میں ہر بار اسے ڈھیل دیتی آئی ہوں۔ لیکن اس بار ایسا
ہو گا یا تو اسے مجھ سے شادی کرنی پڑے گی یا پھر اسے مے
ہاتھوں ہلاک ہونا پڑے گا“...... تھریسیا نے کہا۔ اس کے چہر
چٹانوں جیسی سنجیدگی تھی۔

”کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے“...... سنگ ہی نے اس
جانب غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔ میں کئی روز سے مسلسل یہی سب سوچ رہی ہوں
تھریسیا نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”تب پھر تمہیں اس وقت تک کا انتظار کرنا پڑے گا جب
سپریم کمانڈر ہم دونوں کو یا پھر تمہیں زمین پر کسی مشن پر نہیں
دیتا“...... سنگ ہی نے کہا۔

”نہیں۔ اب میں اتنا انتظار نہیں کر سکتی“...... تھریسیا نے کہا

”کیا مطلب“...... سنگ ہی نے ایک بار پھر چونک کر کہا۔

”باؤل شپ میں ایک فے گراز موجود ہے۔ اگر تم میرا
دو تو میں اس فے گراز سے زمین پر جا سکتی ہوں۔ اگر عمران
میری بات مان لی تو ٹھیک ہے ورنہ میں وہی سب کروں گی جو
تمہیں بتا چکی ہوں“...... تھریسیا نے کہا۔

”اوہ۔ اگر سپریم کمانڈر کو تمہارے بارے میں پتہ چل گیا کہ تم
ل کی اجازت کے بغیر فے گراز سے زمین پر گئی ہو تو“...... سنگ
ل نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”جب تک اسے پتہ چلے گا اس وقت تک میں زمین پر پہنچ چکی
اوں گی اور میں اب زمین پر یا تو زندہ رہنے کے لئے جا رہی ہوں
یا پھر مرنے کے لئے اس لئے مجھے بھلا سپریم کمانڈر کی کیا پرواہ ہو
تی ہے“...... تھریسیا نے کہا۔

”لیکن تم میرے ساتھ ہو۔ سپریم کمانڈر مجھ سے پوچھے گا تو
یں اسے کیا جواب دوں گا“...... سنگ ہی نے کہا۔

”جو مرضی کہہ دینا اس سے۔ کہہ دینا کہ میں تمہیں ڈاج دے
ر نکل گئی تھی“...... تھریسیا نے کہا۔

”تو تم نے واقعی جانے کا فیصلہ کر لیا ہے“...... سنگ ہی نے
ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں“...... تھریسیا نے جواب دیا۔

”زیرو لینڈ کا وفادار ہونے کی وجہ سے اگر میں تمہیں روکنے کی
کوشش کروں تو“...... سنگ ہی نے اس کی طرف تیز نظروں سے
دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”کوشش کرنے سے میں تمہیں نہیں روکوں گی لیکن تم جانتے ہو
کہ میں ایک بار جو فیصلہ کر لوں اس پر اٹل رہتی ہوں“...... تھریسیا
نے مسکرا کر کہا تو سنگ ہی نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''تمہارا ساتھی ہونے کی وجہ سے میں تمہیں روک سکتا
تھریسیا لیکن میں تمہارے چہرے پر جنون اور وحشت د
ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے تمہیں روکنے کی کوشش ک
کچھ بھی کرسکتی ہو اس لئے میں تمہیں جانے سے نہیں روکوں گا
بہرحال قریبی ساتھی اور دوست ہونے کے ناطے میں تم ۔
ضرور کہوں گا کہ تم یہ سب کر کے حماقت کر رہی ہو بہت
حماقت۔ اور میں تمہیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس حماقت
تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ عمران جیسے سخت دل انسان ے
میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہے وہ تمہیں کسی بھی صورت
نہیں اپنائے گا''...... سنگ ہی نے سنجیدگی سے کہا۔

''تب پھر میری اور اس کی یقینی موت ہوگی''...... تھریسی
جواب دیا۔

''نہیں ایسا مت کہو۔ تم خودکشی کیوں کرتی ہو اگر تمہیں
کرنا ہی ہے تو پھر عمران کو ہلاک کرو تاکہ اس کا کانٹا نہ
تمہاری زندگی سے نکل جائے بلکہ زیرلینڈ کو بھی اس جیسے خطر
شخص سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے''...... سنگ ہی نے ک

''کیا مطلب''...... تھریسیا نے چونک کر پوچھا۔

''تم زمین پر جاؤ اور عمران سے ملاقات کرو اور اس سے ش
کرنے کا کہو اگر وہ تمہاری بات مان لیتا ہے اور تم سے شاد
لیتا ہے تو یہ سب سے بہتر ہے۔ یہاں کا ماحول اور سپریم کمان

ں خود ہی سنبھال لوں گا۔ لیکن اگر بفرض محال عمران تم سے شادی
کرنے سے انکار کر دے اور وہ تم سے کہہ دے کہ وہ تمہیں پسند
ں کرتا تو تم خودکشی نہیں کرو گی بلکہ عمران کو گولی مار کر تم واپس آ
ؤ گی۔ اگر تم مجھ سے یہ وعدہ کرو تو میں تمہیں اپنی ذمہ داری پر
مین پر جانے کی اجازت دے سکتا ہوں''...... سنگ ہی نے کہا۔

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیا تم واقعی یہاں سب سنبھال لو
گے''...... تھریسیا نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں بالکل۔ تم جانتی ہو کہ میرے پاس ایک ایسا آلہ ہے جو
میرا اپنا ایجاد کردہ ہے اور میں اس آلے کی مدد سے نہ صرف اپنی
آواز بدل سکتا ہوں بلکہ اس آواز سے سپریم کمانڈر کے سپریم شپ
کے ماسٹر کمپیوٹر کو بھی ڈاج دے سکتا ہوں۔ اگر سپریم کمانڈر کی کبھی
کال آئی تو میں اس آلے کے ذریعے تمہاری آواز کی نقل کر کے
ے مطمئن کر سکتا ہوں لیکن یہ اسی صورت میں ہو گا جب تم مجھ
ے وعدہ کرو گی کہ تم اپنی جان نہیں گنواؤ گی اور ناکامی کی صورت
یں تم صرف عمران کو ہی ہلاک کرو گی''...... سنگ ہی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ اگر عمران نے مجھ
ے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل
ر دوں گی اور اس کی لاش کے ٹکڑے کر کے میں خود یہاں واپس
جاؤں گی''...... تھریسیا نے فوراً وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ یہ ہوئی نا بات۔ اور میں جانتا ہوں کہ تم اپنے وعدے

سے کسی بھی صورت میں منحرف نہیں ہو گی''...... سنگ
مسکراتے ہوئے کہا تو جواب میں تھریسیا بھی مسکرا دی۔
''تو پھر تم مجھے آج ہی جانے دو۔ میں زیادہ سے
ہفتے میں اپنا مشن مکمل کر لوں گی۔ اگر میں ایک ہفتے تک
سمجھ لینا کہ عمران اور میری شادی ہو گئی ہے ورنہ میرے
تمہیں علم ہو ہی جائے گا''...... تھریسیا نے کہا۔
''نہیں۔ میں کسی تذبذب میں نہیں پڑنا چاہتا۔ تم اپنے
سکس ہنڈرڈ ٹرانسمیٹر لے جانا۔ زمین پر جانے کے بعد ج
سے تمہاری ملاقات ہو اور تمہارا جو بھی فیصلہ ہو اس سے
کر دینا تاکہ میں اسی مناسبت سے سپریم کمانڈر کو سنبھال
سنگ ہی نے کہا۔
''یہ ٹھیک ہے۔ سی سکس ہنڈرڈ ٹرانسمیٹر سے میں تم
وقت رابطے میں رہ سکتی ہوں۔ تم مجھے یہاں ہونے والی
سے بھی باخبر رکھ سکتے ہو تاکہ کبھی میری سپریم کمانڈر سے
مجھے اسے کچھ بتانے میں جھجک محسوس نہ ہو''...... تھریسیا نے
''اوکے۔ سی سکس ہنڈرڈ ٹرانسمیٹر تمہیں نیچے کیبن
کیبنٹ میں مل جائے گا''...... سنگ ہی نے کہا۔
''تو میں جاؤں''...... تھریسیا نے آنکھیں چمکاتے ہوئے
''ظاہر ہے۔ تم نے جب جانے کا اصولی فیصلہ کر لیا
میں تمہیں جانے سے کیسے روک سکتا ہوں''...... سنگ ہی

تھریسیا بے اختیار ہنس دی۔
''اوکے۔ تھینکس۔ تم واقعی میرے ایک اچھے دوست ہو اور اچھا
دوست وہی ہوتا ہے جو ضرورت کے وقت کام آ جائے''...... تھریسیا
نے مسکراتے ہوئے کہا تو سنگ ہی بھی ہنس دیا۔ تھریسیا نے اسے
الوداعی ہاتھ ملایا۔ سنگ ہی نے اسے وش آف ال بیسٹ کہا تو
تھریسیا نے اس کا ایک بار اور شکریہ ادا کیا اور پھر اس نے کنٹرول
پینل پر لگا ہوا ایک بٹن پریس کر دیا۔ جیسے ہی اس نے بٹن پریس
کیا اسی لمحے اس کی کرسی کو ایک خفیف سا جھٹکا لگا اور وہ کرسی
سمیت نیچے اترتی چلی گئی۔
تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک کیپسول نما فے گراز میں تیزی سے
باؤل شپ کے سامنے سے گزرتی ہوئی دور نظر آنے والے زمین
کے گولے کی جانب بڑھی جا رہی تھی۔

''عمران صاحب۔ میں تو کہتا ہوں کہ اماں بی اور سیکرٹ سروس
کے ممبران نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔ واقعی اب آپ کی شادی
ہو ہی جانی چاہئے۔ تنویر بھی انڈر آبزرویشن جا چکا ہے۔ دیکھا
جائے تو اس معاملے میں وہی آپ اور جولیا کے راستے کی دیوار بنا
ہوا تھا۔ یہ درست ہے کہ سیکرٹ سروس تنویر جیسے ایک باہمت اور
انتہائی زیرک ایجنٹ سے محروم ہو گئی ہے جس کا جتنا بھی افسوس کیا
جائے کم ہے لیکن اب وہ اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اسے آپ کی
اور جولیا کی شادی پر کوئی اعتراض ہو سکے''...... بلیک زیرو نے
عمران سے مخاطب ہو کر کہا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے دانش منزل آیا
تھا اور اس نے بلیک زیرو سے وہ چاروں چیزیں لے لی تھیں جو
چوہان اور خاور کو تنویر کی کار کے ڈیش بورڈ سے ملی تھیں۔ عمران ان
سب چیزوں کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے پاکٹ سائز ڈائری

ابھی کھولی ہی تھی کہ بلیک زیرو نے اس سے مخاطب ہو کر یہ سب کہا
تو عمران چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''اس معاملے میں تنویر سے میرا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ وہ
ہوش میں ہو یا نہ ہو۔ میری اس کے ساتھ جولیا کے سلسلے میں نوک
جھونک ضرور ہوتی رہتی ہے لیکن تنویر بھی جانتا ہے کہ میں اس
معاملے میں ہمیشہ اس سے مذاق کرتا ہوں اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ
ہم جس شعبے سے منسلک ہیں اس شعبے میں اگر ہم شادیوں جیسے
جھنجھٹ پال لیں گے تو پھر ہماری آزادی سلب ہو جائے گی اور
ہم اس طرح سے کام نہیں کر سکیں گے جس طرح سے اب ہم پوری
آزادی اور ذمہ داری سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ابھی ہم پر
بہت ذمہ داریاں ہے۔ میں شادی ضرور کروں گا مگر وقت آنے پر
اور وہ وقت کب آئے گا اس کے بارے میں ابھی میں کچھ نہیں کہہ
سکتا۔ اس لئے کم از کم تم ایسی بات مت کرو''...... عمران نے منہ
بناتے ہوئے کہا۔

''تو اب آپ کیا کریں گے۔ اگر آپ شادی سے انکار کریں
گے تو اس پر اماں بی اور جولیا کا کیا ردِعمل ہو گا۔ کیا آپ چاہتے
ہیں کہ آپ کی وجہ سے اماں بی اور جولیا کے دلوں کو ٹھیس پہنچے''۔
بلیک زیرو نے کہا۔

''نہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا۔ اسی لئے تو میں نے ممبران کو بھی
اجازت دے دی ہے کہ وہ میری منگنی کی بھرپور تیاریاں کریں۔ وہ

سب کوٹھی میں ہیں اور اماں بی کے ساتھ مل کر میری اور جولیا
منگنی کی بھرپور انداز میں تیاریاں کر رہے ہیں''...... عمران
مسکراتے ہوئے کہا۔

''مطلب یہ کہ آپ بات منگنی تک ہی رکھنا چاہتے ہیں تا
اماں بی کو بھی تسلی ہو جائے اور جولیا بھی خوش ہو جائے''...... بلی
زیرو نے کہا۔

''جولیا سے اگر میری منگنی ہو گئی تو سمجھو کہ رشتہ پکا ہو گیا۔
اس سلسلے میں پہلے ہی بے حد جذباتی ہے۔ منگنی ہونے کے بعد ا
کے دل میں میرے لئے اور زیادہ جذبات بیدار ہو جائیں گے
وہ میرے لئے اپنے دل و دماغ میں اور زیادہ خواب سجا کر
جائے گی اور میں نہیں چاہتا کہ وہ ایسا کرے''...... عمران
سنجیدگی سے کہا۔

''تو کیا آپ منگنی نہیں کریں گے''...... بلیک زیرو نے چونک
کہا۔

''وہاں جو انتظامات ہو رہے ہیں وہ ایسے ہی ہوں گے ا
رسومات کی تیاری میں بھی میں کوئی خلل نہیں ڈالوں گا لیکن جب
میرا اور جولیا کی منگنی کی رسم میں ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنانے
وقت آئے گا تو وہاں سے اچانک دلہن غائب ہو جائے گی ا
جب دلہن ہی غائب ہو جائے گی تو کیسی منگنی اور کیسی شادی''
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ تو آپ عین رسم کے وقت جولیا کو وہاں سے اغوا کرانے
کا پروگرام بنا رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ اس پریشانی سے بچنے کا مجھے تو یہی آسان ترین راستہ
دکھائی دے رہا ہے''......عمران نے جواب دیا۔

''اوہ۔ لیکن جولیا کو اغوا کرے گا کون۔ سب ممبران کو تو آپ
نے منگنی کے انتظامات پر لگا دیا ہے اور وہ جولیا کو اغوا کرنے کے
لئے رضا مند ہو جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے اور بفرض محال ایسا ہو بھی
جائے تو جولیا کی نظروں میں آپ کی اور اسے اغوا کرنے والے ممبر
کی کیا عزت رہ جائے گی وہ نہ کبھی آپ کو معاف کرے گی اور نہ
اغوا کرنے والے ممبر کو چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو''...... بلیک
زیرو نے کہا۔

''میں نے کب کہا ہے کہ اسے کوئی ممبر اغوا کرے گا''۔ عمران
نے کہا۔

''اوہ۔ تو کیا آپ یہ کام جوزف، جوانا یا پھر ٹائیگر سے کرانا
چاہتے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''نہیں۔ جولیا ان سب کو جانتی ہے اور میں ان میں سے کسی کو
بھی جولیا کی نظروں میں نیچا نہیں کرنا چاہتا''......عمران نے جواب
دیا۔

''تب پھر آپ کا یہ کام کرے گا کون''...... بلیک زیرو نے

"ایکسٹو"...... عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو بے ا
اچھل پڑا۔
"آپ کا مطلب ہے کہ جولیا کو میں اغوا کروں"...... ب
زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ جولیا کے ساتھ ساتھ میں ممبران کے سامنے بھی س
رہنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ عین رسم کے وقت
وہاں سے جولیا کو اغوا کر کے لے جاؤ۔ جب جولیا اور ممبران کو
چلے گا کہ چیف نے جولیا کو اغوا کیا ہے اور ان سب نے مجھ سمیت
اس کے اصولوں سے منحرف ہونے کی کوشش کی ہے تو ان میں ۔
کسی کو کوئی بات کرنے کی ہمت نہیں ہو گی۔ اس کے لئے تم سا
ذمہ داری مجھ پر ڈال دینا اور میرے لئے کوئی ایسی سزا تجویز کر د
جس سے ممبران سمیت جولیا کے دل میں بھی ایکسٹو کی دہشت ب
جائے اور اس کے دل سے میرا خیال ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نک
جائے۔ یہ کام کوئی اور نہیں صرف تم کر سکتے ہو۔ اس سلسلے میں
سکتا ہے کہ جولیا وقتی طور پر تم سے ڈس ہارٹ ہو جائے لیکن سیکر
سروس میں شمولیت کے وقت اس سے یہی حلف لیا گیا تھا کہ ا
جب تک پاکیشیا سیکرٹ سروس میں ہے اس وقت تک وہ اپنے کس
رشتہ دار سے رابطہ نہیں رکھے گی اور نہ ہی شادی کرے گی۔ شاد
کرنے کے لئے اسے باقاعدہ چیف سے اجازت لینی پڑے گی او
سیکرٹ سروس ہمیشہ کے لئے چھوڑنی پڑے گی۔ اب جولیا نے نہ ا

ٹ سروس چھوڑی ہے اور نہ شادی کرنے کے لئے چیف سے
اجازت لی ہے جس کی وجہ سے اس پر ایکسٹو آسانی سے فرد جرم
عائد کر سکتا ہے اور سزا کے طور پر اسے پانچ سے سات سالوں تک
شادی نہ کرنے کا حکم دے سکتا ہے جولیا کے لئے اتنی ہی سزا کافی
ہو گی جبکہ مجھے تم ان کے سامنے الٹا بھی لٹکا دو گے تو مجھے اس پر
کوئی اعتراض نہیں ہو گا"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔
"ہاں یہ تو ہے۔ واقعی جولیا نے اس سلسلے میں مجھ سے اب تک
کوئی بات نہیں کی ہے اور اس نے اپنے سیل فون سمیت اپنا واچ
ٹرانسمیٹر تک آف کر رکھا ہے۔ آپ نے میسج دے کر مجھے بتا دیا تھا
کہ اس نے یہ کام اماں بی کے کہنے پر کیا تھا اس لئے میں خاموش
ہو گیا تھا لیکن اب میں اس بات کو واقعی بنیاد بنا کر جولیا اور باقی
ممبران کی سرزنش کر سکتا ہوں۔ ممبران میں سے بھی کسی نے مجھے
اس سلسلے میں کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھا ہے"...... بلیک زیرو نے
کہا۔
"بس تو پھر پڑ جانا ان سب پر بھاری۔ تمہارے بھاری ہونے
سے کم از کم میں تو ہلکا ہو ہی جاؤں گا"...... عمران نے کہا۔
"آپ کہتے ہیں تو میں یہ سب کچھ کر لوں گا لیکن دیکھ لیں کہیں
جولیا جذبات کی رو میں بہک کر کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے۔ کہیں ایسا
نہ ہو کہ میرے اس اقدام سے وہ دلبرداشتہ ہو جائے اور سیکرٹ
سروس چھوڑنے کا فیصلہ کر لے یا خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش

کرے“...... بلیک زیرو نے سنجیدگی سے کہا۔

”وہ ایسا کچھ نہیں کرے گی۔ اگر اس نے ایسا کیا تو میں خاص طریقے سے اس کا مائنڈ بدل دوں گا“...... عمران نے جواب دیا۔

”تو یہ کام آپ اب کر لیں۔ آپ کے لئے یہ سب کرنا مشکل ہے“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”نہیں۔ میں نے فوری طور پر یہ سب کیا تو ممبران کو شک ہو جائے گا جبکہ تمہاری مداخلت سے ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے اور ان کی ریفریشمنٹ بھی ہو جائے گی“...... عمران نے کہا

بلیک زیرو نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کے کہنے پر میں جولیا کو اغوا کر لوں گا لیکن جولیا اور ممبران کی کیا سرزش کرنی ہے یہ سب آپ کریں گے اور چیف کے اصولوں سے منحرف ہونے پر آپ نے خود کو کیا سزا دینی ہے اس کا فیصلہ بھی آپ ہی کریں گے اس سلسلے میں آپ کی میں کوئی مدد نہیں کروں گا“...... بلیک زیرو نے اسی طرح انتہائی سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم جولیا کو اغوا کر کے یہیں لے آنا اور ممبران کو بھی کال کر کے یہاں بلا لینا پھر ان کی ریفریشمنٹ میں خود کر لوں گا“...... عمران نے اثبات میں سر ہلا کر کہا تو بلیک زیرو ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اسے خاموش ہوتے دیکھ کر عمران نے ایک بار پھر پاکٹ سائز ڈا

ڈائری میں واقعی سائنسی کوڈز لکھے ہوئے تھے اور کوڈز کاسٹریائی زبان میں تھے۔

عمران نے ابھی پہلا صفحہ ہی پڑھا تھا کہ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت اور تعجب کے تاثرات نمودار ہو گئے اور وہ تیزی سے صفحات پلٹنا شروع ہو گیا۔ جوں جوں وہ ڈائری پڑھتا جا رہا تھا اس کے چہرے پر پریشانی، حیرت اور انتہائی تردد کے تاثرات ابھرتے جا رہے تھے۔ عمران نے کچھ ہی دیر میں پوری ڈائری پڑھ لی۔ اس کا چہرہ حیرت، پریشانی اور غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

”کیا بات ہے۔ ایسا کیا ہے اس ڈائری میں جو آپ اس قدر پریشان ہو کر غصے سے سرخ ہو رہے ہیں“...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا جو خاموشی سے عمران کے چہرے کے بدلتے ہوئے زاویئے دیکھ رہا تھا۔

”یہ ڈائری کاسٹریا کے ایک سائنس دان سر مورسن کی ہے۔ اس سر مورسن کی جو دو سال قبل حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے کاسٹریا میں ہلاک ہو گئے تھے اور انہیں کاسٹریا کے بہترین سائنس دان ہونے کے اعلیٰ اعزازات سے نواز کر ان کی لاش انتہائی عزت اور احترام سے دفن کر دی گئی تھی“...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو بری طرح سے چونک پڑا۔

”یہ وہی سر مورسن ہیں نا جو کاسٹریا میں ہائیڈروجن بموں کی ... تھے“...... بلیک زیرو نے

کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"حیرت ہے اگر یہ سر مورسن کی پرسنل ڈائری ہے تو
ڈائری تنویر کے پاس کہاں سے آئی تھی"...... بلیک زیرو نے
ہوتے ہوئے کہا۔
"یہ ڈائری خود سر مورسن نے ہی تنویر کو دی ہے"...... عمران
کہا اور بلیک زیرو ایک بار پھر اچھل پڑا۔
"سر مورسن نے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ تنویر کو یہ
کیسے دے سکتے ہیں وہ تو......" بلیک زیرو نے انتہائی حیرت
لہجے میں کہا۔
"سر مورسن ہلاک نہیں ہوئے ہیں وہ زندہ ہیں اور نہ صرف
بلکہ دنیا کے گیارہ سائنس دان جن میں پاکیشیا کے بھی ایک
سائنس دان ہیں ڈاکٹر جبران وہ بھی زندہ ہیں جو سر داور کے
ہینڈ کہلاتے تھے اور لیبارٹری جاتے ہوئے ایک کار ایکسیڈنٹ
وہ ہلاک ہو گئے تھے اور یہاں ان کی بھی نہایت عزت و ا
سے تدفین کر دی گئی تھی"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا اور
مختلف ممالک کے ان سائنس دانوں کے بارے میں بتانے ل
مختلف حادثات کی صورت میں پوری دنیا میں ہلاک ہو چکے تھے
"اگر یہ سب سائنس دان زندہ ہیں تو کہاں ہے اور وہ
لوگ تھے جنہیں ان سائنس دانوں کی جگہ دفنایا گیا تھا"......
زیرو نے پوچھا۔

"میں نے تمہیں جن سائنس دانوں کے نام بتائے ہیں وہ سب
ا اور دنیا کی نظروں میں ہلاک ہو چکے ہیں مگر حقیقت میں وہ
ب زندہ ہیں۔ جن افراد کو ان سائنس دانوں کی جگہ دفنایا گیا ہے
وہ ان کے ڈپلیکیٹس تھے اور عام انسان تھے جن پر ایسا خصوصی
ک اپ کیا گیا تھا تاکہ کوئی یہ نہ جان سکے کہ وہ اصلی سائنس دان
ہیں"...... عمران نے کہا۔
"میک اپ۔ تو کیا یہ سب کسی سازش کے تحت کیا گیا تھا"۔
ک زیرو نے پوچھا۔
"ہاں۔ ان سائنس دانوں کو باقاعدہ منصوبہ بندی سے اغوا کیا
گیا تھا اور پھر ان کی جگہ غیر متعلق افراد کو ان کا میک اپ کر کے
کر دیا گیا تھا تاکہ کسی کو اس بات کا پتہ نہ چل سکے کہ اصلی
دان اغوا کئے جا چکے ہیں"...... عمران نے کہا۔
"لیکن انہیں اغوا کس نے کیا تھا اور کیوں"...... بلیک زیرو نے
ن انداز میں پوچھا۔
"ان گیارہ سائنس دانوں کو ڈاکٹر ایکس نے اغوا کرایا تھا"۔
ان نے جواب دیا اور بلیک زیرو ڈاکٹر ایکس کا نام سن کر بری
ح سے اچھل پڑا۔
"آپ کا مطلب ہے ونڈر لینڈ کا ڈاکٹر ایکس"...... بلیک زیرو
نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔ اس نے اب خلائی دنیا بسا لی ہے جسے وہ اسپیس ورلڈ

کہتا ہے''...... عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے بلیک زیرو
گیارہ سائنس دانوں کے بارے میں تفصیل بتانی شروع کر
جنہیں ڈاکٹر ایکس نے اغوا کیا تھا اور وہ سب خلاء میں موجود
ایکس کے ایک بہت بڑے مصنوعی سیارے ایم ٹو میں موجود
سر مورسن نے ڈائری میں ہر بات تفصیل سے لکھی تھی کہ انہوں
دو سال ایم ٹو میں رہ کر وہاں کیا کیا تھا اور وہاں سے فرار ہ
کے لئے انہوں نے کس حد تک جدو جہد کی تھی۔

آخر میں سر مورسن نے ڈائری میں یہ بھی تحریر کر دیا تھا
ایم ٹو سے فرار ہونے والے اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے جا
تھے تو اچانک ان کے اسپیس شپ میں بھی ایک خرابی واقع
تھی اور انہیں یہ خطرہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ زیادہ دیر اسپیس میں
تو ان کا اسپیس شپ وہیں تباہ ہو جائے گا اس لئے انہوں
فوری طور پر زمین پر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ پھر کرہ ارض کی کش
ثقل میں داخل ہو کر اسپیس شپ ان کے ہاتھوں سے آؤٹ
کنٹرول ہو گیا تھا۔

آخری سطور میں انہوں نے یہی لکھا تھا کہ ان کا اسپیس
تیزی سے زمین کی طرف بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے اب ا
زندہ بچ رہنا ناممکنات میں سے ہے۔ انہوں نے ڈائری میں لکھ
کہ وہ اس ڈائری کے ساتھ چند سائنسی چیزیں چھوڑ رہے ہیں
کسی کے بھی ہاتھ آئیں تو تمام چیزیں کا [illegible]

شائع کرا دیں تاکہ کاسٹریا کو معلوم ہو جائے کہ سر مورسن ہلاک
نہیں ہوئے تھے بلکہ انہیں ڈاکٹر ایکس نے اغوا کیا تھا اور وہ اپنے
تمام ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے
ہیں۔ وہ تو زمین پر واپس آ گئے ہیں لیکن ان کے دس سائنس دان
ساتھی ایک اسپیس شپ میں اب بھی خلاء میں پھنسے ہوئے ہیں اور
اب تک ان کے اسپیس شپ کی بیٹریوں کو اس مخصوص چارجر سے
چارج نہیں کیا جائے گا اس وقت تک ان کا خلاء سے زمین پر
واپس آنا ناممکن ہے اور وہ زمین پر واپس آنے تک خلا کے قیدی
بنے رہیں گے۔ عمران یہ سب بتا کر خاموش ہو گیا۔

''حیرت انگیز انکشافات ہیں۔ ڈاکٹر جبران سمیت دنیا کے گیارہ
سائنس دان ڈاکٹر ایکس کے قبضے میں تھے اور آج تک ہم یہی
سمجھتے رہے تھے کہ وہ ہلاک ہو چکے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ اور یہ ان سائنس دانوں کی ہمت ہے کہ ڈاکٹر ایکس کی
قید میں ہونے کے باوجود انہوں نے حوصلہ نہیں ہارا تھا اور وہاں
سے فرار ہونے کی کوششوں میں لگے رہے تھے اور انہوں نے وہاں
چند ایسی چیزیں ایجاد کر لی تھیں جن کی مدد سے وہ ڈاکٹر ایکس کے
جدید اور انتہائی طاقتور مصنوعی سیارے سے فرار ہونے میں کامیاب
ہو گئے تھے۔ لیکن یہ ان کی بدقسمتی ہی تھی کہ ڈاکٹر ایکس کے ایم ٹو
سے فرار ہونے کے بعد وہ خلاء کے اسیر ہو گئے ہیں اور اب ان
میں سے ایک سائنس دان زمین پر آ کر ہلاک ہو گیا ہے جبکہ

پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر جبران سمیت ابھی مزید دس سائنٔ
خلاء کے قیدی بنے ہوئے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''اور کیا لکھا ہے اس ڈائری میں''...... بلیک زیرو نے پو

''اس سب کے علاوہ سر مورسن نے ڈاکٹر ایکس کی اُ
ایجاد کے بارے میں بھی تفصیل لکھی ہے جس کے مطابق
ایکس اور اس کے ماسٹر کمپیوٹرز ایک ایسا سیٹلائٹ بنانے
مصروف ہیں جو یہاں استعمال ہونے والی عام ٹارچ جیسا
اس سیٹلائٹ سے سرخ رنگ کی شعاعیں نکلتی ہیں جو سورج کی
میں شامل ہو کر انتہائی طاقتور اور انتہائی خطرناک ہو جاتی
سورج کی شعاعوں میں شامل ہونے والی سرخ شعاعیں سور
حدت کو ایک ہزار گنا زیادہ کر دیتی ہیں جس کی زد میں آنے
ہر چیز ایک لمحے میں جل کر راکھ بن جاتی ہے۔ ڈاکٹر ایکس
اس سیٹلائٹ کو ریڈ ٹارچ کا نام دیا ہے اور یہ ریڈ ٹارچ وہ نہ ص
پاکیشیا سے بدلہ لینے کے لئے بنا رہا ہے بلکہ اس ریڈ ٹارچ
بدولت وہ پوری دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے۔ ریڈ ٹارچ
سیٹلائٹ اتنا بڑا ہے کہ اس سے پاکیشیا جیسے ملک کو چاروں ط
سے مکمل طور پر کور کیا جا سکتا ہے اور ریڈ ٹارچ سے نکلنے والی س
روشنی، سورج کی روشنی میں شامل ہو کر صرف چند لمحوں میں پور
ملک پر پھیل سکتی ہے جس کی زد میں آنے والی ہر چیز جل کر ر
ہو جائے گی چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان۔ ڈاکٹر ایکس کا ک

نا کہ چونکہ اس کا ونڈر لینڈ پاکیشیائی ایجنٹوں نے تباہ کیا تھا اس
لئے وہ اپنی جدید ایجاد ریڈ ٹارچ سے پاکیشیا کو ہی فرسٹ ٹارگٹ
کرے گا اور دنیا کے نقشے سے پاکیشیا کا نام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
غائب کر دے گا۔ اس کی ایجاد تیاری کے آخری مرحلے میں ہے
اور ایک سے دو ہفتوں میں اس کا پراجیکٹ مکمل ہو جائے گا اور
جیسے ہی ریڈ ٹارچ مکمل ہو گی وہ اس سے پاکیشیا پر قیامت برپا کر
دے گا۔ سرخ قیامت جس سے واقعی پاکیشیا صرف چند لمحوں میں
مکمل طور پر جل کر راکھ بن جائے گا۔ اس ریڈ ٹارچ کی سرخ روشنی
میں اس قدر ہیٹ ہے کہ اس سے پہاڑ بھی راکھ بن جائیں گے
اور پاکیشیا کے تمام دریاؤں اور نہروں کا پانی بھی بھاپ بن کر اُڑ
جائے گا''۔ عمران نے کہا تو سرخ قیامت کا سن کر بلیک زیرو نے
ے اور پریشانی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

''ہونہہ۔ تو ڈاکٹر ایکس دشمنی کی اس انتہا تک پہنچ گیا ہے کہ وہ
کیشیا سے انتقام لینے کے لئے پاکیشیا پر سرخ قیامت برپا کرنا چاہتا
ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ ڈائری میں سر مورسن نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے
ر ڈاکٹر جبران نے ڈاکٹر ایکس کے اسپیس اسٹیشن ایم ٹو کو تباہ
کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی ان کوششوں میں ناکام
رہے تھے اور انہوں نے یہ بھی معلوم کرنے کی بے حد کوشش کی تھی
سرخ قیامت برپا کرنے والی ریڈ ٹارچ کہاں تیار کی جا رہی

ہے لیکن وہ اپنی اس کوشش میں بھی ناکام رہے تھے۔ البتہ
نے ایک قلم میں ایم ٹو اور اس کے اردگرد کے ماحول کی تمام
کر محفوظ کر لی ہے تاکہ اگر دنیا کے ایجنٹ خلاء میں جا کر ا
تلاش کرنا چاہیں تو ان کے لئے کچھ آسانیاں ہو جائیں۔ اس
علاوہ وہ جو چمکدار گولا ہے وہ ڈاکٹر جبران کا ایجاد کردہ
پاکیشیا کے ان سائنس دانوں مین سے تھے جو کمپیوٹر پر اتھارٹی
جاتے تھے اور کمپیوٹر کنٹرولنگ پر انہیں بے پناہ دسترس حاصل
ایم ٹو پر چونکہ کمپیوٹر کنٹرول تھا اس لئے ڈاکٹر جبران نے ایم
ہر طرف ماسٹر کمپیوٹر کی آنکھیں ہونے کے باوجود وہاں رہ کر
ایسا سسٹم ایجاد کر لیا تھا جس کی مدد سے وہ ایم ٹو کے تمام
کچھ وقت کے لئے فریز کر سکتے تھے اور انہوں نے اسی آ
مدد سے ہی وہاں سے راہِ فرار اختیار کی تھی‘‘...... عمران نے
دیا۔

’’لیکن اب ہو گا کیا۔ ڈاکٹر جبران سمیت دنیا کے دس
دان خلاء میں بھٹک رہے ہیں اور وہ خلاء میں کہاں موجود
کوئی نہیں جانتا پھر انہیں خلاء سے ڈھونڈ کر واپس کیسے لایا
ہے اور ڈاکٹر ایکس جو ریڈ ٹارچ بنا کر پاکیشیا پر سرخ قیامت
چاہتا ہے اس سے ہم کیسے بچ سکیں گے۔ ڈاکٹر ایکس تو سائنس
دنیا میں واقعی ایک بھیانک عفریت ثابت ہو رہا ہے جو انتہا
رفتاری سے اسپیس ورلڈ میں اپنے پنجے گاڑتا چلا جا رہا ہے اگر

لی ترقی کی یہی رفتار رہی تو وہ واقعی پاکیشیا پر سرخ قیامت برپا کر
ے ریڈ ٹارچ کے ذریعے پوری دنیا پر اپنا تسلط قائم کر لے گا۔ ظاہر
ہے پاکیشیا جیسے ترقی پذیر ملک پر جب سرخ قیامت ٹوٹے گی تو
پوری دنیا کو پتہ چل جائے گا جس سے پوری دنیا خوفزدہ ہو جائے
گی اور اس سرخ قیامت کے خوف کی وجہ سے پوری دنیا ڈاکٹر
ایکس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گی۔ یہ تو ظلم ہے عمران
صاحب سراسر ظلم۔ ساری دنیا پر صرف ایک انسان اور اس کی مشینی
دنیا کا تسلط ہو اس سے بڑھ کر انسانوں کی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی
ہے‘‘...... بلیک زیرو رکے بغیر کہتا چلا گیا۔

’’ہونہہ۔ ادھر ڈاکٹر ایکس پاکیشیا پر سرخ قیامت توڑنے کے
منصوبے پر کام کر رہا ہے اور ادھر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران
میری شادی کرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ تمہیں مجھ پر ہوتا ہوا ظلم
دکھائی نہیں دے رہا ہے کیا‘‘...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

’’اس ظلم سے بچانے کے لئے آپ مجھے جو آگے لا رہے
ہیں۔ میں جب وہاں سے جولیا کو غائب کر دوں گا تو پھر آپ کے
ساتھ ہونے والا ظلم رک جائے گا لیکن ڈاکٹر ایکس جو پاکیشیا اور
پوری دنیا پر سرخ قیامت کا ظلم توڑنے والا ہے اس سے کون روکے
گا اسے‘‘...... بلیک زیرو نے کہا۔

’’تم فکر نہ کرو شرجیل بھائی۔ جب تم مجھے جولیا سے بچا سکتے ہو
تو پھر میں بھی پاکیشیا اور پوری دنیا کو ڈاکٹر ایکس جیسے شیطان

سائنس دان کے شر سے بچانے کی ہمت رکھتا ہوں''...... عمران
ایک بار پھر اپنے مخصوص موڈ میں آتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا آپ سائنس دانوں کو بچانے اور ڈاکٹر ا
کی ریڈ ٹارچ تباہ کرنے کے لئے اسپیس میں جائیں گے''
بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں محسن بھائی۔ میں خلاؤں میں جا کر ان تمام سائنس دا
کو تلاش کروں گا جن کا اسپیس شپ خلاؤں میں کہیں بھٹک رہ
اور اس کے ساتھ ساتھ میں ڈاکٹر ایکس اور اس کے ان تمام مع
سیاروں کو بھی تباہ کر دوں گا جہاں ریڈ ٹارچ جیسا قیامت
سیٹلائٹ تیار کیا جا رہا ہے۔ میں تو کہتا ہوں جولیا سے میں :
نہیں بلکہ خلاؤں میں ہی جا کر شادی کروں گا تاکہ میری شادی
گواہ تمام سیارے، ستارے اور شہاب ثاقبوں کے ساتھ ۔
کہکشاں اور پوری کائنات بن جائے اور میرا رقیب روسفید
میں آ بھی جائے تو وہ ہماری واپسی پر جولیا کا کوئی کلیم دائر
سکے''...... عمران نے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

''میرے ہوتے ہوئے تنویر آپ پر کوئی کلیم نہیں کر
گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پھر تو میری شادی اب خلاء میں ہی ہو گی او
بھی کسی خلائی گڑیا کے ساتھ۔ اب تم یہاں بیٹھ کر یہ سوچو کہ تم
کوٹھی میں جا کر مہمانوں، ڈیڈی اور ان کی فورس اور ممبران

موجودگی میں جولیا کو کیسے اغوا کرتا ہے تب تک میں نیچے لیبارٹری
میں جا کر سر مورسن کی لائی ہوئی چیزیں چیک کر لیتا ہوں''۔ عمران
نے اٹھتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور عمران
سر مورسن کی چیزیں لے کر آپریشن روم سے نکلتا چلا گیا۔

''الرٹ۔ الرٹ۔ ڈاکٹر ایکس الرٹ''...... ایم ون کے اسپیس اسٹیشن میں ہر طرف ایم ون ماسٹر کمپیوٹر کی تیز آواز گونج رہی تھی۔ ڈاکٹر ایکس جو ایم ون کے ایک سیکرٹ روم میں موجود تھا اور ایک بڑی سی میز کے پیچھے اونچی نشست والی کرسی پر بیٹھا گہرے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ یہ آواز سن کر وہ چونک پڑا۔

''یس ایم ون۔ ڈاکٹر ایکس سپیکنگ''...... ڈاکٹر ایکس نے تیز آواز میں کہا۔

''آپ کہاں ہیں ڈاکٹر ایکس''...... ایم ون نے پوچھا۔

''میں اس وقت سیکرٹ روم میں ہوں۔ کیوں کیا ہوا اور تم الرٹ کاشن کیوں دے رہے ہو''...... ڈاکٹر ایکس نے پوچھا۔ سیکرٹ روم میں چونکہ ماسٹر کمپیوٹر کی دیکھنے والی کوئی آنکھ نہیں تھی اس لئے ماسٹر کمپیوٹر ایم ون کو اس بات کا پتہ نہیں چل سکتا تھا کہ

ڈاکٹر ایکس کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ البتہ اس روم میں سپیکر اور مائیک ضرور موجود تھے جن سے ایم ون، ڈاکٹر ایکس کی آواز بھی سن سکتا تھا اور اسے جواب بھی دے سکتا تھا لیکن اس روم کے مائیک سے ایم ون کا لنک تب ہوتا تھا جب ڈاکٹر ایکس خود اسے جواب دے ورنہ سپیکروں میں صرف ایم ون کی آواز ہی سنائی دیتی تھی۔

''مجھے خلاء میں دو انسانوں کی موجودگی کا کاشن ملا ہے ڈاکٹر ایکس۔ ان کے جسموں پر خلائی لباس موجود ہیں اور وہ لباس خلائی اسٹیشن ایم ٹو کے ہیں''...... ایم ون نے جواب دیا اور ڈاکٹر ایکس بری طرح سے چونک پڑا۔

''دو انسان۔ کیا مطلب۔ کیا وہ کسی اسپیس شپ میں ہیں''۔ ڈاکٹر ایکس نے چونک کر پوچھا۔

''نو ڈاکٹر ایکس۔ وہ کسی اسپیس شپ میں نہیں ہیں''...... ایم ون نے جواب دیا۔

''کیا مطلب۔ اگر وہ اسپیس شپ میں نہیں ہیں تو کہاں ہیں۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ایم ٹو کے خلائی لباس پہن کر بغیر اسپیس شپ کے خلاء میں گھوم رہے ہیں''...... ڈاکٹر ایکس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''یس ڈاکٹر ایکس وہ واقعی خلاء میں گھومتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان کے سر کا حفاظتی خول ٹوٹا ہوا

ہے جبکہ دوسرے انسان کے جسم میں متعدد سوراخ ہیں اور ان
دونوں کے جسم تیزی سے گھومتے ہوئے خلاء میں جا رہے
ہیں''...... ایم ون نے جواب دیا۔
''اوہ۔ کیا وہ دونوں زندہ ہیں''...... ڈاکٹر ایکس نے پوچھا۔
''نو ڈاکٹر ایکس۔ وہ دونوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ میں نے انہیں
سٹار ریز سے چیک کیا ہے اور سٹار ریز سے ہی میں انہیں چیک کر
رہا ہوں۔ ان میں زندگی کے کوئی آثار نہیں ہیں''...... ایم ون نے
جواب دیا۔
''کون ہیں وہ دونوں۔ کیا ان کا تعلق ان سائنس دانوں سے
ہے جو ایم ٹو سے فرار ہوئے تھے''...... ڈاکٹر ایکس نے پوچھا۔
''میں ان کی اسکیننگ کر رہا ہوں ڈاکٹر ایکس۔ ان دونوں کے
جسم بری طرح سے جلے ہوئے ہیں۔ اسپیس میں موجود ہیٹ نے
ان کی ہڈیاں تک گلا دی ہیں۔ میں ان کے ڈی این اے سیمپل
حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ڈی این اے سیمپلز سے ہی
مجھے ان کی شناخت کا پتہ چلے گا کہ وہ کون ہیں''...... ایم ون نے
کہا۔
''جلدی کرو۔ اس کام میں تم اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو۔ اگر یہ
دونوں انسان ان سائنس دانوں میں سے ہیں جو ایم ٹو سے فرار
ہوئے تھے تو مجھے ان کی موت پر شدید افسوس ہو گا۔ اگر وہ دونوں
ہلاک ہو چکے ہیں تو پھر باقی افراد کی لاشیں بھی شاید خلاء میں ہی

ہوں گی۔ ان کا بھی پتہ چلاؤ اور یہ بھی چیک کرو کہ ان کی
ہلاکتیں کیسے ہوئی ہیں۔ وہ سب یہاں سے دو اسپیس شپس میں فرار
ہوئے تھے پھر وہ اس طرح اسپیس شپس سے باہر کیسے نکل
آئے''...... ڈاکٹر ایکس نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔
''یس ڈاکٹر ایکس۔ بس چند منٹ۔ مجھے ابھی ان کا سارا بائیو
ڈیٹا مل جائے گا''...... ایم ون نے جواب دیا۔
''کیا ان دونوں کے دماغ بھی جلے ہوئے ہیں''...... ڈاکٹر
ایکس نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔
''یس ڈاکٹر ایکس۔ ان کے جسموں پر ایک بال بھی باقی نہیں
ہے۔ صرف ان کی جلی ہوئی کھال کا ہی مجھے پتہ چل رہا ہے جو
خلائی لباسوں کے کناروں سے جمی ہوئی ہے۔ میں ان کی مکمل
پڑتال کر رہا ہوں اگر مجھے ان کے جلے ہوئے دماغ کی ایک رگ
بھی سلامت مل گئی تو میں ان کی مائنڈ میموری بھی آسانی سے چیک
کر لوں گا''...... ایم ون نے کہا۔
''کتنی دیر میں تم یہ سب کام پورا کر لو گے''...... ڈاکٹر ایکس
نے پوچھا۔
''صرف دس منٹ میں''...... ایم ون نے کہا۔
''اوکے۔ میں دس منٹوں کے بعد تم سے بات کروں گا''۔ ڈاکٹر
ایکس نے کہا۔
''یس ڈاکٹر ایکس''...... ایم ون نے کہا اور اس کے ساتھ ہی

کمرے میں موجود اسپیکروں سے ایم ون کی آواز آنی بند ہو گئی۔

''کیا چکر ہو سکتا ہے۔ اگر یہ وہی سائنس دان ہیں تو ان کا اس طرح اسپیس میں ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے انہیں تو ایم ون اسپیس شپ میں ہونا چاہئے تھا''...... ڈاکٹر ایکس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے میز پر لگا ہوا ایک بٹن پریس کیا تو اچانک کمرے کی دیوار کے وسط میں ایک بڑی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اس روشن سکرین پر خلائی مناظر دکھائی دے رہے تھے جہاں ایک پہاڑ جیسا مصنوعی سیارہ اپنی مخصوص رفتار سے خلاء میں تیرتا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر ایکس نے ایک اور بٹن پریس کیا تو اچانک اس خلائی سیارے کا اندرونی منظر ابھر آیا۔ اب سکرین پر سفید رنگ کا ایک دیو قامت روبوٹ دکھائی دے رہا تھا جو ایک ہال نما کمرے کے عین وسط میں ایک چبوترے پر موجود تھا۔ اس روبوٹ کی ٹانگیں نہیں تھیں اس کا ناف تک کا دھڑ اس چبوترے میں دھنسا ہوا تھا۔

روبوٹ کے چہرے اور اس کے جسم کے مختلف حصوں پر بے شمار بلب لگے ہوئے تھے جو جل بجھ رہے تھے۔ اس روبوٹ کی آنکھوں کی جگہ سیاہ رنگ کے شیشے کی پٹی سی لگی ہوئی تھی جس میں کوئی روشنی نہیں تھی۔ اسی طرح اس کے منہ کی جگہ سرخ رنگ کے شیشے کی ایک پٹی نظر آ رہی تھی جس میں سرخ رنگ کی ایک لکیر دائیں سے بائیں جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ روبوٹ کے سر پر ڈ

ما لگا ہوا تھا جو نہایت آہستہ آہستہ چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ ے کے دو ہاتھ بھی تھے جو کافی بڑے بڑے تھے اور اس کی ں بھی کافی بڑی اور موٹی موٹی دکھائی دے رہی تھی۔

''ایم ٹو۔ ڈاکٹر ایکس کالنگ''...... ڈاکٹر ایکس نے اس روبوٹ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اچانک روبوٹ کی آنکھوں کی پٹی میں چمک سی پیدا ہوئی اور پھر شیشے کی اس سیاہ پٹی میں جیسے ب سے جلنا بجھنا شروع ہو گئے۔

''یس ڈاکٹر ایکس۔ ایم ٹو الرٹ''...... اچانک اس روبوٹ کے ر لگی ہوئی سرخ شیشے کی پٹی پر ایک ساتھ بے شمار سرخ لکیریں چمکنے لگیں جو اس بات کا اشارہ تھیں کہ اس روبوٹ نے ڈاکٹر ں کی بات کا جواب دیا ہے۔

''اپنے سسٹم کے بارے میں بتاؤ۔ تم نے دنیا کے گیارہ سائنس ں کے ایم ٹو سے فرار ہونے کے بعد کیا کیا تبدیلیاں کی ...... ڈاکٹر ایکس نے تیز لہجے میں پوچھا تو روبوٹ کے منہ پر ہوئی سرخ پٹی مسلسل چمکنا شروع ہو گئی اور وہ ڈاکٹر ایکس کو شروع ہو گیا کہ اس نے ایم ٹو اسپیس اسٹیشن میں کون کون سی یاں کی ہیں۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارے انتظامات فول پروف ہیں اور یہاں ان گیارہ سائنس دانوں کو واپس لایا جائے تو وہ دوبارہ ں سے فرار نہیں ہو سکیں گے''...... ڈاکٹر ایکس نے پوچھا۔

''یس ڈاکٹر ایکس۔ میں نے اپنے سسٹم کو ڈبل کر لیا ہے۔
طرح پہلے میرے سسٹم کو فریز کیا گیا تھا اب اگر مجھے دوبارہ ف
کرنے یا ایم ٹو کے کسی بھی حصے کو چھیڑنے کی کوشش کی گئی تو
سیکرٹ سسٹم خود بخود آن ہو جائے گا اور سیکنڈ سیکرٹ سسٹم فوری طو
پر ایم ٹو اسٹیشن کی سپلائی بحال کر دے گا جس کی وجہ سے میرا ف
سسٹم فوراً بحال ہو جائے گا اور میں فوری فیصلے کرتے ہوئے یہاں
آئے ہوئے کسی بھی غیر مطلق انسان یا روبوٹ کے خلاف ایکشن
لے سکوں گا اور میں نے اپنی وائس میموری کو بھی بے حد سٹرونگ
لیا ہے۔ کوئی دوسرا اگر ڈاکٹر ایکس کی آواز میں مجھ سے بات کرنے
کی کوشش کرے گا تو میں اس کے کوئی احکام نہیں مانوں گا''...... ایم
ٹو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تم نے اپنے سسٹم میں یہ سیٹنگ بھی کی ہے کہ اگر وہ
سائنس دان یہاں واپس آ جائیں تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی تمہاری
نظروں سے دور نہ رہ سکیں اور ان کے سونے جاگنے پر ہر لمحہ تم ان
پر نظر رکھ سکو''...... ڈاکٹر ایکس نے پوچھا۔

''یس ڈاکٹر ایکس۔ میں اب ان کی ہر ایکٹیوٹیز پر نظر رکھ سکتا
ہوں۔ ایم ٹو میں انہیں کہیں بھی جانے کے لئے میری اجازت لی
ضرورت ہو گی۔ میری اجازت کے بغیر وہ ایک روم سے نکل کر
دوسرے روم میں بھی نہیں جا سکیں گے''...... ایم ٹو نے جواب دیا۔

''گڈ۔ تمہیں یہ سب کام پہلے ہی کر لینے چاہئیں تھے۔ اگر تم

یں کھلی چھٹی نہ دی ہوتی تو وہ تمہارے اسپیس اسٹیشن سے
ں جا سکتے تھے۔ تم انہیں کہیں بھی آنے جانے سے نہیں
تھے اور نہ اس کے بارے میں مجھے رپورٹ کرتے تھے اگر
ہوتا کہ وہ سب تمہارے اسپیس اسٹیشن کے ہر حصے میں آ جا
ہیں اور تم سے پوچھے بغیر اسپیس اسٹیشن سے باہر بھی چلے
ہیں تو میں فوراً ان پر پابندیاں عائد کر دیتا اور مجھے یہ بھی
ہوا ہے کہ وہ تمہارے اسٹور روم میں بھی جاتے تھے اور وہاں
ی مرضی کی چیزیں بھی نکال کر لے آتے تھے۔ میرے کام
کے ساتھ ساتھ وہ اپنے کاموں میں بھی لگے رہتے تھے اور
نے تمہاری غفلت کا فائدہ اٹھا کر کچھ ایسی چیزیں ایجاد کر لی
ہن کی وجہ سے انہوں نے تمہارے تمام سسٹم کو جام کر دیا تھا
رے اسپیس اسٹیشن سے نکل جانے میں بھی کامیاب ہو گئے
...... ڈاکٹر ایکس نے کہا۔

ڈاکٹر ایکس۔ میں ماسٹر کمپیوٹر ہوں ماسٹر مائنڈ نہیں۔ میں انہی
پر عمل کرتا ہوں جو آپ میری میموری میں فیڈ کر دیتے ہو۔
نے میری میموری میں جو کچھ فیڈ کیا تھا میں اس سے زیادہ نہ
وچ سکتا ہوں اور نہ کچھ کر سکتا ہوں۔ آپ نے مجھے ان گیارہ
دانوں پر اس حد تک نگرانی کرنے کا کہا تھا کہ وہ آپ کی
ہوئی ایجادات پر کام کر سکیں اور اس کے لئے انہیں اسٹور روم
ا چاہئے وہ وہاں جا کر خود لے سکتے ہیں۔ آپ کا کام کرنے

کے ساتھ ساتھ وہ یہاں اپنی ضرورت کی ایجادات بھی کرتے تھے
ہو گئے تھے اور چونکہ آپ کی طرف سے مجھے انہیں روکنے کی
ہدایات نہیں ملی تھیں اس لئے میں نے انہیں نہیں روکا تھا
کبھی آپ نے مجھ سے ان کی ایکٹیوٹیز کے بارے میں پوچھا
اس لئے میں ذاتی طور پر آپ کو کس طرح سے رپورٹ کر سکتا
اس کے علاوہ آپ نے مجھے یہ ہدایات بھی نہیں دی تھیں
انہیں اسپیس اسٹیشن ٹو کے اندر اور باہر جانے سے روکوں۔ اس
میں انہیں کیسے روک سکتا تھا“...... ایم ٹو نے کہا۔

”بہرحال جو ہونا تھا ہو گیا اب میں نے تمہاری میموری میں
ہدایات فیڈ کی ہیں تمہیں ان پر ہی عمل کرنا ہے۔ روبو فورس
گیارہ سائنس دانوں کو اسپیس میں تلاش کرنے کے لئے گئی
ہیں وہ جہاں بھی ہوں گے روبو فورس انہیں ڈھونڈ لے گی اور
جلد ہی تمہارے اسپیس اسٹیشن میں واپس آ جائیں گے پھر تمہیں
سب کی بھرپور نگرانی کرنی ہو گی اور وہ تمہیں میرے کام کے
کوئی بھی کام کرتے دکھائی دیں تو تم اس کے بارے میں فوراً
رپورٹ کرو گے اور انہیں ہر قسم کی ذاتی ایکٹیوٹیز سے روکو
گے“...... ڈاکٹر ایکس نے کہا۔

”یس ڈاکٹر ایکس۔ میں آپ کی ہر ہدایات پر عمل کروں
گا“...... ایم ٹو نے کہا۔

”اوکے اینڈ آؤٹ“...... ڈاکٹر ایکس نے کہا اور اسی لمحے

ہوئی سکرین تاریک ہو گئی۔ ڈاکٹر ایکس نے اپنی کلائی پر
ہوئی گھڑی دیکھی۔ اسے ایم ون سے بات کئے ہوئے دس
سے زیادہ وقت گزر گیا تھا۔

یم ون“...... ڈاکٹر ایکس نے ایم ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

یس ڈاکٹر ایکس“...... دیواروں میں چھپے ہوئے اسپیکروں سے
کی فوراً جوابی آواز سنائی دی۔

س منٹ گزر چکے ہیں۔ کچھ معلوم ہوا ان خلائی انسانوں کے
میں جن کی لاشیں خلاء میں تیر رہی ہیں“...... ڈاکٹر ایکس
چھا۔

یس ڈاکٹر ایکس۔ وہ دونوں ان گیارہ سائنس دانوں میں سے
جو ایم ٹو سے فرار ہوئے تھے“...... ایم ون نے جواب دیا
کٹر ایکس چونک پڑا۔

اوہ۔ کون ہیں وہ دونوں اور وہ خلاء میں کیسے ہلاک ہو گئے
...... ڈاکٹر ایکس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

ن میں سے ایک ڈاکٹر ہاؤزک ہے جسے گریٹ لینڈ سے اغوا
کے اسپیس میں لایا گیا تھا اور دوسرا سائنس دان سر ہومز ہے وہ
ریٹ لینڈ سے ہی تعلق رکھتا ہے“...... ایم ون نے کہا۔

اوہ اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ گریٹ لینڈ کے دونوں سائنس
ہلاک ہو چکے ہیں“...... ڈاکٹر ایکس نے پریشانی کے عالم میں

"یس ڈاکٹر ایکس۔ میں نے ان کے ڈی این اے ٹیسٹ
ہیں۔ ان میں سے سر ہومز کے جسم کے ساتھ اس کا سارا دماغ
جل کر سیاہ ہو گیا تھا لیکن ڈاکٹر ہاؤزک جس کا سر حفاظتی گلوب
چھپا ہوا تھا اس کے دماغ کا ایک حصہ جلنے سے بچ گیا تھا۔
نے اس کے دماغ کی ساری میموری اپنی مشینی میموری میں ٹرا
لی ہے اور مجھے ان سب کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ
ٹو سے کیسے فرار ہوئے تھے اور انہوں نے کیا کیا ایجادات کی تھ
اور اب وہ کس اسپیس شپ میں ہیں اور خلاء میں کہاں ہیں"۔
ون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ۔ یہ تم نے بہت اچھا کام کیا ہے ایم ون۔ ا
بتاؤ۔ وہ سب ایم ٹو سے کیسے فرار ہوئے تھے اور اب کہاں ہی
مجھے ساری تفصیل بتاؤ۔ جلدی"...... ڈاکٹر ایکس نے مسرت بھ
لہجے میں کہا اور ایم ون اسے ان گیارہ سائنس دانوں کے بار
میں تفصیل بتانا شروع ہو گیا جو ایم ٹو میں رہ کر وہ کرتے رہے
اور پھر ایم ون نے ڈاکٹر ایکس کو یہ بھی بتا دیا کہ ان سب نے
کیا ایجادات کی تھیں اور کس طرح سے وہ ایم ٹو سے فرار ہو
تھے۔ ان کی ایجادات اور ان کے فرار ہونے کی تفصیل سن کر ڈا
ایکس ساکت سا ہو کر رہ گیا تھا۔

"اوہ۔ وہ سب دو سالوں سے ایم ٹو اور میرے ورلڈ ا
کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتے رہے تھے اور اس کے بار

ایم ٹو کو کچھ معلوم ہی نہیں تھا"...... ڈاکٹر ایکس نے انتہائی
ت اور غصے سے بھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یس ڈاکٹر ایکس۔ آپ کو چونکہ ان سائنس دانوں پر بھروسہ تھا
وہ خلاء میں اور ایم ٹو جیسے اسپیس اسٹیشن میں ہونے کی وجہ سے
نہیں کر سکیں گے اور وہاں سے فرار ہونے کا سوچ بھی نہیں سکیں
اس لئے آپ نے ایم ٹو میں ان کی حفاظت کے لئے خاص
امات نہیں کرائے تھے جس کا فائدہ اٹھا کر وہ سب یہاں سے نہ
ف فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے اسپیس
ز کے بہت سے راز بھی حاصل کر لئے تھے اور ان تمام رازوں
انہوں نے نہ صرف فلمبندی کر لی تھی بلکہ انہیں دوسرے اسپیس
نز کے بارے میں بھی بہت سی معلومات مل گئی تھیں جہاں پر
ٹارچ کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی ایجادات کی جا رہی ہیں
کی مدد سے آپ کرہ ارض پر قبضہ کرنے کا سوچ رہے
'...... ایم ون نے جواب دیا۔

"یہ صورت حال تو بہت زیادہ خطرناک ہے ایم ون۔ وہ ایم ٹو
میرے سارے راز لے کر فرار ہو گئے ہیں اگر وہ تمام راز لے
ارتھ پر پہنچ گئے تو پوری دنیا کو میرے اسپیس ورلڈ کا علم ہو
ئے گا اور پوری دنیا میرے خلاف ہو جائے گی"...... ڈاکٹر ایکس
کہا۔

"یس ڈاکٹر ایکس۔ ان میں سے دس سائنس دان جس اسپیس

شپ میں فرار ہوئے تھے وہ تو ابھی تک خلاء میں ہی بھٹک ر
ہیں اور ان میں سے دو سائنس دان اپنے اسپیس شپ کی بیٹ
ٹھیک کرتے ہوئے شہاب ثاقبوں کا شکار ہو گئے ہیں جبکہ باقی
سائنس دان ابھی تک خلاء میں ہی موجود ہیں۔ مجھے ڈاکٹر باو
کی مائنڈ میموری سے ان راستوں کا تو علم ہو گیا ہے جس طرف
کا اسپیس شپ گیا تھا لیکن میں ابھی تک اس اسپیس شپ کو تلا
نہیں کر سکا ہوں۔ کاسٹریائی سائنس دان سرمورسن دوسرے اسپ
شپ میں فرار ہوا تھا اور تمام ایجادات بھی اس کے پاس ہیں۔ ا
کی اسپیس شپ کہاں ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کی مدد کے
کیوں نہیں پہنچا اس کے بارے میں ابھی تک مجھے کچھ معلوم نہیں
سکا ہے۔ البتہ میں نے سٹار لائٹ زمین پر جانے والے تمام
روٹس پر فائر کی تھی۔ ان میں سے ایک روٹ پر مجھے ایسے سپاٹ
پتہ چلا ہے جہاں پر ایک اسپیس شپ نے ارتھ وے کی طرف
کیا تھا اور اس کا وائرلیس سسٹم جام تھا۔ میں اسی کے بارے میں
معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مجھے ایسا لگ رہا
جیسے وہ شپ ہمارا ہی تھا اور وہ وہی اسپیس شپ تھا جسے کاسٹ
سائنس دان سرمورسن لے گئے تھے“...... ایم ون نے کہا۔

”تمہارا کہنے کا مطلب ہے کہ سرمورسن ارتھ پر چلا گیا
ہے“...... ڈاکٹر ایکس نے چونکتے ہوئے کہا۔

”یس ڈاکٹر ایکس۔ مجھے جو ویوز ملی ہیں ان کے مطابق تو

سرمورسن کا ہی اسپیس شپ لگتا ہے۔ میں نے اس وے پر
اس سرچر اسپیس شپ بھیج دیئے ہیں۔ وہ نزدیک سے جا کر ان
کو چیک کریں گے تو معلوم ہو گا کہ وہ سرمورسن کا ہی اسپیس
تھا یا کوئی اور۔ اور اگر وہ ارتھ پر گیا ہے تو اس کا بھی پتہ چل
ئے گا“...... ایم ون نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جلد سے جلد معلوم کرو ایم ون۔ ہمارے لئے یہ جاننا بے حد
ری ہے کہ سرمورسن کہاں ہے اگر وہ ہمارے راز لے کر ارتھ پر
گیا تو ہمارے لئے بے حد مسئلہ ہو جائے گا ہمیں ہر حال میں
سے وہ ایجادات حاصل کرنی ہیں اگر وہ ارتھ پر کسی کے ہاتھ
گئیں تو دنیا والوں پر ہمارے آدھے سے زیادہ راز اوپن ہو
یں گے اور اگر وہ معلومات زیرو لینڈ والوں کو مل گئیں تو وہ ہمارا
ں ورلڈ آسانی سے تلاش کر لیں گے“...... ڈاکٹر ایکس نے
ی پریشانی کے عالم میں کہا۔

”آپ فکر نہ کریں ڈاکٹر ایکس۔ میں ان تمام وے کی طرف
ریڈ ٹارچ والی اسپیس شپ بھیج دوں گا جہاں جہاں سے ڈاکٹر
ن کا اسپیس شپ گزرا ہو گا۔ ان ویز پر اگر انہیں زیرو لینڈ کا
اسپیس شپ دکھائی دیا تو وہ اسپیس شپس پر لگی منی ریڈ ٹارچوں
زیرو لینڈ کے اسپیس شپس کو چند ہی لمحوں میں جلا کر بھسم کر
گے۔ زیرو لینڈ کے اسپیس شپس ہماری ریڈ ٹارچ والی اسپیس
کا مقابلہ نہیں کر سکیں گی“...... ایم ون نے کہا۔

”تو جلدی کرو۔ اگر سر مورسن اسپیس شپ لے کر ارتھ پر چلا گیا ہے تو اسے ارتھ پر تلاش کرنے کے لئے بھی روبو فورس بھیجو اور وہ جہاں بھی ہو اسے ہر حال میں اپنی تمام ایجادات سمیت یہاں واپس آنا چاہئے“...... ڈاکٹر ایکس نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیس ڈاکٹر ایکس۔ میں ہارڈ روبو فورس کو ارتھ پر جانے کا حکم دے دیتا ہوں۔ اس روبو فورس پر ارتھ پر بنے ہوئے کسی بھی ویپن کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ میں ان روبوٹس کی میموری میں سر مورسن کے ڈی این اے ٹیسٹ، خون کا سیمپل، اس کی سکن کا سیمپل اور اس کی جسمانی ساخت کا تمام ریکارڈ فیڈ کر دوں گا تاکہ وہ ارتھ کے کسی بھی حصے میں ہو اسے ہارڈ روبوٹس آسانی سے تلاش کر سکیں“۔ ایم ون نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ کام جلد سے جلد ہو جانا چاہئے“...... ڈاکٹر ایکس نے اسی انداز میں کہا۔

”لیس ڈاکٹر ایکس“...... ایم ون نے جواب دیا اور ڈاکٹر ایکس خاموش ہو گیا۔

عمران سپورٹس کار میں جیسے ہی کوٹھی کے پاس پہنچا اس کی ھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ کوٹھی کو نہایت خوبصورت انداز ں سجایا جا رہا تھا۔

کوٹھی کے اندر اور باہر بے شمار افراد کام کر رہے تھے جو کوٹھی کو ی دلہن کی طرح سے سجانے میں مصروف تھے۔ دیواروں اور ڑں کے کناروں پر برقی قمقمے لگائے جا رہے تھے۔ کوٹھی کے اندر نے والے راستوں پر رنگین ستون لگائے جا رہے تھے جن پر صورت پھولوں کے گلدستے لہراتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے کوٹھی کے گیٹ کے پاس دور تک سرخ رنگ کا قالین اندر جاتا دکھائی دے رہا تھا جس کے دونوں اطراف پھولوں کی پتیاں ی ہوئی تھیں۔ دالان کی سائیڈوں میں موجود کیاریوں کو بھی ت خوبصورت انداز میں سجایا جا رہا تھا، ہر طرف رنگ برنگے

پھولوں کی بھینی بھینی مہک پھیلی ہوئی تھی جس سے ذہن تر و تازہ اور معطر ہو جاتا تھا۔

''لگتا ہے۔ میری منگنی نہیں بلکہ آج ہی میری بارات نکالنے کی پلاننگ کی جا رہی ہے''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ساتھ والی بڑی کوٹھی کا گیٹ کھلا ہوا تھا اور وہاں سر عبدالرحمٰن اور سوپر فیاض سمیت عمران کے کئی عزیز و اقارب کی گاڑیاں کھڑی تھیں شاید کوٹھی کی سجاوٹ کی وجہ سے کاروں کو دوسری کوٹھی کے پورچ میں کھڑا کیا جا رہا تھا۔ عمران نے بھی اپنی کار موڑی اور اس نے کار دوسری کوٹھی کے پورچ میں لے جا کر روک دی۔ وہ کار سے نکل کر باہر آیا اور پھر حیرت سے دیدے گھماتا ہوا کوٹھی کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی لمحے اسے سامنے سے سر عبدالرحمٰن اور سوپر فیاض آپس میں باتیں کرتے ہوئے اس طرف آتے دکھائی دیئے۔

عمران احمقوں کی طرف کوٹھی کی سجاوٹ کو دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اسے آتے دیکھ کر سر عبدالرحمٰن اور سوپر فیاض وہیں رک گئے۔ سوپر فیاض، عمران کی طرف دیکھ کر اس انداز میں مسکرا رہا تھا جیسے اسے عمران کی شادی کی سب سے زیادہ خوشی ہو رہی ہو اور وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں عمران کو اشارہ کر رہا ہو کہ آخر اونٹ پہاڑ کے نیچے آ ہی گیا ہے۔ اب وہ خود کو شادی کرنے سے کیسے بچائے گا۔

''السلام وعلیکم''...... عمران نے آگے بڑھ کر سر عبدالرحمٰن کو سلام

کرتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام۔ آ گئے تم''...... سر عبدالرحمٰن نے اس کے سلام کا جواب دے کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''جی ڈیڈی۔ اور سوپر تم سناؤ۔ تم کیسے ہو اور بھابھی اور بچے کیسے ہیں۔ انہیں نہیں لائے ساتھ''...... عمران نے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ تمہاری بھابھی اور بچے تیار ہو رہے ہیں۔ وہ کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے''...... سوپر فیاض نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ سر عبدالرحمٰن کے پاس کھڑے ہونے کی وجہ سے اس نے بڑے تحمل بھرے انداز میں عمران کو جواب دیا تھا۔ ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ عمران کو گردن سے پکڑ لے اور اس سے خوب لے دے کرے۔

''میری تو تم نے کبھی مانی ہی نہیں تھی۔ آج تمہاری اماں بی نے آخر تمہیں شادی کرنے پر مجبور کر ہی دیا ہے۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تم نے اپنی اماں بی کا دل نہیں توڑا اور شادی کرنے کی حامی بھر لی ہے۔ انہوں نے مجھے تمہاری پسند سے بھی ملایا ہے۔ ماشاء اللہ اچھی لڑکی ہے۔ تمہاری اور اس کی جوڑی خوب سجے گی''...... سر عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شش۔ شش۔ شادی۔ کیا میری شادی ہونے جا رہی ہے''...... عمران نے اچھل کر کہا۔

”ہاں کیوں۔ تم اس قدر حیران کیوں ہو رہے ہو۔ تمہیں نہیں پتہ کہ تمہاری شادی ہونے والی ہے۔ کیا نام ہے اس کا ہاں پاکیزہ۔ پاکیزہ خانم“...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

”لل لل۔ لیکن ڈیڈی۔ اماں بی نے تو کہا تھا کہ میری اس سے صرف منگنی ہو گی۔ شادی اگلے ہفتے ہو گی اور وہ بھی میری پسند کی دوسری لڑکی کے ساتھ“...... عمران نے کہا اور اس کی بات سن کر نہ صرف سر عبدالرحمٰن بلکہ سوپر فیاض بھی چونک پڑا۔

”دوسری لڑکی کے ساتھ۔ کیا مطلب۔ کہیں تم یہ تو نہیں کہنا چاہتے کہ آج تمہاری جس لڑکی سے منگنی ہو رہی ہے، اس سے صرف منگنی ہو گی اور اگلے ہفتے تم کسی اور لڑکی سے شادی کرو گے“...... سر عبدالرحمٰن نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں ڈیڈی۔ میں پہلی بار شادی کر رہا ہوں لیکن مجھے پتہ ہے کہ منگنی ماں باپ کی پسند کی لڑکی سے کی جاتی ہے۔ مگر شادی کسی اور لڑکی کے ساتھ کی جاتی ہے اور ولیمہ کسی اور لڑکی کے ساتھ“...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا اور سر عبدالرحمٰن کے چہرے پر غصہ کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ عمران کو کچھ کہنا چاہتے تھے مگر حیرت انگیز طور پر انہوں نے اپنے غصے پر قابو پا لیا۔

”نانسنس۔ جس سے منگنی ہوتی ہے۔ اسی سے شادی ہوتی ہے اور پھر ولیمہ ہوتا ہے۔ ہر رسم میں لڑکیاں تبدیل نہیں ہوتیں“۔ سر عبدالرحمٰن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا آپ کی طرح مجھے بھی ساری زندگی ایک ہی
ت کے ساتھ گزارنی ہو گی“...... عمران نے مایوس ہوتے ہوئے
اور اس کی بات سن کر سر عبدالرحمٰن کے چہرے کے عضلات
طرح سے پھڑ پھڑانے لگے لیکن انہوں نے ایک بار پھر اپنا
کنٹرول کر لیا۔

”لگتا ہے تم پر حماقتوں کا پھر سے بھوت سوار ہو گیا ہے۔ میں
تمہاری اماں بی سے وعدہ کیا ہے کہ میں آج تمہیں کچھ نہیں
ں گا اور تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گا اس لئے میں تمہارا
کر رہا ہوں اور تم مجھے ہی احمق بنانا شروع ہو گئے ہو“...... سر
الرحمٰن نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں ڈیڈی۔ توبہ توبہ۔ کرنل واسطی کے ہوتے ہوئے
بھلا آپ کو احمق کیسے بنا سکتا ہوں“...... عمران نے دونوں
ں سے فوراً اپنے گال پیٹتے ہوئے کہا۔

”کرنل واسطی۔ کون کرنل واسطی“...... سر عبدالرحمٰن نے چونک
ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ صاحب جن کی مونچھیں دیکھ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے اس کی
میں دو گلہریاں گھس گئی ہوں اور اپنی دمیں باہر ہی چھوڑ گئی
یہ ماسٹر ریاض نہیں ہیں کیا“...... عمران نے سوپر فیاض کی
اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اپنے نام کی مٹی پلید ہوتے دیکھ کر
فیاض نے غصے سے ہونٹ بھینچ لئے۔

"یہ سپرنٹنڈنٹ فیاض ہے۔ تم اسے کرنل واسطی کیوں کہہ رہے ہو اور وہ ماسٹر ریاض کون ہے"...... سر عبدالرحمٰن نے غصیلے مگر انتہائی جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں ڈیڈی۔ میں اسے بھلا کرنل واسطی کیوں کہوں گا میں جانتا ہوں یہ تو آپ کے محکمے کی ناک، بلکہ آنکھیں اور کان بھی ہے۔ صرف اس کے ہاتھوں میں کبھی کبھار خارش ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ زیادہ تر اپنی جیبوں میں ہی رہتے ہیں اور جیبوں میں ہاتھ رکھنے کی وجہ سے اس کی جیبیں یوں پھولی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جیسے اس نے بڑی بڑی رشوتیں لے کر اپنی جیبیں بھر رکھی ہوں"...... عمران نے کہا اور عمران کی بات سن کر سوپر فیاض کے چہرے پر بوکھلاہٹ ناچنے لگی۔

"نن نن۔ نہیں نہیں میں رشوت نہیں لیتا۔ میں۔ میں......" سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا جیسے عمران نے سر عبدالرحمٰن کے سامنے اس کی پول کھول دی ہو۔

"تم کیا احمقوں کی طرح میں میں کر رہے ہو نانسنس۔ کیا تم نہیں جانتے اسے فضول باتیں کرنے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے"...... سر عبدالرحمٰن نے سوپر فیاض کو ڈپٹتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ یس سر۔ وہ سر وہ وہ"...... سر عبدالرحمٰن کی ڈپٹ سن کر سوپر فیاض نے بری طرح سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا یس سر۔ یس سر کر رہے ہو۔ جاؤ۔ جو کام کہا ہے وہ

ں کر کے واپس آؤ"...... سر عبدالرحمٰن نے اسی انداز میں کہا۔

"یس سر۔ میں بس ابھی گیا اور ابھی آیا"...... سوپر فیاض نے ۔ پھر وہ عمران کو تیز نظروں سے گھورتا ہوا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بن گیٹ کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

"تم یہاں کیوں کھڑے ہو نانسنس۔ جاؤ۔ اندر جاؤ۔ تمہاری بی تمہیں کافی دیر سے تلاش کر رہی ہیں اور ثریا اور اس کا شوہر آ گیا ہے۔ ان سے بھی مل لو"...... سر عبدالرحمٰن نے عمران سے ب ہو کر کہا۔

"جی ڈیڈی۔ آپ کہیں تو میں یہاں کام کرنے والے مزدوروں بھی مل لوں۔ ان کا حال احوال پوچھنے کے ساتھ ساتھ میں ان فیملی ممبرز کے بارے میں بھی دریافت کر لوں گا"...... عمران انتہائی ہمدردانہ لہجہ بناتے ہوئے کہا اور سر عبدالرحمٰن اسے ایک بھر غصیلی نظروں سے دیکھنے لگے۔

"مجھے خواہ مخواہ غصہ دلانے کی کوشش مت کرو عمران۔ ایسا نہ ہو میں یہ سب یہیں روک دوں۔ تم جانتے ہو جب مجھے غصہ آتا تو اپنے غصے پر خود مجھے بھی کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا ہے"۔ سر الرحمٰن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہی تو میں چاہتا ہوں"...... عمران نے بڑبڑانے والے انداز کہا۔

"کیا۔ کیا کہا تم نے"...... سر عبدالرحمٰن نے بری طرح سے

چونک کر پوچھا جیسے انہوں نے عمران کی بڑبڑاہٹ سن لی ہو۔
''کک۔ کک۔ کچھ نہیں ڈیڈی۔ میں بھلا آپ کو کیا کہہ سکتا
ہوں۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ آپ میرے لئے اتنا سب کچھ کر رہے
ہیں اس کے لئے میں آپ کا کس منہ اور کس ناک سے شکریہ ادا
کروں''...... عمران نے کہا۔
''تم میرے اکلوتے بیٹے ہو۔ میں تمہارے لئے سب کچھ نہیں
کروں گا تو کس کے لئے کروں گا نانسنس''...... سر عبدالرحمٰن نے
ایک بار پھر مسکراتے ہوئے کہا۔
''اوہ تو آپ یہ سب کچھ نانسنس کے لئے کر رہے ہیں اور میں
اتنی دیر سے یہی سمجھ رہا تھا کہ آپ یہ سب کچھ میرے لئے کر رہے
ہیں''...... عمران نے مایوس سی صورت بنا کر کہا اور سر عبدالرحمٰن نے
بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اسی لمحے عمران نے لان میں صفدر اور
دوسرے ممبران کو دیکھا جو کوٹھی کی سجاوٹ کا سامان لئے اسی طرف آ
رہے تھے۔
''تمہارے دوست آ گئے ہیں۔ جاؤ۔ ان سے ملو جا کر''...... سر
عبدالرحمٰن نے کہا اور وہ تیزی سے رہائشی حصے کی طرف بڑھ گئے
جیسے اب وہ عمران سے مزید کوئی بات نہ کرنا چاہتے ہوں۔ صفدر اور
دوسرے ممبران نے عمران کو دیکھ لیا تھا۔ ان کے ساتھ کراسٹی بھی
تھی۔ عمران کو دیکھ کر وہ سب تیزی سے اس کی طرف لپکے۔
''آپ آ گئے عمران صاحب''...... صفدر نے عمران سے مخاطب

کراتے ہوئے کہا۔
نہیں۔ میرے آنے میں ابھی دو چار گھنٹے باقی ہیں''۔ عمران
وس لہجے میں کہا اور وہ سب بے اختیار مسکرا دیئے۔
ہم نے آپ کی اور مس جولیا کے نکاح کی خوشی میں پوری
و دلہن کی طرح سجا دیا ہے''...... کیپٹن شکیل نے مسکراتے
کہا اور عمران چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔
منگنی کا نام نکاح کب سے ہو گیا ہے''...... عمران نے حیران
ہوئے کہا۔
ارے۔ سر عبدالرحمٰن نے آپ کو بتایا نہیں کہ انہوں نے اور
ی نے فیصلہ کیا ہے کہ آج ہی آپ کی منگنی ہو گی اور مس
کے ساتھ آج ہی آپ کا نکاح کر دیا جائے گا تاکہ یہ رشتہ
ڈور سے ہمیشہ کے لئے باندھا جا سکے۔ اس سلسلے میں انہوں
سے بات کی تھی تو ہم نے فوراً ان کی بات مان لی تھی۔ منگنی
ہمارے نظر میں بھی ایک غیر ضروری رسم تھی اس لئے ہم
ا کہ واقعی آپ کا اور مس جولیا کا اگر نکاح ہو جائے تو اس
ی اور کیا بات ہو سکتی ہے''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے
عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔
نی تم سب چاہتے ہو کہ میں چھری تلے دم بھی نہ لوں''۔
نے کہا اور وہ سب بے اختیار ہنس پڑے۔
س میں چھری تلے دم لینے والی کون سی بات ہے عمران

صاحب۔ جب آپ جولیا سے شادی کرنے کے لئے رضا
ہی گئے ہیں تو پھر منگنی ہو یا نکاح اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔
لمحات تو ہمارے لئے یادگار لمحات ہیں''...... کراسٹی نے مسکرا
ہوئے کہا۔

''مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن یہ سب جب چیف
معلوم ہوگا اور جب وہ تمہارا کورٹ مارشل کرے گا تو پھر تم
صحتوں پر جو فرق پڑے گا وہ لمحات بھی یادگار ہی ہوں گے''۔ تم
نے منہ بنا کر کہا۔

''اوہ۔ واقعی اس سلسلے میں تو ہم میں سے کسی نے چیف
بات ہی نہیں کی ہے۔ اگر چیف کو معلوم ہوا کہ عمران اور مس
کی شادی ہو رہی ہے تو ہم انہیں کیا جواب دیں گے''......
شکیل نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''بڑی جلدی خیال آیا ہے تمہیں چیف کا۔ تم شاید بھول گئے
کہ تم سب نے چیف سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر تم میں سے
شادی کرے گا تو اس کے لئے تمہیں سیکرٹ سروس چھوڑنی پڑے
اور وہ بھی چیف کی اجازت کے ساتھ۔ اگر چیف کی مرضی ہو
وہ تمہارے استعفے منظور کرے گا اور تمہیں شادی کرنے کی اجازت
دے گا اگر وہ نہ چاہے تو نہ تمہارے استعفے منظور ہوں گے اور نہ
وہ تم میں سے کسی کو شادی کرنے کی اجازت دے گا۔ میں تو
سلسلے میں بری الزمہ ہوں کیونکہ میں سیکرٹ سروس کا باقاعدہ

وں۔ چیف کا کوئی قانون میرے لئے نہیں ہے لیکن اس
کی زد میں جولیا اور تم سب بھی آتے ہو۔ تم سب اپنی اپنی
...... عمران نے کہا اور وہ سب پریشانی کے عالم میں ایک
کی شکلیں دیکھنے لگے۔

لیا مس جولیا نے بھی چیف کو اپنی شادی سے آگاہ نہیں کیا
... کراسٹی نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

ھے کیا معلوم۔ اگر اس نے چیف کو بتایا ہوتا تو چیف اب
لیا کی شادی میں دھمال ڈالنے کے لئے ضرور آ گیا ہوتا''۔
نے کہا۔

س کا مطلب ہے کہ یہ سب چیف کی اجازت حاصل کئے
رہا ہے۔ چیف کو اگر پتہ لگ گیا تو مس جولیا کے ساتھ ساتھ
کی بھی شامت آ جائے گی''...... چوہان نے پریشان ہوتے
کہا۔

رف شامت نہیں۔ چیف تم سب پر ایسا عتاب لائے گا کہ
سے کسی کو چوہوں کے بلوں میں بھی چھپنے کے لئے جگہ نہیں
...... عمران نے کہا۔

پ ہمیں ڈرا رہے ہیں''...... صفدر نے عمران کی جانب
ری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

پھری کسی جن زادی یا دیو زادی سے شادی نہیں ہونے جا
میں تمہیں ڈرانا شروع کر دوں۔ بہرحال یہ سب تمہارا کیا

دھرا ہے اب تم ہی بھگتو۔ میں تو چلا اپنی ہونے والی دلہن کو دیکھ
کہ وہ عروسی جوڑے میں کیسی دکھائی دیتی ہے''...... عمران نے
اور اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی کچھ کہتا اسی لمحے انہیں ایک
چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ارے عمران بھائی۔ آپ یہاں ہیں اور میں آپ کو کہاں
کہاں تلاش کرتی پھر رہی ہوں''...... ان سب نے مڑ کر دیکھا تو
انہیں لان کے دوسرے حصے سے ثریا نکل کر اس طرف آتی ہوئی
دکھائی دی۔

''کہاں کہاں تلاش کیا تھا مجھے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

''ہر جگہ''...... ثریا نے آگے آ کر اس کے گلے لگتے ہوئے کہا

''آسمان کی وسعتوں میں، سمندروں کی گہرائیوں میں اور تپتے
سلگتے صحراؤں میں آ جاتی۔ میں وہاں کہیں نہ کہیں تو تمہیں مل
جاتا''...... عمران نے کہا اور ثریا کے ساتھ ساتھ وہاں موجود ممبران
کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی مگر دوسرے لمحے ان کے ہونٹوں
سے مسکراہٹیں غائب ہو گئیں۔ انہیں ایک بار پھر چیف کا خیال
گیا تھا جس کی اجازت کے بغیر وہ عمران اور جولیا کی شادی کرا
جا رہے تھے۔ جس پر چیف ان پر بے حد بھاری پڑ سکتا تھا۔

''ایسی جگہوں پر آپ لیلیٰ کو لے جانا۔ مجھے ایسی جگہوں
جانے کا کوئی شوق نہیں ہے''...... ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ارے۔ جس سے میری شادی ہونے والی ہے اس کا نام لیلیٰ
لیا''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''وہ آپ کی لیلیٰ ہی تو ہے۔ قسم سے بھائی آپ نے میرے
بہت پیاری بھابھی چنی ہے۔ اب میں سمجھی کہ آپ اتنے
ے سے شادی کے لئے ہاں کیوں نہیں کر رہے تھے۔ آپ کو
یاری بھابھی کا جو انتظار تھا''...... ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''بب۔ بب۔ بھابھی۔ کس کی بھابھی''...... عمران نے ہکلاتے
کہا۔

میری بھابھی اور کس کی بھابھی''...... ثریا نے کہا۔

اوہ اچھا۔ میں سمجھا تم اسے میری بھابھی بنانے کا کہہ رہی
...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور ثریا بے
کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

اچھا۔ بس اب آپ مذاق چھوڑیں اور میرے ساتھ چلیں۔
ں بھی کب سے آپ کے بارے میں پوچھ رہی ہیں اور ہاں
پ کے لئے شادی کا جوڑا خرید کر لائی ہوں۔ آپ ایک نظر
دیکھ لیں کہ وہ آپ کو پسند بھی آتا ہے یا نہیں اور آپ اس کا
پ لے لیں۔ میں نے دکاندار سے کہا تھا کہ اگر ماپ میں
فرق ہوا تو میں اس سے فوری طور پر جوڑا بدلوا لوں گی''۔ ثریا
ں کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے کہا۔

''ارے ارے چل رہا ہوں۔ تم تو مجھے اس طرح سے کھینچ رہی

ہو جیسے قصائی ذبح کرنے کے لئے بکرا کھینچ کر لے جاتا ہے۔"
عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چلیں چلیں۔ اب زیادہ نخرے نہ کریں"...... ثریا نے اسے
ساتھ گھسیٹتے ہوئے کہا اور عمران خاموشی سے سر جھکائے اس کے
ساتھ چل پڑا۔

شام ہوتے ہی مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان
مہمانوں میں سر عبدالرحمٰن نے اپنے محکمے کے اعلیٰ افسروں سمیت کئی
سماجی اور نامور شخصیات کو مدعو کیا تھا جن میں سر سلطان، سر داور اور
ان جیسی کئی بڑی شخصیات شامل تھیں۔ سر عبدالرحمٰن نے خاص طور پر
عمران سے درخواست کی تھی کہ وہ ان لوگوں کے سامنے ان کی
عزت کا خاص خیال رکھے اور ان کے سامنے ایسی کوئی احمقانہ
حرکت نہ کرے جو ان کی رسوائی اور شرمندگی کا باعث بنے۔ عمران
نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کوئی شرارت یا کوئی احمقانہ حرکت
نہیں کرے گا۔ عمران کی سنجیدگی کی وجہ اماں بی تھیں کیونکہ ان کی
موجودگی میں دو بار ان کی طبیعت خراب ہو چکی تھی۔ اماں بی کی
سانس کی نالی سکڑ گئی تھی جس کی وجہ سے انہیں سانس لینے میں
دشواری ہوتی تھی اور بعض اوقات ان کا سانس بری طرح سے
اکھڑنے لگتا تھا۔ سر عبدالرحمٰن نے اماں بی کی دیکھ بھال کے لئے
کوٹھی میں ایک لیڈی ڈاکٹر کو بلا رکھا تھا جو وقفے وقفے سے اماں بی
کا خاص خیال رکھ رہی تھی۔ اماں بی کی حالت واقعی خراب تھی۔

ی ڈاکٹر، اماں بی کو ہسپتال ایڈمٹ کرانے کا کہہ رہی تھیں لیکن
ں بی بضد تھیں کہ وہ جب تک عمران کے نکاح کی رسومات پوری
ں کرا لیتیں وہ ہسپتال نہیں جائیں گی۔ عمران اور سر عبدالرحمٰن نے
ا اماں بی کو سمجھانے کے بے حد کوشش کی تھی لیکن وہ بھی
بدالرحمٰن کی بیگم اور عمران کی والدہ تھیں۔ ایک بار جس بات پر اڑ
ئیں اس سے بھلا وہ کیسے پیچھے ہٹ سکتی تھیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے
ان کو بتایا تھا کہ اماں بی کی جسمانی حالت نہایت خراب ہے۔ یہ
ا کے اندر کی کوئی خوشی ہے جس کی وجہ سے وہ اب تک چل پھر
ی ہیں ورنہ انہیں اب تک تو بستر سے لگ جانا چاہئے تھا۔ اماں بی
بگڑتی ہوئی حالت سے عمران بے حد فکرمند تھا اس لئے وہ جولیا
، شادی کے معاملے میں کافی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا کیونکہ اس
، نزدیک اماں بی کی خوشی اس کے لئے ہر بات سے مقدم تھی۔
ان نے جب اماں بی کی حالت دیکھی اور یہ محسوس کیا کہ اماں بی
ی کی خوشی دیکھنے کے لئے اب تک خود کو سنبھالے ہوئے ہیں تو وہ
حد سنجیدہ ہو گیا اور وہ یہ سوچنے لگا کہ کیا واقعی اسے اب اماں بی
خوشی کے لئے جولیا سے شادی کر لینی چاہئے۔ کیا وہ بلیک زیرو
منع کر دے کہ وہ جولیا کے سلسلے میں کوئی کارروائی نہ کرے۔ وہ
ی تک اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ وہ کیا کرے۔

سیکرٹ سروس کے ممبران اور ڈیکوریشن کرنے والے کاریگروں
ے کوٹھی کو واقعی کسی دلہن کی طرح سے سجا دیا تھا۔ مہمانوں کی تعداد

چونکہ زیادہ تھی اس لئے سر عبدالرحمٰن کے کہنے پر منگنی کی رسم پورا
کرنے اور نکاح کرانے کا انتظام باہر لان میں کیا گیا تھا۔ وہاں
مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے بے شمار کرسیاں لگا دی گئی تھیں اور لان
کے وسط میں ایک گول سٹیج بنا دیا گیا تھا۔ سٹیج کو مکمل طور پر سجا
اس پر عمران اور جولیا کے ساتھ خصوصی مہمانوں کے بیٹھنے کا بھی
انتظام کیا گیا تھا۔ یہ موونگ سٹیج تھا جو آہستہ آہستہ چاروں طرف
گھومتا تھا تاکہ چاروں طرف بیٹھے مہمان نہ صرف دولہا اور دلہن کو
دیکھ سکیں بلکہ چاروں اطراف میں موجود افراد ان رسومات کا بھی
لطف اٹھا سکیں۔

ثریا، عمران کے لئے آف وائٹ شیروانی، کلہ اور تلے والی
جوتیاں لائی تھی جسے پہن کر عمران واقعی کسی ملک کا شہزادہ دکھائی
دے رہا تھا اس کا رنگ روپ دیکھ کر وہاں موجود لوگوں کی آنکھیں
کھلی کی کھلی رہی گئی تھیں اور اکثر خواتین کی نظریں جیسے عمران پر
چپک کر رہی گئی تھیں۔ ان میں نوجوان لڑکیاں بھی تھیں اور ادھیڑ عمر
خواتین بھی جو شاید اب اس بات پر افسوس کر رہی تھیں کہ عمران
جیسا خوبرو انسان انہیں ان کی جوانی میں کیوں نہیں ملا یا وہ اتنی
جلدی عمر رسیدہ کیوں ہو گئی ہیں۔ جولیا کو بھی انتہائی شاندار منقش
لباس پہنایا گیا تھا۔ ہلکے گلابی رنگ کے لباس میں وہ خود بھی ایک
کھلتا ہوا گلاب دکھائی دے رہی تھی۔

اماں بی نے اپنے تمام زیورات نکال کر جولیا کو دے دیے

تھے۔ وہ تمام زیورات چونکہ پرانے فیشن کے تھے اس لئے ثریا نے
جولیا کو وہ زیورات پہننے سے منع کر دیا تھا اور اسے صرف اماں بی
کے موٹے موٹے کڑے پہننے کے لئے دیئے تھے جبکہ وہ اپنے
شوہر کے ساتھ خود جیولری شاپ پر گئی تھی اور وہاں سے اپنی پسند
کے جولیا کے لئے بے شمار سیٹ لے آئی تھی۔

جولیا خوبصورت لباس اور زیورات میں لدی پھندی ہوئی تھی۔
وہ زیورات کی وجہ سے خود کو عجیب سا محسوس کر رہی تھی لیکن چونکہ
اماں بی اور ثریا کی خواہش تھی اس لئے وہ اب ان زیورات کو اتار
بھی نہیں سکتی تھی۔ جولیا کو ثریا اور کراشی نے اپنے ہاتھوں سے تیار
کیا تھا اور جس طرح سے عمران پر خواتین کی نظریں چپک رہی تھیں
اسی طرح وہاں موجود مرد حضرات کی آنکھیں بھی جولیا کو دیکھ کر کھلی
کی کھلی رہ گئی تھیں۔

سر سلطان اور سر داور، عمران کی شادی سے بے حد خوش نظر آ
رہے تھے کہ آخر کار عمران جو ہمیشہ شادی کے نام سے ڈر کر بھاگ
جاتا تھا آج اماں بی نے اسے شادی کے لئے رضا مند کر ہی لیا تھا
اور اب وہ بھی شوہروں کی لسٹ میں شامل ہونے والا تھا۔

عمران اور جولیا کو سٹیج پر لا کر بٹھا دیا گیا تھا۔ عمران اور جولیا کے
درمیان ثریا بیٹھی ہوئی تھی جبکہ جولیا کے دائیں طرف اماں بی تھیں
اور عمران کے ساتھ سر سلطان، سر عبدالرحمٰن اور سر داور بیٹھے ہوئے
تھے۔ وہاں اچھا خاصا شور ہو رہا تھا اور عمران ان سب میں بیٹھا خود

کو چغد سا بنا محسوس کر رہا تھا۔ اس کی نظریں چاروں طرف موجود مہمانوں میں بلیک زیرو کو تلاش کر رہی تھیں۔ ممبران سٹیج کے ارد گرد ہی موجود تھے۔ وہاں چونکہ خصوصی مہمان آئے ہوئے تھے اس لئے سر عبدالرحمٰن نے سوپر فیاض سے کہہ کر فول پروف سیکورٹی کا بندوبست کرا لیا تھا۔

عمران کی نظریں مہمانوں میں بیٹھے ہوئے ایک نوجوان پر پڑیں تو اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے پہچان لیا تھا کہ وہ نوجوان بلیک زیرو ہے جو میک اپ میں وہاں سے جولیا کو اغوا کرنے کے لئے پہنچ چکا تھا۔

بلیک زیرو کرسیوں کی اگلی رو میں ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ عمران کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے عمران کو اپنی طرف دیکھتا پا کر اسے آئی کوڈ میں بتایا کہ وہ تمام انتظامات مکمل کر چکا ہے اور وہ رسم شروع ہونے سے پہلے ہی جولیا کو یہاں سے نکال کر لے جائے گا۔ اس کا آئی کوڈ پیغام سمجھ کر عمران نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا اور یوں منہ چلانے لگا جیسے جگالی کر رہا ہو۔

''سب مہمان آ چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں منگنی کی رسم شروع کر دینی چاہئے''...... سر سلطان نے سر داور اور سر عبدالرحمٰن سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاں ضرور۔ نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہئے۔ جب تک نکاح پڑھانے کے لئے مولوی صاحب نہیں آ جاتے اس وقت تک

منگنی کی رسم ادا کی جا سکتی ہے۔ کیوں عمران''...... سر سلطان نے عمران سے مخاطب ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''ذبح ہونے والے بکرے سے نہیں پوچھا جاتا کہ اسے چھوٹی چھری سے ذبح کیا جائے یا بڑی چھری سے''...... سر داور نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران کے ساتھ سر عبدالرحمٰن بھی بے اختیار ہنس پڑے۔

''جی بالکل۔ چھری چھوٹی ہو یا بڑی بس تیز ہونی چاہئے تاکہ کٹنے والے بکرے کو تکلیف کا احساس کم ہو''...... عمران نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا تو وہ تینوں بے اختیار ہنسنے لگے۔

''اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ ثریا بٹیا''...... سر عبدالرحمٰن نے پہلے عمران سے اور پھر ثریا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جی ڈیڈی''...... ثریا نے کہا۔

''منگنی کی انگوٹھیاں کہاں ہیں''...... سر عبدالرحمٰن نے پوچھا۔

''میرے پاس ہیں ڈیڈی۔ میرے پرس میں''...... ثریا نے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پرس کھولنا شروع کر دیا۔ اس نے پرس میں ہاتھ ڈالا مگر انگوٹھیاں پرس میں نہیں تھیں۔

''ارے۔ یہ انگوٹھیاں کہاں گئیں۔ میں نے تو پرس میں ہی رکھی تھیں''...... ثریا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ نیک کام کے وقت بدشگونی کی باتیں مت کرو۔ میں

نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ انگوٹھیاں سنبھال کر رکھنا''...... اماں بی
نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں اماں بی۔ میں نے انگوٹھیاں دھیان
سے اپنے پرس میں ہی رکھی تھیں''...... ثریا نے اسی انداز میں کہا۔

''اگر انگوٹھیاں پرس میں تھیں تو اب کہاں ہیں۔ کیا پرس نے کھا
لی ہیں انگوٹھیاں''...... اماں بی نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

''پریشان کیوں ہو رہی ہو بیٹی۔ ہو سکتا ہے کہ تم انگوٹھیاں پرس
میں رکھنا بھول گئی ہو۔ جاؤ۔ کمرے میں جا کر دیکھو۔ ہو سکتا ہے کہ
کمرے میں ہی کہیں پڑی رہ گئی ہوں''...... سر عبدالرحمٰن نے کہا۔

''جی ڈیڈی۔ میں جا کر دیکھتی ہوں''...... ثریا نے اسی انداز
میں کہا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''انگوٹھیاں میرے پاس ہیں''...... اچانک انہیں ایک تیز اور چیختی
ہوئی آواز سنائی دی اور وہاں موجود تمام افراد بری طرح سے چونک
پڑے۔ سامنے بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ایک نوجوان اور
خوبصورت لڑکی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

اس لڑکی کے ایک ہاتھ میں انگوٹھیوں والے باکس دکھائی دے
رہے تھے جبکہ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک آلے جیسی مشین تھی
جس پر کئی بٹن لگے ہوئے تھے اور آلے پر کئی رنگین بلب جل بجھ
رہے تھے۔ لڑکی کا ہاتھ آلے پر موجود ایک سرخ بٹن پر تھا۔ اس
لڑکی پر نظر پڑتے ہی نہ صرف عمران اور جولیا بلکہ سیکرٹ سروس کے

ن سمیت، سر سلطان اور سر عبدالرحمٰن بھی بری طرح سے چونک
ے کیونکہ وہ لڑکی تھریسیا تھی جس کا پورا نام تھریسیا بمبل بی آف
یا تھا اور وہ ٹی تھری بی کہلاتی تھی۔

''یہ تو تھریسیا ہے''...... عمران کے منہ سے نکلا اور وہ فوراً اٹھ کر
ا ہو گیا۔ اسی لمحے اچانک تھریسیا نے آلے کا سرخ بٹن پریس
دیا۔ جیسے ہی اس نے سرخ بٹن پریس کیا عمران کو اچانک اپنے
ے جان سی نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ عمران کو یوں لگ رہا تھا
اس کا سارا جسم بے جان ہو گیا ہو۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی
ں۔ وہ دیکھ سکتا تھا اور اسے سنائی بھی دے رہا تھا لیکن وہ اپنی
پر ساکت سا ہو گیا تھا اور اس کی زبان بھی جیسے اس کے تالو
چپک گئی تھی۔ یہ حال صرف عمران کا نہیں بلکہ وہاں موجود تمام
اد کا ہوا تھا۔ بلیک زیرو، اور سیکرٹ سروس کے ممبران سمیت وہاں
جود تمام مہمان جو جہاں تھا وہیں ساکت سا ہو کر رہ گیا تھا۔

تھریسیا جو خواتین کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی وہ دائیں بائیں موجود
سیاں ہٹاتی ہوئی بڑے اطمینان بھرے انداز میں آگے بڑھی اور
ج کے نزدیک آ گئی۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑا ہوا تھا
ر اس کی آنکھیں جیسے شعلے برسا رہی تھیں۔ وہ عمران کی جانب کھا
نے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''میں نے یہاں ماگردم گیس فائر کر دی ہے عمران۔ اس گیس
کے اثر سے تم اس طرح سے ساکت ہوئے ہو۔ تم سن سکتے ہو،

دیکھ سکتے ہو لیکن نہ بول سکتے ہو اور نہ ہی اپنی جگہ سے ہل سکتے
ہو۔ یہی حال یہاں موجود ہر فرد کا ہے۔ میں نے تم سمیت ان
سب کو ساکت کر دیا ہے۔ اب میں جو چاہوں کر سکتی ہوں۔ میں
چاہوں تو یہاں موجود تم سب کو ایک لمحے میں جلا کر بھسم کر سکتی
ہوں اور میں چاہوں تو یہاں موجود ایک ایک فرد اندھا، بہرا اور
گونگا ہو سکتا ہے۔ میرے ہاتھ میں الیکٹرو ٹرائیک آلہ ہے جس پر
مختلف بٹن لگے ہوئے ہیں۔

ان بٹنوں کو اگر میں نے ایک ایک کر کے پریس کرنا شروع کر
دیا تو یہاں لاشوں کے پشتے لگ جائیں گے۔ میں خود کو خلائی دنیا
میں بے حد اکیلی اور نامکمل محسوس کرتی تھی اور خلائی دنیا سے بیزار
ہو چکی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ میں بھی تمہاری طرح اس دنیا کی باسی
بن جاؤں اور اس دنیا کی اصل زندگی میں واپس آ جاؤں اور زیرو
لینڈ چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس زمین پر رہ جاؤں۔ میں اس
دنیا میں صرف ایک ہی انسان کو پسند کرتی ہوں اور میں چاہتی تھی
کہ میری شادی اس انسان سے ہو جائے تو میں زیرو لینڈ ہمیشہ کے
لئے چھوڑ سکتی ہوں اور اس انسان کے ساتھ زمین پر ایک نئی اور
انتہائی خوشگوار زندگی بسر کر سکتی ہوں اور وہ انسان جسے میں پسند
کرتی ہوں اور جس سے میں شادی کر کے ہمیشہ اس کے ساتھ رہنا
چاہتی ہوں وہ تم ہو عمران صرف تم۔ میں نے تمہارے لئے زیرو
لینڈ سے غداری کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور میں یہ سوچ کر زمین پر

آئی تھی کہ اب میں ہر حال میں تم سے شادی کروں گی اور
لینڈ کی دنیا ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گی۔ مجھے یقین تھا کہ
میں زمین پر آ کر تم سے ملوں گی اور تمہیں بتاؤں گی کہ میں
زیرو لینڈ چھوڑ دیا ہے اور میں ہمیشہ کے لئے زمین پر آ گئی
تو تم مجھ سے خوش ہو جاؤ گے اور میں تمہیں جتنا پسند کرتی
اس سے کہیں زیادہ تم مجھے پسند کرتے ہو اسی لئے سینکڑوں بار
تار ہونے کے باوجود نہ میں نے کبھی تمہیں نقصان پہنچانے کی
ش کی تھی اور نہ تم نے۔

میں سمجھتی تھی کہ میرے لئے تم بنے ہو صرف تم اور تم بھی مجھے
ت زیادہ پسند کرتے ہو اور جب میں زیرو لینڈ چھوڑ کر ہمیشہ کے
ے تمہارے پاس آؤں گی تو تم مجھ پر اعتماد کرو گے اور مجھ سے
دی کرنے کی حامی بھر لو گے۔ لیکن جب میں یہاں آئی تو یہاں
ہاری شادی کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ تم جولیا سے شادی کرنے
ا رہے تھے۔ تمہاری اور جولیا کی شادی کا سن کر مجھے شدید غصہ آ
تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں تمہیں اور جولیا کو ایک ساتھ
ک کر دوں اور تمہاری یہ رہائش گاہ بھی بموں اور میزائلوں سے
ا دوں جہاں میری جگہ جولیا کو لانے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں
کن میں خاموش ہو گئی۔ میں نے تمہارے چہرے پر پریشانی اور
فکر کے تاثرات دیکھ لئے تھے اور میں یہی سمجھ رہی تھی کہ تمہیں
س شادی کے لئے زبردستی مجبور کیا جا رہا ہے اور ہمیشہ کی طرح تم

اس بار بھی شادی سے جان چھڑا کر بھاگ جاؤ گے۔
میں تمہاری بہن ثریا کے کمرے میں چھپ گئی تھی۔ جب ثریا
نے منگنی کی انگوٹھیاں اپنے پرس میں ڈالیں اور یہ کسی کام کے لئے
باہر گئی تو یہ اپنا پرس کمرے میں ہی چھوڑ گئی تھی تب میں نے اس
کے پرس سے دونوں انگوٹھیاں نکال لیں اور یہاں آ گئی۔
میں انتظار کر رہی تھی کہ تم کب چیخ چیخ کر کہو گے کہ تم جولیا کو
نہیں بلکہ مجھے پسند کرتے ہو۔ تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کو لیکن
اب مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ تم اس شادی سے ذرا بھی
غیر مطمئن نہیں ہو اور تم خود بھی یہی چاہتے ہو کہ تمہاری جولیا سے
شادی ہو جائے۔ تمہارا یہ تیار ہونے کا انداز اور تمہارا ان سب کے
ساتھ بیٹھے ہونا مجھے بری طرح سے کھل رہا تھا۔ میں اس انتظار میں
تھی کہ جب ثریا سے انگوٹھیوں کے بارے میں پوچھا جائے گا تب
تم شاید یہاں سے اٹھ جاؤ۔ لیکن مجھے تمہارے چہرے پر ایسے کوئی
تاثرات دکھائی نہیں دے رہے تھے جس سے میں سمجھ سکوں کہ تم
اس شادی سے کنی کترا کر بھاگ جاؤ گے۔ اس لئے میں نے
تمہارے سامنے آنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب یہاں موجود ہر فرد ساکت
ہے۔ تم نے جس طرح سے مجھے مایوس کیا ہے اس کی وجہ سے میرا
تو یہی دل چاہ رہا ہے کہ میں تمہیں اور ان سب کو یہیں ہلاک کر
دوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گی۔ تم مجھے نہیں بلکہ جولیا کو پسند
کرتے ہو نا اور اس سے شادی کرنا چاہتے ہو تو سن لو۔ اگر تم

ہیں ہو سکتے تو میں تمہیں کسی اور کا بھی نہیں ہونے دوں
تمہیں کسی بھی حال میں جولیا سے شادی نہیں کرنے دوں

چاہوں تو تمہاری آنکھوں کے سامنے جولیا کو ہلاک کر سکتی
لہن میں یہ بھی نہیں کروں گی۔ جولیا تم سے شادی کی جو
رکھتی ہے میں اس کی خواہش کبھی پوری نہیں ہونے دوں گی
تم سب کے سامنے جولیا کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤں
لیا کو میں اپنے ساتھ اسپیس میں لے جاؤں گی۔ تم میں اور
ساتھیوں میں ہمت ہو تو میرے پیچھے آ جانا اور اسپیس
ر مجھ سے جولیا کو چھڑا کر لے جانا۔ میں تم سے وعدہ کرتی
میں جولیا کو اپنے ساتھ اسپیس میں اس وقت تک زندہ
جب تک تم اور تمہارے ساتھی اسے مجھ سے چھڑانے کے
یس میں نہیں پہنچ جاتے۔
ہں میں آ کر جب تم خود مجھ سے کہو گے کہ تم مجھے پسند
ہو اور مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو تو میں تم سے وہیں
رلوں گی اور جب میری تم سے شادی ہو جائے گی تو میں
آزاد کر دوں گی ورنہ اسے میں ہمیشہ کے لئے خلاء کی قیدی
گی۔ اسے میں لے جا کر ایسے اسپیس شپ میں قید کر دوں
ہر وقت خلاء میں بھٹکتا رہے گا اور تم لاکھ چاہو گے تب بھی
اسپیس شپ تلاش نہیں کر سکو گے۔ میری جگہ تم سے جولیا

شادی کرے یہ میں برداشت نہیں کر سکتی اس لئے جولیا کو اب
دی ہوئی سزا برداشت کرنی پڑے گی اور اس کی سزا خلاء
بننے کی ہو گی جسے نہ یہ برداشت کر سکے گی اور نہ تم‘‘...... تھ
عمران کے سامنے آ کر انتہائی تلخ اور غصیلے لہجے میں کہا۔
باتیں سن کر عمران کے دماغ میں آندھیاں سی چلنا شروع ہو
لیکن تھریسیا نے وہاں ماگروم گیس پھیلا رکھی تھی جس کی وجہ
صرف وہ بلکہ وہاں موجود ہر فرد ساکت ہو چکا تھا اس لئے
کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ عمران کو دماغ میں تھریسیا کے
بھاری ہتھوڑے کی ضربوں کی طرح پڑتے ہوئے محسوس ہو
تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ تھریسیا کو کیسے سمجھا
اسے کیسے روکے کہ وہ جولیا کو خلاء میں نہ لے جائے۔

’’تم سب بھی کان کھول کر سن لو۔ عمران میرا ہے صرف
اس کی جب بھی شادی ہو گی تو صرف مجھ سے ہو گی۔ آج ا
دل میں میرے لئے چاہے کچھ نہ ہو لیکن ایک وقت آئے گا
یہ خود مجھے تم سب کے سامنے اپنی دلہن بنا کر لائے گا اور وہ
زیادہ دور نہیں ہے۔ عمران کو اب فیصلہ کرنا ہو گا کہ یہ مجھ سے
کرے گا یا کسی اور سے۔ اس کا جواب میں عمران سے ا
لے سکتی ہوں اور اسے زبردستی بھی خود سے شادی کرنے پر
سکتی ہوں لیکن میں یہ سب نہیں کروں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ
طرح میں عمران کے پیچھے آئی تھی اب عمران میرے پیچھے آ

ھ سے کہے کہ میں تمہارا ہوں صرف تمہارا‘‘...... تھریسیا نے
رحمٰن، سر سلطان، سر داور اور وہاں موجود تمام افراد کی طرف
ر دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔
ہں چاہتی تو جولیا کو یہاں سے خاموشی سے نکال کر لے جا
ں لیکن میں نے ایسا جان بوجھ کر نہیں کیا تھا میں یہ سب
ں کے سامنے کرنا چاہتی تھی تاکہ سب کو میرے بارے میں
ہو سکے کہ میں کون ہوں اور جولیا کہاں غائب ہوئی
.... تھریسیا نے کہا وہ چند لمحے سب کی طرف غور سے دیکھتی
ن وہاں موجود ہر فرد چونکہ ماگروم گیس کے زیر اثر تھے وہ
ے کیا کہہ سکتے تھے۔
لو عمران۔ اب میں تمہاری جولیا کو یہاں سے لے جا رہی
ر میرے جانے کے دس منٹ کے بعد تم سب پر سے ماگروم
کا اثر ختم ہو جائے گا۔ لیکن جب تک تم پر سے گیس کا اثر ختم
س وقت تک میں جولیا کو لے کر اسپیس کی طرف روانہ ہو چکی
ی‘‘...... تھریسیا نے عمران کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ اس
ھیاں اسٹیج پر پھینک دیں اور دوسرے ہاتھ میں موجود آلہ
یکٹ کی جیب میں ڈال لیا اور پھر وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی
آئی اور اس نے آگے بڑھ کر جولیا کو ایک جھٹکے سے اٹھا کر
کاندھے پر لاد لیا۔
لیا کے دماغ میں بھی شدید آندھیاں چل رہی تھیں لیکن وہ

بے بس تھی وہ تھریسیا کو نہیں روک سکتی تھی۔ تھریسیا نے اسے نہا
آسانی سے اٹھا کر کاندھوں پر ڈال لیا تھا۔ وہ جولیا کو کاند
ڈالے ایک بار پھر عمران کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

''میں جولیا کو اس کے عروسی لباس کے ساتھ لے جا رہی ہ
عمران۔ یہ عروسی جوڑا جولیا کا نہیں بلکہ میرا ہے اور جب تم
میں مجھ سے شادی کرنے کے لئے آؤ گے تو یہی جوڑا تمہا
لئے میں پہنوں گی''...... تھریسیا نے کہا اور پھر وہ اچھل کر
نیچے اتری اور سٹیج کے سامنے زمین پر کھڑی ہو گئی۔ اس نے
میں ہاتھ ڈالا اور وہی الیکٹرو ٹرائیک آلہ نکال لیا جس کا ایک
پریس کر کے اس نے وہاں موجود تمام افراد کو عمران سمیت
کیا تھا۔

''میں جا رہی ہوں عمران۔ میں اور جولیا اب خلاء میں
تمہارے آنے کا انتظار کریں گی۔ خلاء میں تم میرے لئے آ
جولیا کے لئے۔ شادی تو بہرحال تمہیں مجھ سے ہی کرنی پ
گی''...... تھریسیا نے کہا۔ اس نے آلے پر لگا ہوا نیلے رنگ کا
بٹن پریس کیا تو اچانک آلے سے تیز نیلی روشنی نکلی اور تھریسیا
جولیا اس نیلی روشنی میں نہا سی گئیں۔

''گڈ بائے عمران۔ گڈ بائے''...... تھریسیا نے کہا۔ اس
آلے کا ایک اور بٹن پریس کیا تو اچانک تیز چمک سی پیدا ہوئی
اس تیز چمک میں تھریسیا اور جولیا چھپ سی گئیں۔ جیسے ہی چمک

وہاں نہ تھریسیا تھی اور نہ جولیا۔
وہ دونوں وہاں سے ٹرانسمٹ ہو کر غائب ہو چکی تھیں اور عمران
ت وہاں موجود تمام افراد ساکت انداز میں اس جگہ کی طرف
رہے تھے جہاں چند لمحے قبل تھریسیا، جولیا کو کاندھے پر ڈالے
ری تھی اور اب وہ دونوں یوں غائب ہو گئی تھیں جیسے تھریسیا
ی جادوگرنی ہو اور جادو کے زور سے جولیا کو لے کر وہاں سے
ب ہو گئی ہو۔

ڈاکٹر جبران اور اسپیس شپ میں موجود باقی سات سائنس
دانوں کے رنگ اُڑے ہوئے تھے۔ ان کا اسپیس شپ شہاب
ثاقبوں کے جمگھٹے سے تو نکل آیا تھا اور خلاء میں مخصوص رفتار سے
تیرتا جا رہا تھا لیکن انہوں نے سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کا خلاء میں
جو انجام دیکھا تھا اس سے ان سب کے ہوش اُڑ گئے تھے۔

سر ہومز اور ڈاکٹر ہاوزک جن کا تعلق گریٹ لینڈ سے تھا وہ
دونوں ضروری ٹولز لے کر اور خلائی لباس پہن کر اسپیس شپ سے
باہر گئے تھے تاکہ وہ اسپیس شپ کی ان بیٹریوں کے تار جوڑ سکیں
جن سے اسپیس شپ کا کنٹرول آن ہو سکے لیکن ابھی وہ اسپیس
شپ کے بیٹریوں والے حصے تک پہنچے ہی نہ تھے کہ اچانک ان کے
اسپیس شپ کے سامنے کنکروں جیسے شہاب ثاقت کا جمگھٹا سا آ گیا
تھا۔ شہاب ثاقبوں کا اتنا بڑا جمگھٹا دیکھ کر ڈاکٹر جبران اور اسپیس

شپ میں موجود سب سائنس دان بری طرح سے بوکھلا گئے تھے۔
ڈاکٹر جبران نے فوری طور پر باہر موجود سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک
سے رابطہ کیا اور انہیں جلد سے جلد واپس اسپیس شپ میں آنے کا
کہا لیکن اسپیس شپ جس تیزی سے شہاب ثاقبوں کے جمگھٹے کی
جانب بڑھا جا رہا تھا انہیں سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کا واپس اسپیس
شپ میں آنا ناممکن دکھائی دے رہا تھا۔ پھر وہی ہوا اس سے پہلے
کہ سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک اسپیس شپ میں واپس آتے، اسپیس
شپ اس جمگھٹے میں داخل ہو گیا اور ان سب نے جب چھوٹی
چھوٹی کنکریاں میزائلوں سے بھی زیادہ تیز اور خوفناک انداز میں
اسپیس شپ کی ونڈ سکرینوں سے ٹکراتے اور ہر طرف سے
چنگاریاں اُڑتے دیکھیں تو ان کے رنگ فق ہو گئے۔

سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک اسپیس شپ کے کس حصے میں تھے یہ
وہ نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن ڈاکٹر جبران کا چونکہ ان دونوں سائنس
دانوں سے رابطہ تھا اس لئے وہ ان کی آوازیں سن رہا تھا اور جب
سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کی انہوں نے چیخیں سنیں تو وہ اپنی جگہ پر
ساکت سے ہو کر رہ گئے۔ سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کی چیخوں سے
انہیں صاف معلوم ہو گیا تھا کہ وہ شہاب ثاقبوں کی زد میں آ گئے
ہیں اور بظاہر چھوٹے چھوٹے نظر آنے والے کنکر ان دونوں
سائنس دانوں کے لئے کس قدر خطرناک ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ
ڈاکٹر جبران بخوبی لگا سکتے تھے۔ سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کے منہ

سے نکلنے والی چیخیں بے حد اذیت ناک اور انتہائی خوفناک تھیں
ڈاکٹر جبران نے چند لمحے ہی سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کی چیخوں
آوازیں سنی تھیں اور پھر ان کے سر پر موجود شیشے کے گلوب
خاموشی چھا گئی تھی۔ موت کی خاموشی جس کی وجہ سے ڈاکٹر جبرا
یوں ساکت ہو گئے تھے جیسے موت کے فرشتے نے ان کے جسم
بھی جان نکال لی ہو۔ وہ چند لمحے اسی طرح ساکت رہے پھر جی
ہی انہیں ہوش آیا انہوں نے چیخ چیخ کر سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک
آوازیں دینی شروع کر دیں لیکن اب بھلا سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک
ان کی آوازوں کا کیا جواب دے سکتے تھے۔

ڈاکٹر جبران کافی دیر تک سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک سے را
کرنے کی کوشش کرتے رہے پھر انہوں نے مایوس ہو کر اپنے
سے گلوب اتار دیا اور جب انہوں نے اپنے ساتھیوں کو سر ہومز ا
ڈاکٹر ہاؤزک کی دردناک چیخوں اور ان سے رابطہ ختم ہونے
بارے میں بتایا تو ان سب کے چہروں پر بھی موت کی زردی پھیل
گئی اور وہ سب یوں خاموش ہو گئے جیسے سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک
کی دردناک موت نے ان سے ان کی قوت گویائی ہی چھین لی ہو
''میں پہلے ہی جانتی تھی۔ یہ سب ہو گا اسی لئے میں اس ح
میں نہیں تھی کہ کوئی اسپیس شپ سے باہر جائے مگر میری یہاں کوا
سنتا ہے۔ جس طرح سے سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک خلائی موت
شکار ہوئے ہیں اسی طرح ایک ایک کر کے ہم سب بھی یہیں ہلاک

ئیں گے اور ہم لاکھ کوششیں کر لیں تب بھی ہم واپس اپنی دنیا
ہیں جا سکیں گے''...... لیڈی سائنس دان شی چی نے اسپیس
میں چھایا ہوا موت کا سکوت توڑتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز
کہا اور وہ سب چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔
''ہمارے اسپیس شپ کی بیٹریاں لنکڈ نہیں ہیں لیڈی شی چی،
کی وجہ سے ہمارے اسپیس شپ کی ہیڈ لائٹس بھی آف ہیں۔
ہمارے شپ کی ہیڈ لائٹس آن ہوتیں تو ہم بہت پہلے ان
ب ثاقبوں کے جمگھٹے کو دیکھ لیتے اور جب تک ہمارا اسپیس شپ
ب ثاقبوں کے جمگھٹے سے نہ نکل جاتا ہم سر ہومز اور ڈاکٹر
زک کو باہر جانے ہی نہ دیتے''...... ڈاکٹر جبران نے منہ بناتے
ئے کہا۔

''ہونہہ۔ اسپیس شپ کا سسٹم جب ہمیں بتا رہا ہے کہ بیٹریوں
وائر الگ ہونے کے ساتھ ساتھ بیٹریاں ڈاؤن ہو چکی ہیں اور
سر مورسن نے بھی ہمیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ بیٹریوں کے وائر
ونے کے ساتھ ساتھ جب تک بیٹریوں کو مخصوص چارجر سے ری
رج نہ کر لیا جائے ہم اسپیس شپ کنٹرول نہیں کر سکتے تو ہمیں یہ
سک لینے کی کیا ضرورت تھی۔ اس رسک کی وجہ سے ہمارے دو
ھی اسپیس ڈیتھ کا شکار ہو گئے ہیں''...... لیڈی شی چی نے کہا۔
''میں نے، سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک نے یہ کوشش وائر لنک
کرنے کے لئے کی تھی۔ ہماری یہ کوشش اس طرح سے ناکام ہو

جائے گی اس کا ہمیں اندازہ بھی نہیں تھا، سسٹم کے مطابق بیٹریاں
ڈاؤن ہوئی ہیں ڈیڈ نہیں اسی لئے ہم نے بیٹریوں کے وائر لنکڈ
کرنے کا سوچا تھا کہ اگر بیٹریوں میں تھوڑی بہت بھی جان ہوئی تو
ہم ان سے کام چلا کر کنٹرول سسٹم آن کر سکتے ہیں اور اگر ایسا ہو
جاتا تو ہم سب اب ارتھ کی طرف سفر کر رہے ہوتے“...... ڈاکٹر
جبران نے کہا۔

”اب اس بحث کا کیا فائدہ۔ ہمارا تو سر مورسن سے رابطہ ہی
نہیں ہو رہا ہے۔ وہ نجانے اپنا اسپیس شپ لے کر کہاں چلے گئے
ہیں اور اب ہمارے دو ساتھی بھی موت کے منہ میں چلے گئے ہیں۔
سر مورسن باہر جاتے ہوئے بیٹریاں لنکڈ کرنے کے لئے جو ٹول
کٹ لے گئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ ہی خلاء میں ہی گم ہو گیا
ہو گا اب ہم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتے“...... کرانس کے پروفیسر
اوکارا نے کہا۔

”تو کیا ہم اب ہمیشہ کے لئے اسی اسپیس شپ کے ہی قیدی
بنے رہیں گے اور سر ہومز اور ڈاکٹر ہاؤزک کی طرح ہم بھی ہلاک
ہو جائیں گے“...... ڈاکٹر فرنچوف نے خوف بھرے لہجے میں کہا
جن کا تعلق روسیاہ سے تھا۔

”شاید“...... پروفیسر اوکارا نے جواب دیا۔

”اس سے تو اچھا تھا کہ ہم ایم ٹو سے فرار ہی نہ ہوتے اور
ڈاکٹر ایکس کے لئے ہی کام کرتے رہتے۔ اس کے پاس کم از کم

ندہ رہ سکتے تھے“...... کافرستانی سائنس دان ڈاکٹر بھاسکر نے

’غلامی کی زندگی سے آزادی کی موت بہتر ہوتی ہے ڈاکٹر
ر۔ ڈاکٹر ایکس ہم سے ہماری دنیا کے خلاف کام کرانا چاہتا تھا
اری طرح ساری دنیا کو اپنا غلام بنانا چاہتا تھا۔ اس جیسے شیطانی
رکھنے والے انسان کے ساتھ کام کرنے سے بہتر تھا کہ ہم کسی
پر اس کا ساتھ نہ دیں اور موت کو گلے لگا لیں تا کہ وہ ہم سے
کوئی کام نہ لے سکے جس کی وجہ سے ساری دنیا اس کی غلام
جائے۔ میں تو کہوں گا کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ڈاکٹر
ں جیسے انتہائی خطرناک اور ذہین سائنس دان کے چنگل سے نکل
نے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس نے خلاء میں اتنی بڑی دنیا بسا
ا ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو میں اس کے دونوں اسپیس اسٹیشن
کر کے ہی وہاں سے نکلتا۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہو سکا تھا۔
ں بہرحال ہم نے سر مورسن کے ساتھ مل کر ڈاکٹر ایکس کے
پس ورلڈ کے بہت سے راز حاصل کر لئے ہیں جو آنے والے
ں میں اس کی تباہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ آپ بس یہ دعا
یں کہ سر مورسن زندہ ہوں اور وہ کسی طرح سے واپس کرہ ارض
پہنچ گئے ہوں۔ جب وہ دنیا میں واپس جا کر ڈاکٹر ایکس کے
یس ورلڈ کا راز افشاں کریں گے تو ڈاکٹر ایکس کی خلائی دنیا کی
ہی کے لئے ایکریمیا سمیت بہت سے ممالک اس کی سرکوبی کے

لئے نکل پڑیں گے اور وہ وقت دور نہیں جب ڈاکٹر ایکس اور اس ا
اسپیس ورلڈ دنیا والوں کے ہاتھوں سے ہی تباہ ہو گا“...... ڈاکٹر
جبران نے کہا۔

”ہونہہ۔ یہ سب تو تب ہو گا نا جب سر مورسن وہ تمام راز لے
کر دنیا میں پہنچ جائے گا۔ اگر اس کا اسپیس شپ ہماری طرح
خراب ہو کر خلاء میں ہی بھٹک رہا ہو تو کیا ہو گا اور یہ بھی ممکن ہے
کہ سر مورسن، ڈاکٹر ایکس کی نظروں میں آ گیا ہو اور اسے اس کے
اسپیس شپ سمیت ڈاکٹر ایکس نے واپس اپنے اسپیس اسٹیشن میں
کھینچ لیا ہو“...... ڈاکٹر ریونڈ نے کہا۔

”اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ دعا کریں کہ یہ سب نہ ہو اور سر
مورسن راز اور ہماری کی ہوئی ایجادات لے کر زمین پر پہنچ گئے
ہوں اور وہ ایجادات انہوں نے کسی ملک کے اسپیس ریسرچ سنٹر
میں پہنچا دی ہوں“...... ڈاکٹر جبران نے کہا۔

”ڈاکٹر ایکس کا راز دنیا والوں کو معلوم ہو یا نہ ہو اس سے ہمیں
کیا فرق پڑے گا ہم تو خلاء کے قیدی بنے ہوئے ہیں اور جس
تیزی سے ہمارا اسپیس شپ خلاء میں آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا
ہے اس سے تو ہم نجانے کہاں سے کہاں نکل جائیں۔ پھر ڈاکٹر
ایکس تو کیا دنیا کا کوئی بھی فرد ہمیں تلاش نہیں کر سکے“...... ڈاکٹر
فرنچوف نے کہا۔

”آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر فرنچوف۔

ے اسپیس شپ کا کنٹرول سسٹم خراب ضرور ہوا ہے لیکن میں
ل باہر نظر رکھ رہا ہوں۔ ہم زمین کے مدار سے ایک ہزار میل
فاصلے پر موجود ہیں اور اس فاصلے پر ہونے کی وجہ سے ہم بھی
ن کے مدار کے ساتھ ساتھ ہی گھوم رہے ہیں۔ جس طرح سے
ن اپنے مدار کے گرد گھومتی ہے اسی طرح ہمارا اسپیس شپ بھی
ن کے مدار کے ساتھ ساتھ گھوم رہا ہے اور ہم زمین کے گرد ہی
لگا رہے ہیں۔ اسپیس شپ خراب ہونے کی وجہ سے زمین سے
ا یہ فاصلہ ختم نہیں ہو گا اور ہم خلاء میں اسی طرح زمین کے مدار
گرد ہی چکر لگاتے رہیں گے اور زمین اپنے مدار پر مخصوص رفتار
ے گھومتی ہے جبکہ ہمارا اسپیس شپ خراب ہونے کے باوجود زمین
ے دس گنا زیادہ تیز رفتاری سے زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ سر
رسن کا اسپیس شپ ہم سے اگر زیادہ فاصلے پر نہ ہوا تو اس طرح
راتا ہوا وہ ہمارے اسپیس شپ کے پاس سے ضرور گزرے گا اور
ر ہم کوشش کرتے رہیں تو ان سے ہمارا رابطہ ضرور ہو جائے گا۔
ک بار ہمارا سر مورسن سے رابطہ ہو گیا تو پھر ہماری ساری مصیبتیں
ں جائیں گی۔ سر مورسن کے پاس نہ صرف ڈاکٹر ایکس کے اسپیس
رلڈ کے تمام راز موجود ہیں بلکہ ان کے پاس وہ چارجر بھی موجود
ہے جس سے ہمارے اسپیس شپ کی بیٹریاں ری چارج کی جا سکتی
ں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سر مورسن بھی ہمیں تلاش کر رہے ہو اور
ہم سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اگر ہمارا ان سے یا

ان کا ہم سے رابطہ ہو جائے تو ہم ان کے ذریعے اپنی دنیا میں
واپس جا سکتے ہیں''...... ڈاکٹر جبران نے کہا۔
''یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ڈاکٹر جبران۔ ہمارا اسپیس شپ
جس تیزی سے زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے اب تک ہم زمین کے
کئی چکر لگا چکے ہیں۔ اگر سر مورسن کا اسپیس شپ قریب ہوتا تو
اب تک ہمارا ان سے یا ان کا ہم سے ضرور رابطہ ہو گیا ہوتا''۔
لیڈی شی چی نے منہ بنا کر کہا۔
''لیڈی شی چی ٹھیک کہہ رہی ہیں ڈاکٹر جبران۔ اسپیس شپ کا
ریڈیو سسٹم آن ہے۔ اگر سر مورسن کا اسپیس شپ ہمارے ارد گرد
ہوتا تو اب تک ہمیں ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی آواز ضرور سنائی
دے جاتی''...... ڈاکٹر ہوگوشاوا نے کہا۔
''پھر بھی ہمیں امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے''...... ڈاکٹر
جبران نے سر جھٹک کر کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ ان میں سے مزید
کوئی بات کرتا اسی لمحے اچانک انہیں ونڈ سکرین سے سامنے چند
روشنیاں سے چمکتی ہوئی دکھائی دیں۔ جو تیزی سے آگے بڑھی آ
رہی تھیں۔
''یہ کیا ہے''...... ڈاکٹر آرگس، جن کا تعلق کارمن سے تھا، نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ سب بھی حیرت سے سامنے سے آتی
ہوئی روشنیوں کی جانب دیکھ رہے تھے۔
''مجھے تو یہ چمکدار شہاب ثاقب دکھائی دے رہے ہیں''۔ لیڈی

چی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔
''نہیں۔ یہ شہاب ثاقب نہیں ہیں''...... ڈاکٹر فرنچوف نے کہا۔
ب اپنی اپنی سیٹوں سے اٹھ کر ونڈ سکرین کے سامنے آ گئے اور
سے اپنی طرف آتی ہوئی روشنیاں دیکھنے لگے جن کی تعداد کافی
تھی۔
''مجھے تو یہ اسپیس شپس معلوم ہو رہے ہیں''...... ڈاکٹر بھاسکر
گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔
''اسپیس شپس۔ اوہ۔ لگتا ہے کہ ڈاکٹر ایکس کو ہمارے اسپیس
کا پتہ لگ گیا ہے اور اس نے ہمیں گرفتار کرنے کے لئے اپنی
ورس بھیج دی ہے''...... ڈاکٹر جبران نے پریشان ہوتے ہوئے

''جو بھی ہے۔ کم از کم اب ہماری جان تو بچ جائے گی''۔ لیڈی
ی نے کہا۔
''ڈاکٹر ایکس انتہائی ظالم اور بے رحم انسان ہے۔ اس سے کوئی
یں کہ وہ ہمیں زندہ واپس لے جائے''...... ڈاکٹر آرگس نے

''کک۔ کک۔ کیا مطلب''...... لیڈی شی چی نے گھبرا کر کہا۔
''ہم اس کے اسپیس اسٹیشن سے جس طرح سے فرار ہوئے ہیں
س طرح ہم نے اس کے اسپیس ورلڈ کے راز حاصل کئے ہیں
کے بارے میں ڈاکٹر ایکس کو یقیناً پتہ چل چکا ہو گا ایسی

صورت میں وہ ہمیں موت کی سزا بھی دے سکتا ہے اور یہ بھی ممکن
ہے کہ اس کی روبو فورس یہاں ہمیں ہلاک کرنے کے لئے ہی آئی
ہو''...... ڈاکٹر ریونڈ نے کہا تو ان سب کے چہروں پر ایک بار پھر
خوف اور گھبراہٹ کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔ روشنیاں کچھ ہی دیر
میں نزدیک آ گئیں اور انہیں وہاں سر کٹے پرندوں جیسے بڑے بڑے
اسپیس شپ دکھائی دینا شروع ہو گئے جن کی تعداد بیس سے زائد
تھی۔ ان اسپیس شپس کو دیکھ کر ان سب کے رنگ اُڑ گئے تھے۔
اسپیس شپس تیزی سے ان کے اسپیس شپس کے نزدیک سے
گزرتے چلے گئے اور پھر کچھ ہی دیر میں ان اسپیس شپس نے ان
کے اسپیس شپ کو اپنے گھیرے میں لینا شروع کر دیا۔ ان سر کٹے
پرندوں جیسے چار اسپیس شپس ان کے اسپیس شپ کے بالکل سامنے
آ گئے تھے جبکہ چار چار اسپیس شپس ان کے دائیں اور بائیں آ گئے
اور باقی تمام اسپیس شپس ان کے اسپیس شپ کے پیچھے آ گئے۔ پھر
اچانک انہیں اپنے اسپیس شپ کے ریڈیو پر تیز کھڑکھڑاہٹ کی
آوازیں سنائی دیں۔

''وہ شاید ہم سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں''...... ڈاکٹر
آرگس نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

''میں دیکھتا ہوں''...... ڈاکٹر جبران نے کہا اور تیزی سے ریڈیو
کنٹرول کی طرف بڑھے۔ انہوں نے ریڈیو سسٹم آن کیا تو اچانک
انہیں ٹرانسمیٹر کی تیز سیٹی کی آواز سنائی دی۔ ڈاکٹر جبران نے ایک

بٹن پریس کیا تو اچانک ٹرانسمیٹر پر چیختی ہوئی ایک مشینی آواز
ئی دی۔

''ہیلو ہیلو۔ ایس ایس تھرٹی سکس، سٹار روبو کمانڈر سپیکنگ۔
ٹ ون اسپیس شپ کس کا ہے اور اس میں کون موجود ہے۔
ب دو۔ اوور''...... ٹرانسمیٹر سے مشینی آواز نے چیختے ہوئے کہا۔

''یس۔ ڈاکٹر جبران فرام نائٹ ون اسپیس شپ اٹنڈنگ یو۔
ر''...... ڈاکٹر جبران نے ڈرتے ڈرتے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کون ڈاکٹر جبران۔ کہاں سے آئے ہو تم۔ اوور''...... مشینی
از نے اسی انداز میں پوچھا۔

''ہمارا تعلق ارتھ سے ہے اور ہم خلائی سائنس دان ہیں۔ ہم
ں اپنے ایک خلائی سیارے کو ریپئر کرنے کے لئے آئے تھے۔
انٹری کے وقت ہمارے اسپیس شپ سے شہاب ثاقب کا ایک
ا ٹکرا گیا تھا جس سے ہمارا بیٹری سسٹم فیل ہو گیا ہے اور ہمارا
ٹرول سسٹم خراب ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ہم خلاء میں بھٹک
ہے ہیں۔ اوور''...... ڈاکٹر جبران نے کہا۔ باقی سب خاموشی سے
کی اور مشینی آواز کی باتیں سن رہے تھے۔

''کیا تمہارا تعلق ڈاکٹر ایکس سے ہے۔ اوور''...... مشینی آواز
لے پوچھا۔ پوچھنے کا انداز ایسا تھا جیسے بولنے والا یہ جاننے کی
شش کر رہا ہو کہ ان کا تعلق کس سے ہے۔ مشینی آواز کے اس
ال نے ڈاکٹر جبران کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر آنے والے

اسپیس شپس کا تعلق ڈاکٹر ایکس سے ہوتا تو انہیں اس سے یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ ان کا تعلق ڈاکٹر ایکس سے ہے وہ ایک لمحے میں اپنا اسپیس شپ پہچان لیتے۔ مشینی آواز سے یہی لگ رہا تھا جیسے وہ صرف اس بات کی تصدیق چاہتی ہو کہ ان کا تعلق ڈاکٹر ایکس سے ہے یا نہیں۔

''ڈاکٹر ایکس۔ کون ڈاکٹر ایکس۔ ہم کسی ڈاکٹر ایکس کو نہیں جانتے۔ اوور''...... ڈاکٹر جبران نے فوری فیصلہ کرتے ہوئے جان بوجھ کر انجان ہونے والے انداز میں کہا۔ ان کا جواب سن کر دوسرے سائنس دان حیرت سے ان کی شکل دیکھنے لگے تو ڈاکٹر جبران نے انہیں اشارے سے خاموش رہنے کا کہا۔

''تمہارا اسپیس شپ نئے ڈیزائن کا ہے۔ ایسا ڈیزائن ہماری معلومات کے مطابق ابھی تک زمینی سائنس دانوں نے ایجاد نہیں کیا ہے اگر تمہارا ڈاکٹر ایکس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر یہ اسپیس شپ تمہیں کہاں سے ملا ہے۔ سچ بتاؤ ورنہ ہم کرامک ریز اور میزائل مار کر تمہارا اسپیس شپ تباہ کر دیں گے۔ اوور''...... مشینی آواز نے اسی طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ہم واقعی کسی ڈاکٹر ایکس کو نہیں جانتے اور یہ اسپیس شپ کاسٹریا کا ایجاد کردہ ہے۔ ہم کاسٹریا کی طرف سے ہی خلائی ریسرچ پر آئے تھے۔ اوور''...... ڈاکٹر جبران نے کہا اور دوسری طرف چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

''تمہارے ساتھ اور کون کون ہے۔ اوور''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا گیا۔

''ہم آٹھ سائنس دان ہیں جن میں ایک لیڈی بھی ہے۔ ہمارے دو ساتھی سائنس دان کچھ دیر پہلے اسپیس ڈیتھ کا شکار ہو گئے تھے۔ ان سمیت ہماری تعداد دس تھی۔ اوور''...... ڈاکٹر جبران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہ کیسے اسپیس ڈیتھ کا شکار ہوئے تھے۔ ان کے نام کیا تھے اور ان کا کس ملک سے تعلق تھا۔ اوور''...... مشینی آواز نے پوچھا تو ڈاکٹر جبران تفصیل بتانے لگے کہ کس طرح سر ہومز اور ڈاکٹر نوزک اسپیس ڈیتھ کا شکار بنے تھے۔ انہوں نے ان سائنس دانوں کے ملک کا بھی بتا دیا تھا۔

''تمہارے اسپیس شپ کے کون کون سے فنکشن آن ہیں۔ ان کی تفصیل بتاؤ۔ اوور''...... مشینی آواز نے پوچھا تو ڈاکٹر جبران نے اسپیس شپ کے ان پروگرامز اور مشینی سسٹمز کے بارے میں بتانا شروع ہو گئے جو ورکنگ پوزیشن میں تھے۔

''اوکے۔ ہم تمہارا اسپیس شپ ایک اسپیس شپ کے میگنٹ سسٹم سے لنک کر رہے ہیں۔ تمہیں ہمارے ساتھ زیرو لینڈ چلنا ہو گا۔ ہمارا تعلق زیرو لینڈ سے ہے۔ اوور''...... مشینی آواز نے کہا اور زیرو لینڈ کا سن کر ڈاکٹر جبران سمیت تمام سائنس دان اس بری طرح سے اچھل پڑے جیسے اچانک ان اسپیس شپس نے چاروں

طرف سے ان کے اسپیس شپ پر لیزر بیمز اور لیزر میزائل داغ دیئے ہوں۔

''زز۔ زز۔ زیرو لینڈ۔ اوور''...... ڈاکٹر جبران نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

''ہاں۔ تم اس وقت زیرو لینڈ کی روبو فورس کی حراست میں ہو اور ہم تمہیں زیرو لینڈ اپنے سپریم کمانڈر کے پاس لے جائیں گے۔ وہی اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ تمہیں واپس ارتھ پر بھیج دیا جائے یا یہیں اسپیس میں بھٹکنے کے لئے خلاء میں ہی چھوڑ دیا جائے۔ سپریم کمانڈر ہی اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ تمہارا تعلق ارتھ سے ہے یا پھر ڈاکٹر ایکس سے۔ اوور''...... مشینی آواز نے کہا اور ان سب کو اپنے جسموں سے جان سی نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ وہ بمشکل ڈاکٹر ایکس کی قید سے فرار ہو کر آئے تھے اور اب انہیں زیرو لینڈ والوں نے گھیر لیا تھا جس کے بارے میں پوری دنیا جانتی تھی کہ زیرو لینڈ والے زمین سائنس دانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

زمین پر رہنے والے جو سائنس دان زیرو لینڈ والوں کے ہاتھ لگ جاتے تھے وہ یا تو ہمیشہ کے لئے ان کے غلام بن جاتے تھے یا پھر زیرو لینڈ کا سپریم کمانڈر ان سائنس دانوں کو ہلاک کرا دیتا تھا جو کسی بھی اسپیس مشن پر آئے ہوں۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کنویں سے نکل کر کھائی میں گر رہے ہوں۔ اسی لمحے اچانک ان

ے اسپیس شپ کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔ جھٹکا اس قدر شدید تھا کہ سب بری طرح سے لہراتے ہوئے گر گئے۔ ان کے اسپیس شپ ے اوپر زیرو لینڈ کا ایک اسپیس شپ آ کر چپک گیا تھا جو اب ان ے اسپیس شپ کو اپنی مرضی سے کہیں بھی لے جا سکتا تھا۔

جیسے ہی زیرو لینڈ کا اسپیس شپ ان کے اسپیس شپ کے اوپر کر چپکا باقی اسپیس شپ مڑتے چلے گئے۔ اسی لمحے ان کے اسپیس شپ کے اوپر چپکے ہوئے زیرو لینڈ کے اسپیس شپ کے ل پر لگے ہوئے جیٹ انجن میں تیز آگ سی پیدا ہوئی اور رے لمحے ان کا اسپیس شپ، زیرو لینڈ کے اسپیس شپ کے تھ برق رفتاری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

عمران کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ تھریسیا جس طرح اس کے سامنے سے جولیا کو غائب کر کے لے گئی تھی عمران اسے روکنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔

عمران کو اس بات پر زیادہ غصہ آ رہا تھا کہ تھریسیا مہمانوں کے درمیان میں بغیر میک اپ کے بیٹھی ہوئی تھی اور اسے وہاں اس نے اور سیکرٹ سروس کے ممبران کے ساتھ بلیک زیرو نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ عمران اپنی شادی کو فی الحال ٹالنا چاہتا تھا۔ وہ یہ سب کچھ دکھاوا کرنے کے لئے کر رہا تھا تاکہ وہ اپنے ڈیڈی، اماں بی اور جولیا کا بھرم قائم رکھ سکے۔ عین رسم کے وقت اچانک جب وہاں لائٹ چلی جاتی تو بلیک زیرو وہاں ریڈم گیس پھیلا کر ایک لمحے کے لئے سب کو بے ہوش کر دیتا۔ ریڈم گیس کا اثر صرف پانچ منٹوں کے لئے ہوتا تھا اس کے بعد بے ہوش ہونے والے افراد خود ہی ہوش

میں آ جاتے تھے۔ ان پانچ منٹوں میں بلیک زیرو وہاں سے جولیا کو آسانی سے نکال کر لے جا سکتا تھا اور چونکہ یہ کارروائی ایکسٹو کی طرف سے ہوئی تھی اس لئے اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا تھا کیونکہ جولیا سیکرٹ سروس سے وابستہ تھی۔ اس کے بعد بلیک زیرو جولیا کو دانش منزل میں لے جا کر اس سے سختی سے پیش آتا اور پھر عمران سمیت سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کو بلا کر ان کی سرزنش کرتا تاکہ کوئی عمران پر شک نہ کر سکے کہ شادی رکوانے کے لئے عمران نے کوئی چکر چلایا ہے۔ ظاہر ہے جولیا اور سیکرٹ سروس کے ممبران بھلا چیف کے سامنے سر اٹھا کر کیسے بات کر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں جولیا سمیت تمام ممبران چیف کے سامنے گلٹی تھے کہ ان میں سے کسی نے چیف کو جولیا کی شادی کے بارے میں انفارم نہیں کیا تھا۔ جولیا نے نہ تو شادی کے لئے چیف سے اجازت لی تھی اور نہ ہی سیکرٹ سروس سے ریزائن کیا تھا اس لئے چیف ان سے نہایت سخت برتاؤ بھی کر سکتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی کارروائی کرتا اچانک ان کے سامنے تھریسیا آ گئی اور اس نے زیرو لینڈ کا ایجاد کردہ سائنسی آلہ استعمال کرتے ہوئے عمران سمیت وہاں موجود تمام افراد کو ساکت کر دیا تھا اور وہ ان سب کے سامنے نہ صرف بولتی رہی تھی بلکہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں وہاں سے جولیا کو اس کے عروسی جوڑے سمیت اٹھا کر ٹرانسمٹ ہو گئی تھی۔ جب عمران اور وہاں موجود افراد کے جسموں میں حرکت پیدا

ہوئی تو وہاں جیسے کہرام سا مچ گیا۔ سر عبدالرحمٰن اور سر سلطان بے
حد غصے میں آ گئے تھے۔ سر عبدالرحمٰن اور سر سلطان نے اس بات
کے لئے عمران کو ہی ذمہ دار ٹھہرایا تھا کہ وہاں تھریسیا کی موجودگی کا
کسی کو علم کیوں نہیں ہوا تھا اور وہ اس قدر سخت سیکورٹی کے باوجود
کوٹھی میں کیسے داخل ہو گئی تھی۔ تھریسیا نے ان سب کے سامنے
اعتراف کیا تھا کہ وہ کافی دیر سے کوٹھی میں موجود تھی اور اسی نے
ثریا کے کمرے میں جا کر اس کے پرس سے منگنی کی انگوٹھیاں چوری
کی تھیں۔ اگر وہ اتنے وقت سے کوٹھی میں موجود تھی تو پھر اس کے
بارے میں عمران یا کسی اور کو کچھ پتہ کیوں نہیں چلا تھا۔

عمران کو اس بات کی پریشانی تھی کہ تھریسیا نے اس بار ٹرانسمٹ
ہونے کا نیا سسٹم اختیار کیا تھا وہ اور جولیا نیلے رنگ کی روشنی میں
جس طرح سے اچانک وہاں سے غائب ہوئی تھیں اس سے عمران کو
یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہو رہا تھا کہ تھریسیا، جولیا کو لے کر یا تو
ڈائریکٹ زیرو لینڈ گئی ہے یا پھر وہ جولیا کو اپنے کسی عارضی ہیڈ
کوارٹر میں لے گئی ہے اور زیرو لینڈ کے عارضی اور مین ہیڈ کوارٹر
خلاؤں میں کہیں موجود تھے۔

عمران نے سر سلطان اور سر عبدالرحمٰن کی باتوں کا کوئی جواب
نہیں دیا تھا۔ اماں بی الگ چیخ رہی تھیں۔ ان کی حالت پہلے ہی
خراب تھی۔ ان کی ہونے والی بہو کوئی رسم پوری ہونے سے پہلے
ہی وہاں سے اغوا کر لی گئی تھی جس کا انہیں شدید دکھ اور افسوس ہو

تھا اسی وجہ سے وہ بری طرح سے واویلا مچا رہی تھیں۔ انہیں شور
تے اور چیختے دیکھ کر سر عبدالرحمٰن اور ثریا انہیں ان کے کمرے میں
لے گئے تھے اور وہاں لیڈی ڈاکٹر کو بھی بلا لیا گیا تھا تا کہ وہ اماں
کا بلڈ پریشر کنٹرول کر سکے کیونکہ غصے میں اماں بی کا بلڈ پریشر
ہو جاتا تھا اور اس وقت ان کا بلڈ پریشر ہائی ہونے کا مطلب
ا کہ وہ ان کی جان کے خطرے کا باعث بھی بن سکتا تھا۔ اس
ئے سر عبدالرحمٰن کی اجازت سے لیڈی ڈاکٹر نے اماں بی کو خواب
ور انجکشن لگا کر گہری نیند سلا دیا تھا۔

سر عبدالرحمٰن نے عمران کو اپنے کمرے میں بلا کر اس سے سخت
پرس کی تھی۔ اتنے مہمانوں کی موجودگی میں جس طرح سے زیرو
لڈ کی ناگن تھریسیا، جولیا کو اغوا کر کے لے گئی تھی اس کی وجہ سے
مہمانوں کے سامنے جانے سے کترا رہے تھے کہ ان کے سیکورٹی
ظامات اس قدر ناقص تھے کہ تھریسیا جیسی زہریلی ناگن کوٹھی میں
خ گئی تھی اور آخری لمحات تک کسی کو اس کے بارے میں علم ہی
یں ہوا تھا۔ گو کہ سر سلطان نے وہاں موجود مہمانوں کو سمجھا دیا تھا
ہ تھریسیا کا تعلق زیرو لینڈ سے ہے جو سائنسی ترقی میں دنیا کی
ئنسی ترقی سے ہزاروں گنا آگے ہے اور وہ یہاں سائنسی انداز
ں آئی تھی اور سائنسی آلات کا ہی سہارا لے کر جولیا کو لے کر
اں سے غائب ہو گئی تھی۔ کچھ سمجھ دار افراد سر سلطان کی بات سمجھ
ئے تھے مگر کچھ عزیز و اقارب ایسے بھی تھے جو سر عبدالرحمٰن کی ناقص

سیکورٹی پر شدید تنقید کر رہے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر وہ رشتہ دار تھے جن کی بچیاں جوان تھیں اور سر عبدالرحمٰن اور اماں بی نے عمران کی ان کی بہنوں، بیٹیوں سے شادی کرانے کی بجائے باہر کی لڑکی کو پسند کیا تھا اور وہ بھی غیر ملکی لڑکی کو۔ اس لئے جولیا کے اس طرح اغوا ہونے پر انہیں تو جیسے بولنے کا بہانہ ہی مل گیا تھا لیکن سر عبدالرحمٰن بھلا کسی کی کہاں سننے والے تھے وہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور انہوں نے عمران کے ساتھ ساتھ سوپر فیاض کو بھی بلا کر ان کی سخت سرزنش کی تھی۔ سر عبدالرحمٰن نے عمران کو حکم دیا تھا کہ وہ جیسے بھی ہو جولیا کو زیرو لینڈ کی ناگن سے آزاد کرا کر لائے۔ انہوں نے بھی اب قسم کھا لی تھی کہ عمران کی شادی ہو گی تو صرف جولیا سے ہی ہو گی۔ انہوں نے سوپر فیاض کو بھی اس کے عملے کے ساتھ ہر طرف بھگانا شروع کر دیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ تھریسیا ان کی ہونے والی بہو کو لے کر شہر میں ہی کہیں روپوش ہو گئی ہو لیکن عمران جانتا تھا کہ تھریسیا شہر میں رہنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی وہ جانتی تھی کہ عمران ایک بار اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تو وہ اسے زمین کی گہرائیوں سے بھی کھینچ کر نکال سکتا ہے اس لئے وہ عمران بلکہ سب کے سامنے جولیا کو وہاں سے اٹھا کر بھاگنے کی بجائے سائنسی طریقے سے ٹرانسمٹ ہو کر وہاں سے غائب ہوئی تھی اور عمران کو یقین تھا کہ تھریسیا، جولیا کو لے کر خلاء میں موجود کسی خلائی اسٹیشن پر ہی گئی ہو گی۔

عمران، بلیک زیرو کے ساتھ دانش منزل آ گیا تھا۔ اس نے ک زیرو سے کال کرا کر ممبران کو بھی دانش منزل کے میٹنگ ہال ں بلا لیا تھا۔ عمران کے پاس خلاء میں جانے کا پہلے سے ہی ایک شن تیار تھا۔ تنویر کے ذریعے اسے کاسٹریائی سائنس دان سر مورسن ی جو چار چیزیں ملی تھیں ان چیزوں سے اسے ڈاکٹر ایکس اور اس کے اسپیس ورلڈ کے بارے میں بہت اہم معلومات مل گئی تھیں اور ر مورسن کی ڈائری کے مطابق خلاء میں ایک اسپیس شپ میں دس ائنس دان اور بھی موجود تھے جو وہاں کسی مسیحا کے آنے کے منتظر تھے جن میں پاکیشیا کے ایک بڑے اور عظیم سائنس دان ڈاکٹر جبران بھی شامل تھے۔ اگر ان کا اسپیس شپ خلاء سے تلاش کر کے زمین پر نہ لایا جاتا تو وہ واقعی ہمیشہ کے لئے خلاء کے ہی قیدی بن کر رہ جاتے اور ان کی وہیں ہلاکت ہو جاتی۔ اس کے علاوہ سر مورسن کی ڈائری کے مطابق ڈاکٹر ایکس ایک ایسی ریڈ ٹارچ بنانے میں مصروف تھا جس سے کسی بھی ملک پر سرخ روشنی پھیلا کر وہاں کی ہر چیز کو چند لمحوں میں جلا کر خاکستر کیا جا سکتا تھا اور ڈاکٹر ایکس نے اپنی ایجاد کا پہلا تجربہ پاکیشیا پر ہی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ پاکیشیائی ایجنٹوں نے جس طرح سے اس کا ونڈر لینڈ تباہ کیا تھا اس کا ڈاکٹر ایکس کو بے حد غصہ تھا اور وہ ان پاکیشیائی ایجنٹوں سے انتقام لینے کے لئے پورے پاکیشیا کو ہی نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ڈاکٹر ایکس کے عزائم انتہائی خطرناک تھے اور اس

کی ریڈ ٹارچ تیاری کے آخری مرحلے میں تھی جیسے ہی اس کی ریڈ ٹارچ تیار ہو جاتی وہ اس کا رخ پاکیشیا کی طرف موڑ دیتا اور پھر ریڈ ٹارچ کو آن کرتے ہی اس سے سرخ روشنی خارج ہوتی جو سورج کی شعاعوں میں شامل ہو کر پورے پاکیشیا پر پھیل جاتی جس سے ہر طرف سرخ قیامت برپا ہو جاتی اور پاکیشیا صرف چند لمحوں میں جل کر خاکستر ہو جاتا۔ اس سرخ روشنی کی قیامت سے نہ پاکیشیا میں جاندار باقی رہتے اور نہ ہی پاکیشیا کے پہاڑ، دریا، سمندر اور زمین کا کوئی حصہ باقی رہتا ہر طرف تباہی ہی تباہی پھیل جاتی جس سے پاکیشیا کا نام دنیا کے نقشے سے ہمیشہ کے لئے مٹ جاتا۔

اس لئے عمران، ڈاکٹر ایکس کو اس کے ناپاک اور مذموم ارادوں سے روکنے کے لئے پہلے ہی خلاء میں جانے کا پروگرام بنا چکا تھا اس کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خلاء میں جانے سے پہلے اماں بی اور جولیا کا مسئلہ حل کر لے اور جب جولیا اور ممبران کا چیف ریفریشمنٹ کورس کر دیتا تو وہ سب سنجیدگی سے اس کے ساتھ خلاء میں جانے کے لئے تیار ہو جاتے اور چیف کے ریفریشمنٹ کورس کے بعد جولیا کے خیالات میں بھی تبدیلی آ جاتی۔ عمران نے یہ بھی طے کر رکھا تھا کہ چیف کی باتوں سے اگر جولیا دلبرداشتہ ہو کر کوئی الٹ فیصلہ کرنے کی کوشش کرے گی تو پھر وہ اس کے ذہن کو اپنے کنٹرول میں لے کر اسے نارمل کر دے گا۔

عمران اس وقت بلیک زیرو کے ساتھ آپریشن روم میں تھا۔

بلیک زیرو کے سامنے کنٹرولنگ مشین پر لگی ہوئی سکرین آن تھی جس پر میٹنگ روم کا منظر نظر آ رہا تھا۔ ممبران ایک ایک کر کے میٹنگ روم میں آنا شروع ہو گئے تھے۔ عمران کو سنجیدہ اور غصے میں دیکھ کر بلیک زیرو بھی کافی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ عمران کا غصہ دیکھ کر اسے اندازہ لگانے میں مشکل نہیں ہو رہی تھی کہ آج ممبران کی خیر نہیں ہے۔ عمران شاید تھریسیا کا سارا غصہ ممبران پر نکالنے کا سوچ رہا تھا۔

”سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آخر تھریسیا وہاں پہنچی کیسے تھی اور وہ کوٹھی میں موجود تھی تو ہمیں اس کی موجودگی کا علم کیوں نہیں ہوا تھا حالانکہ وہ میک اپ میں بھی نہیں تھی“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”وہ میک اپ میں ہی تھی اس نے میک اپ تب اتارا تھا جب اسے میرے سامنے آنا تھا اور وہ کوٹھی میں اسی طرح سے داخل ہوئی تھی جس طریقے سے وہ جولیا کو لے کر وہاں سے غائب ہوئی تھی“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس نے اچانک ہی سب کو ماگروم گیس کے اثر سے بے بس کر دیا تھا ورنہ وہ اس طرح سب کے سامنے جولیا کو لے کر غائب نہیں ہو سکتی تھی“...... بلیک زیرو نے عمران کے لہجے میں نرمی دیکھ کر کہا۔

”بہرحال یہ ماننا پڑے گا کہ زیرو لینڈ والوں کی نظریں ابھی تک مجھ پر ہی جمی ہوئی ہیں۔ انہیں فوراً ہی معلوم ہو گیا تھا کہ میں

جولیا سے شادی کرنے جا رہا ہوں۔ اس بات کا جب تھریسیا کو علم ہوا تو وہ یہ شادی رکوانے کے لئے فوراً یہاں آ گئی اور جیسا کہ تم نے سنا تھا وہ چاہتی تو وہ مجھے اس بے بسی کی حالت میں ہی ہلاک کر سکتی تھی۔ نہ صرف مجھے بلکہ جولیا کو بھی۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا ہے اور وہ جولیا کو اپنے ساتھ لے گئی ہے اور وہ بھی یہ کہہ کر کہ میں اس کے پیچھے اسپیس میں آؤں گا اور جب تک میں اس سے شادی نہیں کروں گا وہ جولیا کو آزاد نہیں کرے گی اور میرے آنے تک وہ جولیا کو ایسے اسپیس شپ میں رکھے گی جس تک میرے لئے پہنچنا محال ہو سکتا ہے''...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں۔ وہ بے حد غصے میں تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ آپ کے اور جولیا کے ساتھ ساتھ ساری کوٹھی کو ایک لمحے میں جلا کر خاکستر کر سکتی ہے۔ اس کے پاس موجود سائنسی آلہ جسے وہ الیکٹرو ٹرائیک کہہ رہی تھی زیرو لینڈ والوں کی نئی ایجاد معلوم ہوتی ہے جس سے وہ ایک ساتھ کئی کام لے سکتی ہے۔ اسی آلے سے اس نے کوٹھی میں موجود تمام افراد کو بے بس کیا تھا۔ ماگروم گیس کا اثر اس قدر زیادہ تھا کہ اس کے اثر سے کوٹھی کے باہر موجود تمام سیکورٹی والے بھی ہماری طرح ساکت ہو گئے تھے اور ارد گرد موجود دوسری کوٹھیوں کے مکین بھی اس گیس کے اثر سے متاثر ہوئے تھے اور اسی آلے کا ایک اور بٹن پریس کرنے کے بعد ہی وہ جولیا کو لے کر کوٹھی سے ٹرانسمٹ ہوئی تھی''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''تھریسیا نے سوچ سمجھ کر ہی وہاں ماگروم گیس پھیلائی تھی تا کہ
ں اس کے کام میں مداخلت نہ کر سکے وہ چاہے تو وہاں قتل عام
کر سکتی تھی اور وہ چاہتی تو جولیا کے ساتھ مجھے بھی لے کر غائب
تی تھی''...... عمران نے کہا۔

''اب آپ کا کیا ارادہ ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''ارادہ تو شادی کا ہی تھا لیکن تھریسیا نے آ کر میرا سارا معاملہ
چوپٹ کر دیا ہے''...... عمران نے اپنے مخصوص موڈ میں آتے
ئے کہا تو بلیک زیرو نے سکون کا سانس لیا کیونکہ جس طرح سے
ن پہلے غصے میں دکھائی دے رہا تھا اسے تمام ممبران کی شامت
ہوئی دکھائی دے رہی تھی لیکن اب عمران نارمل ہو گیا تھا اور
زیرو جانتا تھا کہ عمران ممبران کی سرزنش ضرور کرے گا لیکن
کی سرزنش اس قدر خطرناک نہیں ہو گی جس سے سیکرٹ سروس
ممبران کو تکلیف دہ مراحل سے گزرنا پڑے۔

''اگر تھریسیا آ کر معاملہ چوپٹ نہ کرتی تو یہی کام کرنے کے
میں بھی تو وہاں پہنچ گیا تھا اور میں نے وہاں جو کرنا تھا اس
بارے میں آپ کو میں پہلے ہی بتا چکا تھا''...... بلیک زیرو نے
راتے ہوئے کہا۔

''تھریسیا کی جگہ اگر تم جولیا کو لے جاتے تو مجھے اتنی فکر نہ
تی۔ جولیا زیادہ سے زیادہ ڈارک روم میں ہوتی یا پھر اپنے فلیٹ
پڑی اپنا سر پکڑ کر بیٹھی ہوتی لیکن اب تھریسیا اسے لے کر

خلاؤں میں گم ہو گئی ہے۔ لیلیٰ کی تلاش میں مجنوں جنگل جنگل ا
صحرا صحرا مارا مارا پھرتا تھا اب جولیا کے لئے مجھے خلاء میں جا ر
نجانے کہاں کہاں کی خاک چھاننی پڑے گی اور میں یہ بھی نہیں
جانتا کہ اسپیس میں مجھے چھاننے کے لئے کہیں خاک ملے گی بھی ا
نہیں''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''یہ سب تو آپ کو اب کرنا ہی پڑے گا۔ ویسے بھی آپ
اسپیس مشن پر جانے کے لئے پہلے سے ہی تیار تھے۔ ڈاکٹر ایکس
پاکیشیا پر ریڈ ٹارچ نامی سیٹلائٹ سے سُرخ قیامت برپا کرنا چاہتا
ہے اور اس کے علاوہ پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر جبران سمیت دنیا
کے دس سائنس دان اسپیس میں بھٹک رہے ہیں۔ انہیں بھی آپ کو
تلاش کرنا ہے۔ اسپیس میں جا کر آپ نے یہ دو کام کرنے ہی تھے
اس کے ساتھ ساتھ اب آپ کو زیرو لینڈ والوں سے بھی ٹکرانا
پڑے گا اور تھریسیا کی قید سے جولیا کو بھی آزاد کرا کر لانا ہے''۔
بلیک زیرو نے کہا۔

''ظاہر ہے۔ اکیلی جان ہوں لیکن یہ سب تو مجھے اب کرنا ہی
پڑے گا۔ ڈیڈی نے بھی حکم دیا ہے کہ میں ہر صورت میں ان کی
ہونے والی بہو کو واپس لاؤں ورنہ وہ میرا ناطقہ بند کر دیں گے۔ تم
جانتے ہو کہ میرا ناطقہ بند ہو گیا تو پھر میں ممبران تو کیا کسی کے
سامنے بولنے کے قابل ہی نہیں رہوں گا''...... عمران نے مسکین سی
صورت بنا کر کہا۔

''اسپیس میں جانے کے لئے ہمارے پاس زیرو لینڈ کا ہی ایک
بس شپ موجود ہے۔ اس اسپیس شپ سے آپ اسپیس میں تو
، جائیں گے۔ کاسٹریائی سائنس دان سر مورسن نے ایم ٹو کے
ے میں کافی تفصیلات بتائی ہیں اور ارتھ سے ایم ٹو تک جانے
، تمام راستوں کی نشاندہی بھی کی ہے لیکن کیا آپ کو یقین ہے
، ان سائنس دانوں کے فرار کے بارے میں ڈاکٹر ایکس کو اب
ے معلوم نہیں ہوا ہو گا اور اسے اس بات کا علم نہیں ہو گا کہ سر
رسن اور دوسرے سائنس دان اس کے اسپیس ورلڈ کے کس حد
ے راز لے جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو ظاہر
ہے وہ اپنے اسپیس اسٹیشن ایم ٹو کا وے بدل دے گا اور اس نے
ں انداز میں ایم ٹو کو کیموفلاج کر رکھا ہے اس کی بھی وہ ہیئت
ل دے گا۔ ایسی صورت میں آپ ایم ٹو میں کیسے جائیں گے اور
ں اسپیس اسٹیشن میں دنیا کے دس سائنس دان موجود ہیں وہ خلاء
ں نجانے کہاں ہو اسے آپ کیسے تلاش کریں گے اس کے علاوہ
ب تھریسیا بھی جولیا کو خلاء میں لے گئی ہے۔ اس تک آپ کیسے
پنچیں گے''...... بلیک زیرو نے ایک ساتھ کئی سوال کرتے ہوئے
لہا۔

''ان سب باتوں کے جواب مجھے خلاء میں جانے کے بعد ہی
ں سکتے ہیں۔ ہمارا یہ خلائی مشن بلائنڈ مشن ہی ہو گا۔ ہمیں ایک
ساتھ کئی محاذوں پر لڑنا ہو گا۔ ہمارے خلاء میں جانے کا زیرو لینڈ

والوں کو بھی علم ہو جائے گا اور وہ بھی ہمارے آڑے آنے کی
کوشش کریں گے اس کے علاوہ ڈاکٹر ایکس کو اگر معلوم ہوا کہ ہم
اس کے ایم ون اور ایم ٹو کے ساتھ ساتھ اس کی نئی ایجاد کردہ ریڈ
ٹارچ نامی سیٹلائٹ کو بھی تباہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں تو وہ بھی
ہمارے مقابلے پر سینکڑوں کی تعداد میں روبو فورس بھیج دے گا۔
ہمیں اسپیس پر شاید ایک ایک انچ کے فاصلے پر مصائب اور
پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔ لیکن جو بھی ہو گا اور جیسے بھی ہو گا
مجھے ہر حال میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ تینوں کام سرانجام
دینے ہوں گے۔ جس طرح سے سائنس کی دنیا میں پاکیشیا کے لئے
سرداور اہم مقام رکھتے ہیں اسی طرح سے ڈاکٹر جبران کی اہمیت
بھی ان سے کم نہیں ہے۔ ان جیسے ذہین اور عظیم سائنس دان کم ہی
پیدا ہوتے ہیں اور یہ ہماری خوش قسمتی ہی ہے کہ ہم جس سائنس
دان کو اپنی طرف سے ہلاک سمجھ کر اس کی تدفین بھی کر چکے تھے وہ
ابھی زندہ ہیں اور اگر وہ پاکیشیا میں واپس آ جائیں تو سائنس کے
میدان میں پاکیشیا دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر سکتا ہے۔ اس
لئے میں ان کے لئے اسپیس میں تو کیا کہکشاں تک بھی جانے
کے لئے تیار ہوں اور ڈاکٹر ایکس جو ایک بار پھر اپنے مذموم
ارادوں پر اتر آیا ہے اور اس نے ریڈ ٹارچ نامی سیٹلائٹ ایجاد کر
کے اس سے پاکیشیا کو نیست و نابود کرنے کا جو ارادہ کیا ہے میں
اس کے ارادوں سمیت اسے خلاء میں ہی ختم کر دوں گا۔ رہی بات

ولیا کی تو تھریسیا جس طرح سے یہاں سے جولیا کو لے کر گئی ہے
وہ خود ہی جولیا کو یہاں واپس چھوڑ کر جائے گی“...... عمران نے
آخری الفاظ بے حد تلخ لہجے میں کہے۔

”تھریسیا اور جولیا کو واپس چھوڑ کر جائے گی۔ ایسا کیسے ہو سکتا
ہے۔ اگر اسے ایسا کرنا تھا تو وہ جولیا کو یہاں سے لے کر ہی کیوں
جاتی“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”وہ غصے میں تھی۔ میری شادی کی وجہ سے اسے بدہضمی ہو گئی
تھی اور اس نے اپنی بدہضمی کا انتظام بھی تو کرنا تھا اس لئے وہ
جولیا کو لے گئی لیکن میں اسپیس میں جا کر اسے اس حد تک مجبور کر
دوں گا کہ وہ ہر حال میں جولیا کو چھوڑنے خود زمین پر آئے گی نہ
صرف زمین پر آئے گی بلکہ اس بار وہ میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر
کہے گی کہ وہ میرے اور جولیا کے حق میں دستبردار ہو رہی ہے اور وہ
میری اور جولیا کی شادی سے خوش ہے“...... عمران نے کہا۔

”لگتا ہے اس کے لئے آپ نے کوئی خاص پلاننگ کی ہے
جس سے آپ تھریسیا جیسی زہریلی ناگن کو بھی پٹاری میں بند
کرنے کا سوچ رہے ہیں“...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایسا ہی سمجھ لو“...... عمران نے جواباً مسکرا کر کہا۔

”اچھا اب ممبران سے کیا کہنا ہے۔ کیا ان کی سرزنش ضروری
ہے“...... بلیک زیرو نے عمران کا موڈ ٹھیک ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

”ہاں۔ اب یہ سب کے سب حد سے زیادہ آگے بڑھتے جا

رہے ہیں۔ ان کا ریفرشمنٹ کورس کرنا بے حد ضروری ہے۔ اگر
انہیں بار بار معافی ملتی رہی تو ان کے ناز و انداز اور زیادہ بڑھ
جائیں گے اور سیکرٹ سروس میں ناز و انداز کرنے والوں کے لئے
کوئی جگہ نہیں ہوتی“...... عمران نے ایک بار پھر سنجیدہ ہوتے
ہوئے کہا اور اس کی بات سن کر بلیک زیرو بری طرح سے چونک
پڑا۔

”کیا مطلب“...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مطلب وہی ہے جو تم سمجھ رہے ہو“...... عمران نے منہ بنا کر
کہا۔

”کیا آپ ان سب کو سیکرٹ سروس سے فارغ کرنے کا سوچ
رہے ہیں“...... بلیک زیرو نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے
پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

”ہاں“...... عمران نے اسی سنجیدگی سے کہا۔

”مجھے اس بات کا پہلے سے ہی اندیشہ تھا کہ آپ کچھ ایسا ہی
سوچیں گے“...... بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ایکسٹو کی حیثیت سے تمہیں بھی ایسا ہی سوچنا چاہئے“۔ عمران
نے تلخ لہجے میں کہا۔

”یہ سزا ان سب کے لئے زیادہ سخت نہیں ہو جائے گی“۔
بلیک زیرو نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”سخت جان انسانوں کے لئے سزائیں بھی سخت ہی ہونی

چاہئیں تا کہ ان کو اپنی غلطی کا بھی احساس ہو اور وہ آئندہ ایسی
غلطیوں سے باز رہیں“...... عمران نے کہا۔ عمران نے سکرین کی
طرف دیکھا۔ تمام ممبران سوائے جولیا اور تنویر کے میٹنگ روم میں آ
چکے تھے اور وہ سب بے حد ہراسان اور پریشان دکھائی دے رہے
تھے۔ ان سب کے چہروں پر زردی سی چھاتی ہوئی دکھائی دے رہی
تھی یوں لگ رہا تھا جیسے انہیں پہلے سے اندازہ ہو کہ اس بار ان
سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے اس کے لئے چیف انہیں سخت سرزنش
کرے گا اور انہیں سخت سے سخت سزا بھی دے سکتا ہے۔ چیف کی
سرزنش اور سزا کا خوف ان سب کے چہروں پر عیاں تھا۔

”اب سب کے سب مسکین بنے بیٹھے ہیں جیسے انہوں نے کچھ
کیا ہی نہ ہو“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”اس میں ان کی کم اور آپ کی غلطی زیادہ ہے عمران صاحب۔
آپ ہی ان کے سامنے تنویر کو رقیب رو سفید کہتے ہیں۔ تنویر کی
حالت کے بارے میں بھی آپ نے ہی انہیں بتایا تھا۔ اس کے
علاوہ انہوں نے اماں بی کی حالت بھی دیکھی تھی اس لئے اگر
انہوں نے آپ کو جولیا سے شادی کرنے کا مشورہ دے دیا تھا تو
کون سا گناہ کیا تھا جس کی آپ انہیں سزا دینا چاہتے ہیں۔ یہ
درست ہے کہ انہوں نے اس بارے میں چیف کو آگاہ نہیں کیا تھا
لیکن یہ بھی تو سوچیں کہ انہوں نے شادی کرنے کا مشورہ کسے دیا
تھا۔ وہ نہیں جانتے مگر میں تو جانتا ہوں کہ انہوں نے اصلی چیف

ایکسٹو کی شادی کرانے کی کوشش کی تھی''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم جانتے ہو تو ٹھیک ہے۔ جاؤ بتا دو انہیں آج کہ ان کا چیف کون ہے''...... عمران نے منہ بنا کر کہا تو بلیک زیرو ہنس پڑا۔

''میں کیوں بتاؤں۔ یہ ہمت آپ خود کیوں نہیں کرتے''۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔تم کہتے ہو تو میں ان کے سامنے جا کر خود ہی اپنا نقاب الٹ دیتا ہوں۔ ایک بار ان کو معلوم ہو گیا کہ ان کا چیف میں ہوں تو پھر سمجھو کہ ان میں تنویر بھی شامل ہو جائے گا اور وہ خود ہی مجھے اور جولیا کو پکڑ کر ہماری شادی کرا دے گا''...... عمران نے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''اٹھو۔ ان سے میں خود بات کرتا ہوں''...... عمران نے کہا۔ تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی سیٹ سے اٹھ گیا۔ جیسے ہی بلیک زیرو اپنی سیٹ سے اٹھا اسی لمحے کمرے میں تیز سیٹی کی آواز سنائی دی۔

''سب ممبران تو پہنچ گئے ہیں۔ اب کون آیا ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مشین کا ایک بٹن پریس کیا تو اچانک سامنے لگی ہوئی ایک سکرین روشن ہو گئی اور سکرین پر دانش منزل کا بیرونی منظر ابھر آیا۔ باہر کا منظر دیکھ کر عمران بری طرح سے چونک اٹھا جبکہ بلیک زیرو کے ہونٹوں پر

خفیف سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔ گیٹ کے پاس ایک کار کھڑی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر سر سلطان بیٹھے ہوئے تھے۔

''سر سلطان اور یہاں''...... عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''انہیں میں نے بلایا ہے''...... بلیک زیرو نے سنجیدگی سے کہا تو عمران چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''تم نے بلایا ہے۔ مگر کیوں''...... عمران نے اسی انداز میں کہا۔

''جیسا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے پہلے ہی اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس بار آپ ممبران کو معاف نہیں کریں گے اور ان کی سخت سرزنش کریں گے اور مجھے اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ کہیں آپ ان سب کو سیکرٹ سروس سے فارغ ہی نہ کر دیں۔ میری تو آپ نے کوئی بات مانی نہیں تھی اس لئے میں نے سر سلطان کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا اور ممبران کو ایکسٹو کے عتاب سے بچانے کے لئے مجھے یہی مناسب لگا کہ میں اس بار سر سلطان کو بلا لوں تاکہ وہ نہ صرف ایکسٹو کے عتاب سے ممبران کو بچا سکیں بلکہ انہیں تحفظ بھی فراہم کر سکیں''...... بلیک زیرو نے کہا وہ بڑے دھیمے لہجے میں بات کر رہا تھا جیسے وہ ڈر رہا ہو کہ اس کے سر سلطان کے بلانے کے فیصلے پر عمران اس سے بگڑ ہی نہ جائے۔

''تو تم ممبران کو ایکسٹو سے تحفظ دلانا چاہتے ہو''...... عمران نے غرا کر کہا۔

"جی ہاں۔ کیونکہ میرے خیال میں شادی کرنا یا کرانا کوئی گناہ نہیں ہے اور ممبران نے سوائے ایکسٹو سے چھپانے کے کوئی ایسی غلطی نہیں کی تھی کہ انہیں اتنی بڑی سزا دی جا سکے"...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا ایکسٹو، سر سلطان کی موجودگی میں ممبران کو کوئی سزا نہیں دے سکتا"...... عمران نے کہا۔

"دے سکتا ہے۔ لیکن"...... بلیک زیرو کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا"...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ آپ سر سلطان کو آنے دیں۔ پھر جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا"...... بلیک زیرو نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ عمران چند لمحے اسے تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن پریس کیا تو باہر کا گیٹ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ جیسے ہی گیٹ کھلا سر سلطان اسی لمحے کار اندر لے آئے اور ان کے پیچھے گیٹ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔

عمران چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے مشین کا ایک بٹن پریس کیا تو سکرین پر میٹنگ روم کا منظر ابھر آیا جہاں تمام ممبران خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی لمحے میٹنگ روم کا دروازہ کھلا اور سر سلطان باوقار انداز میں چلتے ہوئے اندر آ گئے۔ سر سلطان کو اس طرح میٹنگ روم میں آتے دیکھ کر ممبران بے اختیار چونک پڑے اور ان کے احترام میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"آپ یہاں"...... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ جولیا کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جولیا چونکہ سیکرٹ سروس کی ڈپٹی چیف تھی اس لئے اس کی غیر موجودگی میں صفدر کو ہی اس کرسی پر بیٹھنے کی ہدایت دی گئی تھی۔

"ہاں۔ عمران کی سفارش پر چیف نے مجھے یہاں بلایا ہے"۔ سر سلطان نے انتہائی سنجیدگی اور بردباری سے جواب دیتے ہوئے کہا اور وہ اس کرسی کی طرف بڑھ گئے جو صفدر کی کرسی تھی اور خالی تھی۔ سر سلطان نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ سب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور سر سلطان صفدر کی کرسی پر بیٹھ گئے۔

عمران نے سر سلطان کو بیٹھتے دیکھ کر مشین پر لگے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا تو میٹنگ روم میں موجود ممبران بے اختیار چونک پڑے۔ ان کے سامنے میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی سیٹی بجی تھی۔ جیسے ہی ٹرانسمیٹر کی سیٹی بجی، صفدر نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن پریس کر دیا۔

"صفدر سپیکنگ"...... صفدر کی آواز سنائی دی۔ گو کہ صفدر کی آواز میں خاصا ٹھہراؤ تھا لیکن عمران اور بلیک زیرو نے اس کی آواز میں لرزش کا عنصر صاف محسوس کر لیا تھا۔

"سر سلطان پہنچ گئے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"یس چیف۔ وہ ہمارے ساتھ موجود ہیں"...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں سر سلطان کہ آپ میرے کہنے پر یہاں تشریف لائے۔ آپ کو یہاں بلانے کا مقصد اس میٹنگ کی کارروائی سے آگاہ کرنے کا ہے۔ اس کے لئے عمران نے ہی مجھ سے بات کی تھی لیکن میں خود بھی چاہتا ہوں کہ اس میٹنگ میں چونکہ مجھے کچھ اہم فیصلے کرنے ہیں اس لئے آپ کو یہاں مدعو کر لیا جائے“...... ایکسٹو نے سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس سر۔ میں سمجھتا ہوں اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ سیکرٹ سروس کی کسی میٹنگ میں مجھے خصوصی طور پر بلایا گیا ہے“...... سر سلطان نے بھی انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر بھی آپ کی تشریف آوری کا شکریہ“...... ایکسٹو نے کہا۔

”کیا میں جان سکتا ہوں جناب کہ مجھے اس خصوصی میٹنگ میں کیوں بلایا گیا ہے“...... سر سلطان نے انتہائی متانت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”کیا آپ کو عمران نے میٹنگ کے ایجنڈے سے آگاہ نہیں کیا ہے“...... ایکسٹو نے پوچھا۔

”عمران نے صرف اتنا بتایا تھا کہ آپ سیکرٹ سروس کے ممبران کے حوالے سے میرے سامنے کوئی اہم کارروائی کرنا چاہتے ہیں تاکہ میں اس سب کا گواہ بن سکوں“...... سر سلطان نے کہا۔

”اوکے۔ باقی سب باتیں جو ہوں گی اس سے آپ کو بھی پتہ چل جائے گا کہ آپ کو یہاں کیوں بلایا گیا ہے“...... ایکسٹو نے

سرد لہجے میں کہا تو سر سلطان نے اثبات میں سر ہلایا اور خاموش ہو گئے۔ ممبران حیران تھے کہ چیف ان کے حوالے سے سر سلطان سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے وہ بطور گواہ بننے کے لئے یہاں خود آئے ہیں۔

”صفدر“...... ایکسٹو نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس چیف“...... صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”عمران کہاں ہے۔ وہ آیا نہیں ہے ابھی“...... ایکسٹو نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”نو چیف۔ عمران صاحب ابھی تک نہیں آئے ہیں“...... صفدر نے جواب دیا۔

”ہونہہ۔ عمران کی لاپرواہیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں۔ وہ اب میرے کسی حکم کو سنجیدگی سے نہیں لیتا ہے۔ مجھے اب اس کا کوئی نہ کوئی بندوبست کرنا ہی پڑے گا“...... ایکسٹو نے غرا کر کہا۔

”وہ آتے ہی ہوں گے چیف“...... صفدر نے جلدی سے کہا۔

”تم اس کی طرف داری کرنے کی کوشش مت کرو صفدر۔ تم سب بھی عمران کے رنگ میں رنگے ہوئے ہو۔ تم سب نے اور جولیا نے اب تک جو کیا ہے اس کی مجھے رپورٹ مل چکی ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں تم سب سے غافل رہتا ہوں تو یہ تم سب کی بہت بڑی بھول ہے۔ میں ہر وقت اور ہر لمحے تم سب پر گہری نظریں رکھتا ہوں۔ جولیا نے عمران سے شادی کرنے کے لئے جو

طریقہ کار اختیار کیا تھا اس سے میرے اعتماد کو شدید ٹھیس پہنچی ہے۔ اسی طرح تم نے بھی اس وقت عمران کو جولیا سے شادی کرنے کے لئے اکسانا شروع کر دیا جب تنویر موت و زیست میں مبتلا ہسپتال میں پڑا تھا۔ تم سب نے مل کر عمران کو جولیا سے شادی کرنے کے لئے مجبور کر دیا تھا اور اس سلسلے میں تم میں سے کسی نے مجھ سے بات کرنا تک گوارا نہیں کیا تھا۔

جولیا نے تو اپنا سیل فون اور واچ ٹرانسمیٹر تک آف کر دیا تھا۔ اس نے تو جو کیا تھا اس کی اسے تو سزا بھگتنا ہی پڑے گی لیکن تم سب بھی مجھے بتائے بغیر عمران کی شادی کرانے کے لئے کوٹھی پہنچ گئے تھے اور تم سب نے عمران کی جولیا سے شادی کرانے کے ساتھ ساتھ کوٹھی کو بھی سجانا شروع کر دیا تھا۔ کیا ان سب کاموں کے لئے تم نے مجھ سے اجازت لی تھی یا مجھے کچھ بتانا مناسب سمجھا تھا''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

''س۔ س۔ سوری چیف۔ ہسپتال میں عمران صاحب کی والدہ موجود تھیں اور انہوں نے اچانک ہی ہمیں عمران صاحب اور مس جولیا کی شادی کے لئے پوچھا تھا۔ عمران صاحب نے ہمیں بتایا تھا کہ اماں بی کی حالت ان دنوں خراب رہتی ہے اس لئے ہم نے بھی انہیں اماں بی کی حالت کی وجہ سے مس جولیا سے شادی کرنے کا مشورہ دے دیا تھا اور یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ ہم عمران صاحب اور مس جولیا کی شادی کی خوشی میں آپ سے

بات کرنا ہی بھول گئے۔ بعد میں عمران صاحب نے ہماری اس طرف توجہ بھی دلائی تھی لیکن ہم میں سے کسی میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ آپ سے بات کر سکیں''...... صفدر نے ڈرتے ڈرتے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کی صاف گوئی سن کر عمران کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

''عمران سے تو میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سیکرٹ سروس کے لئے فری لانسر کے طور پر کام کرتا ہے۔ لیکن تم سب شاید یہ بھول گئے ہو کہ تم نے سیکرٹ سروس جوائن کرنے سے پہلے مجھ سے کیا معاہدے کئے تھے۔ ان معاہدوں کی رو سے کیا تم اپنی مرضی اور اپنی پسند سے شادی کرنے کا حق رکھتے ہو''۔ ایکسٹو نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

''ن۔ ن۔ نو چیف''...... صفدر نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر جولیا میں یہ جرأت کیسے ہو گئی کہ وہ مجھ سے کیا ہوا معاہدہ توڑ سکے اور تم سب نے اسے روکنے کی بجائے اس کا ساتھ دینا شروع کر دیا تھا کیوں۔ بولو۔ جواب دو''...... ایکسٹو نے غضبناک لہجے میں کہا اور سکرین پر صفدر سمیت سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کے جسم یوں لرزنا شروع ہو گئے جیسے ان کے لباس گیلے کر کے انہیں براعظم انٹارکیٹکا کے سرد ترین علاقے میں چھوڑ دیا گیا ہو۔ سر سلطان بھی خاموشی سے ان کی باتیں سن رہے تھے انہوں نے اس دوران کوئی بات نہیں کی تھی۔

’’چچ۔ چچ۔ چیف۔ وہ وہ‘‘...... صفدر نے بری طرح سے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہنا چاہا۔

’’نو مسٹر صفدر۔ تم سب نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور جو معاہدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے میری نظروں میں اس سے بڑا غدار اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میری نظروں میں تم سب نے مجھ سے غداری کی ہے۔ ایکسٹو کا غدار ایکسٹو کا مجرم ہوتا ہے اور ایکسٹو مجرموں سے کوئی رعایت نہیں کرتا چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ تم سب نے بھی جولیا کی طرح میرے اعتماد کو شدید ٹھیس پہنچائی ہے جس کی میں تم سب کو اور جولیا کو کڑی سے کڑی سزا دینے کا حق رکھتا ہوں اور اس بار تم میں سے کسی کو معافی نہیں ملے گی۔ تم سب کو سزا دینے کے لئے ہی میں نے یہاں سر سلطان کو مدعو کیا ہے تاکہ آج تمہارے بارے میں جو بھی فیصلہ کیا جائے اس سے یہ آگاہ ہو سکیں اور میرے کئے ہوئے فیصلے پر بطور گواہ رہ سکیں اور آگے کی کارروائی سر انجام دے سکیں‘‘...... ایکسٹو نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

’’چچ چچ۔ چیف‘‘...... صفدر نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

’’شٹ اپ۔ جب تک میں نہ کہوں تم کچھ نہیں بولو گے۔ سمجھے تم‘‘...... ایکسٹو نے گرج کر کہا اور صفدر اور اس کے ساتھی خوف سے لرز کر رہ گئے۔

’’یس چیف‘‘...... صفدر نے اثبات میں سر ہلا کر بڑی دھیمی

آواز میں جواب دیا۔

’’تم سب نے چونکہ مجھے اندھیرے میں رکھ کر مجھ سے غداری کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے میں نے تم سب کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ سزا یہ ہے کہ میں تم سب کو ایک ساتھ سیکرٹ سروس سے فارغ کر دوں۔ اب جولیانا فٹز واٹر اور تم میں سے کوئی بھی میری سروس میں کام کرنے کا اہل نہیں ہے۔ میں نے تم سب کو آج سے اور ابھی سے اپنی سروس سے ہمیشہ کے لئے فارغ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آج کے بعد تم میں سے کسی کا بھی سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ میں اب پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے نئے چہرے تلاش کروں گا جو تمہاری جگہ لیں گے اور مستقل بنیادوں پر سیکرٹ سروس کے لئے کام کریں گے‘‘...... عمران نے کہا اور میٹنگ روم میں موجود تمام ممبران کے رنگ اُڑ گئے۔ سر سلطان کے چہرے پر بھی حیرت اور پریشانی کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے اور عمران کے پاس بیٹھے ہوئے بلیک زیرو نے بھی بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

’’یہ۔ یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں چیف‘‘...... صفدر نے بری طرح سے لرزتے ہوئے کہا۔ باقی ممبران کے چہروں پر بھی ایکسٹو کی بات سن کر زلزلے کے سے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

’’وہی جو تم سب سن رہے ہو۔ میں نے پہلے بھی تم سب کو کئی بار وارن کیا تھا مگر عمران سمیت تم سب کی من مانیاں بڑھتی جا رہی

ہیں اور تم سب میرے احکامات ہوا میں اُڑا دینے کے عادی بنتے رہے ہو۔ اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے اس لئے میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں اب سیکرٹ سروس سے آزاد کر دیا جائے''...... ایکسٹو نے کہا اور ممبران کے رنگ سفید پڑ گئے۔

''چچ۔ چچ۔ چیف''...... صفدر نے احتجاجی لہجے میں کہنا چاہا۔

''اب کہنے اور سننے کا وقت گزر گیا ہے مسٹر صفدر۔ تم سب کے لئے بہتر ہو گا کہ تم سب ابھی اور اسی وقت اپنے استعفے لکھ کر سر سلطان کے حوالے کر دو۔ سر سلطان کی گواہی میں، میں تم سب کے استعفے فوری طور پر منظور کر لوں گا اس طرح تم سب کی جان سے میں چھوٹ جائے گی۔ بصورت دیگر میں پاور آف ایکسٹو استعمال کروں گا اور تم سب کو سر سلطان کی موجودگی میں ہی سیکرٹ سروس سے فارغ کر دوں گا۔ چیف کے احکامات ہوا میں اُڑانے کے لئے تم سب پر باقاعدہ قانونی کارروائی کی جائے گی اور پھر تم سب کے ساتھ کیا ہو گا یہ تم بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو''...... ایکسٹو نے کہا اور ان سب کی ایسی حالت ہو گئی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''ہمیں معاف کر دیں چیف۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ ہم نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ہماری ایک چھوٹی سی غلطی کی آپ ہمیں اتنی بڑی سزا دے سکتے ہیں۔ ہم نے تو محض عمران صاحب اور مس جولیا کی شادی کرانے کے لئے ان کا ساتھ دیا تھا اور ہم یہ سب کرنے کے لئے عمران صاحب کی اماں بی کی

وجہ سے مجبور ہوئے تھے۔ عمران صاحب کی اماں بی کی حالت ایسی تھی کہ اگر ہم ان کی بات نہ مانتے تو انہیں کچھ بھی ہو سکتا تھا''...... کیپٹن شکیل نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''شٹ اپ۔ میں صفدر سے بات کر رہا ہوں۔ تمہیں بیچ میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے''...... ایکسٹو نے گرج کر کہا اور کیپٹن شکیل پوری جان سے لرز اٹھا۔

''ہم اپنی غلطی اور اپنی کوتاہی پر شرمندہ ہیں چیف''...... صفدر نے نہایت دھیمی آواز میں اور رک رک کر کہا۔

''مجھے تم سب کی شرمندگی سے اب کوئی مطلب نہیں ہے۔ میں نے جو فیصلہ کرنا تھا کر لیا ہے۔ تم سب چونکہ اپنی مرضی کے مالک بن گئے ہو اور تم نے مجھ سے اختلافات رکھنے شروع کر دیئے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ ہر بار تمہیں یہاں بلا کر تمہاری سرزنش کرنے کی بجائے تم سب کو سیکرٹ سروس سے ہمیشہ کے لئے فارغ کر دیا جائے۔ تم سب نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ میرے لئے نہیں اپنے ملک اور قوم کے مفاد کے لئے کیا ہے۔ ملک کے تحفظ اور قوم کی فلاح کے لئے تم نے جو قربانیاں دی ہیں اور جو مصائب برداشت کئے ہیں ان کا اجر تمہیں اللہ کی ذات کے سوا دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔ ملک وقوم کو ابھی تم سب کی بہت ضرورت تھی لیکن تم سب نے شادیاں کرنے اور کرانے کا فیصلہ کر کے خود ہی اپنے پیروں پر کلہاڑیاں مار لی ہیں۔ آج تم جولیا اور عمران کی شادی کرا

دیتے۔ کل تم میں سے کوئی اور شادی کرنے کے لئے تیار ہو جاتا اور پرسوں کوئی اور اس طرح ایک ایک کر کے تم سب خود کو شادی کی زنجیروں میں باندھ لیتے اور کسی بھی زنجیر میں بندھا ہوا انسان نہ تو اپنے ملک کا سوچ سکتا ہے اور نہ ہی قوم کا۔ تم سب اپنی عمروں کے اس حصے پر پہنچ چکے ہو کہ اب واقعی تم سب کو شادیاں کر لینی چاہئیں اور ایسا تب ہی ہو سکتا ہے جب تم سب سیکرٹ سروس کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دو‘‘...... ایکسٹو نے کہا اور ممبران نے سر جھکا لئے۔ ان سب کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔

’’کیا اس سلسلے میں مجھے کچھ بولنے کا حق ہے‘‘...... اچانک کمرے میں سر سلطان کی گھمبیر آواز سنائی دی۔

’’یس سر سلطان۔ بولیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں‘‘...... ایکسٹو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

’’میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں جناب ایکسٹو کہ آپ ممبران کو محض اس بات کی سزا دے رہے ہیں کہ انہوں نے آپ کی اجازت کے بغیر اپنی صوابدید پر عمران اور جولیا کی شادی کرانے کی کوشش کی تھی‘‘...... سر سلطان نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’جی ہاں۔ مجھے اس سارے معاملے سے دور رکھنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے مجھ سے کئے ہوئے معاہدے سے بھی روگردانی کی ہے۔ انہوں نے مجھ سے جو معاہدے کر رکھے ہیں ان کے مطابق

یہ اس وقت تک شادی نہیں کر سکتے جب تک یہ سیکرٹ سروس میں ہیں‘‘...... ایکسٹو نے کہا۔

’’کیا عمران نے بھی آپ سے ایسا ہی معاہدہ کر رکھا ہے‘‘۔ سر سلطان نے پوچھا۔

’’نہیں۔ وہ فری لانسر ہے۔ اس کا مجھ سے کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ اس معاہدے کے تحت جولیا اور یہ سب اس بات کے پابند ہیں‘‘۔ ایکسٹو نے کہا۔

’’پابند ہیں یا معاہدے کے تحت یہ سب آپ کے غلام ہیں‘‘۔ سر سلطان نے دھیمے مگر انتہائی تلخ لہجے میں کہا اور تمام ممبران ان کی بات سن کر چونک پڑے۔ انہوں نے سر سلطان کی طرف دیکھا تو انہیں سر سلطان کے چہرے پر بے پناہ غصہ دکھائی دیا جیسے وہ ایکسٹو کے فیصلے پر ناخوش ہوں۔

’’کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ‘‘...... ایکسٹو نے سر سلطان کی بات سن کر غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

’’میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں جناب کہ شادی کرنا اور شادی کرانا سنت نبویؐ ہے۔ عمران، جولیا اور ان سب نے جو کچھ کیا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ یہ سب بھی ہماری طرح سے انسان ہیں اور انہیں بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ یہ اپنی زندگی سنوارنے کے لئے کچھ کر سکیں۔ اپنے گھر بار بسائیں۔ اپنی نسل آگے بڑھائیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی آئندہ آنے والی نسلیں ان کے ہی نقش قدم پر چل کر

ملک و قوم کے مفاد کے لئے کام کریں اور ملک و قوم کی فلاح کے
لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ نیک کام کے لئے ہر انسان کو
دوسرے کی قدر کرنی چاہئے۔ ان کا ساتھ دینا چاہئے اور آگے بڑھ
کر ان کے کاندھے سے کاندھا ملا کر چلنا چاہئے۔ جس طرح سے
یہ سب بتا رہے ہیں کہ یہ سب عمران اور جولیا کی شادی عمران کی
اماں بی کی بیماری کی وجہ سے کرانے پر مجبور ہوئے تھے تو اس میں
ان کا کیا قصور ہے۔ یہ سب آپ سے ڈرتے ہیں اس لئے انہوں
نے آپ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی اور میرے خیال
کے مطابق اس معاملے میں انہیں آپ سے بات کرنی بھی نہیں
چاہئے تھی کیونکہ نیک کام کرنے کے لئے کسی سے مشورہ اور
اجازت نہیں لی جاتی۔ مگر آپ میرے سامنے ان کی اس قدر سرزنش
کر رہے ہیں اور ان کی نیکی کے بدلے میں انہیں سیکرٹ سروس
سے فارغ ہونے کی سزا دے رہے ہیں جو میرے خیال کے مطابق
انتہائی نامناسب اور غلط ہے۔ ملک و قوم کے لئے ان سب کی
خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں اور عمران کے ساتھ مل کر
انہوں نے ملک کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ میں بھی جانتا ہوں اور
آپ بھی۔ جس بات کو آپ ان کی غلطی اور غداری کے زمرے
میں لا رہے ہیں میرے نزدیک نہ ہی یہ ان کی کوئی غلطی ہے اور نہ
غداری۔ اور جب انہوں نے کوئی غلطی ہی نہیں کی پھر یہ غدار کیسے
ہو سکتے ہیں اور انہیں آپ اتنی بڑی سزا کیسے دے سکتے ہیں“......

ر سلطان نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سیکرٹ سروس میں شامل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھ سے
و معاہدے کئے ہیں ان کی کاپیاں آپ کے پاس بھی محفوظ ہوں
گی سر سلطان۔ پہلے آپ جا کر ان معاہدوں کو ایک نظر دیکھ لیں
ھر اس بارے میں مجھ سے بات کریں“...... ایکسٹو نے بھی سخت
لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں ان معاہدوں کو نہیں مانتا“...... سر سلطان نے اس بار
کرخت لہجے میں کہا اور ممبران کے چہروں پر عجیب سا تناؤ آ گیا۔
ان کی زندگی کا پہلا موقع تھا جب سر سلطان کو کسی میٹنگ میں
ایا گیا تھا اور سر سلطان ایکسٹو سے نہ صرف جرح کر رہے تھے بلکہ
ں سے انتہائی سخت اور تلخ انداز میں بات کر رہے تھے اس ایکسٹو
سے جس سے پاکیشیا کا صدر اور وزیر اعظم بھی بات کرتے ہوئے
کلاتے تھے۔

”آپ اپنی حد سے تجاوز کر رہے ہیں سر سلطان۔ مت بھولیں
لہ آپ ایکسٹو سے بات کر رہے ہیں“...... ایکسٹو نے انتہائی سرد
بجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ میں ایکسٹو سے بات کر رہا ہوں اس ایکسٹو
سے جس سے پاکیشیا کا پریذیڈنٹ اور پرائم منسٹر بھی بات کرنے
سے گھبرا جاتا ہے۔ میں آپ کی بے حد قدر اور عزت کرتا ہوں
اب اور یہ قدر اور عزت میرے دل میں آپ کے لئے نادم

مرگ باقی رہے گی لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں آپ اس پر ٹھنڈے دماغ سے سوچیں اور مجھے بتائیں کہ میں نے کیا غلط کہا ہے اور انہوں نے کیا غلط کیا ہے۔ رہی معاہدے والی بات تو میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ معاہدے میرے اور آپ کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں وہ آسمانی صحیفے نہیں ہوتے جنہیں بدلا نہ جا سکے''۔ سر سلطان نے کہا۔ اس بار ان کے لہجے میں مؤدبانہ پن بھی تھا اور تلخی کا بھی عنصر تھا۔

''معاہدے اتنی آسانی سے بدلے نہیں جاتے سر سلطان۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ادارہ ایسا ہے جس کی تشکیل کے معاہدے پر باقاعدہ صدر، وزیر اعظم، پارلیمنٹ کے ایک ایک فرد اور سینٹ کے ہر رکن سے دستخط کرائے گئے تھے۔ پھر مجھ سے اس کا حلف لیا گیا تھا جو آئین کا حصہ بن گیا تھا اور میں نے اس حلف کو مدِنظر رکھ کر ایک ڈرافٹ تیار کیا تھا پھر میں نے اپنی ٹیم کے ہر فرد سے اس ڈرافٹ کے مطابق حلف لیا تھا۔ اس طرح وہ ڈرافٹ ایک معاہدہ بن گیا تھا۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ شق یقیناً غیر شرعی ہے اور مجھے بھی اس شق سے اتفاق نہیں ہے مگر میں آئین کا محافظ اور پابند ہوں۔ آئین کا پابند ہونے کے لئے ایک ایسا سپاہی بننا پڑتا ہے جسے ہر حال میں پارلیمنٹ اور سینٹ کو بالا دست رکھ کر احکامات ماننے بھی پڑتے ہیں اور ان پر عمل بھی کرانا پڑتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آئین سے منحرف ہونے والا غدار ہوتا ہے''۔ ایکسٹو

نے رکے بغیر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''سوری مسٹر ایکسٹو۔ میں اس سلسلے میں آپ سے اختلاف کروں گا۔ ایسے معاہدوں میں ان شقوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی جو اسلامی اور انسانی حقوق کے منافی ہوں۔ شادی کرنا اور کرانا نہ تو ناجائز ہے اور نہ غلط۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ آپ نے ان کے معاہدوں میں ایسی شق رکھ کر سنت نبویؐ سے انحراف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی صورت میں جرم دار یہ سب نہیں بلکہ آپ ہیں۔ پاکیشیا کی انتہائی معتبر اور انتہائی پاورفل حیثیت رکھنے کی وجہ سے آپ حکم تو جاری کر سکتے ہیں اور ملک کی بقاء کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کو ایسا کوئی اختیار نہیں ہے کہ آپ اسلامی قانون، شرع اور اسلامی نظام پر بھی نقطۂ اعتراض اٹھا سکیں۔ اس صورت میں آپ مجرم ہیں یہ نہیں''...... سر سلطان نے اس بار بڑے سخت اور کرخت لہجے میں کہا اور ممبران کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سر سلطان کی جانب یوں دیکھ رہے تھے جیسے اس وقت ان کے سامنے ایکسٹو کی کوئی حیثیت ہی نہ ہو۔

''سر سلطان۔ آپ مجھے مجرم کہہ رہے ہیں''...... ایکسٹو کی پھنکارتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ کہہ رہا ہوں۔ جو غلط ہو وہ ہر حال میں غلط ہی ہوتا ہے اور میں کسی بھی غلط کام کا ساتھ نہیں دے سکتا''...... سر سلطان نے

غصیلے لہجے میں کہا۔

''تو آپ کیا چاہتے ہیں''...... ایکسٹو نے کہا۔

''آپ نے ان سے جو معاہدے کئے ہیں۔ میرے نزدیک ان معاہدوں میں شادی نہ کرانے کی شق غیر شرعی اور غلط ہے جسے بنیاد بنا کر آپ انہیں مجرم نہیں ٹھہرا سکتے۔ میں بیورو کریٹ کی حیثیت سے اس معاملے کو باقاعدہ پارلیمنٹ میں لے جاؤں گا اور میں خود پارلیمنٹ اور سینٹ سے معاہدے کی اس شق کو حذف کراؤں گا چاہے اس کے لئے مجھے کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اگر آپ نے ممبران کو سیکرٹ سروس کے عہدوں سے فارغ کیا یا ان سے استعفے لئے تو پھر میں اس کے لئے بھی احتجاج کروں گا''...... سر سلطان نے کہا۔

''کیا آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں''...... ایکسٹو نے غرا کر کہا۔

''نو سر۔ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ آپ سے میری بس اتنی درخواست ہے کہ اس معاملے کو آپ اس وقت تک پس پشت ڈال دیں جب تک کہ میں پارلیمنٹ اور سینٹ سے اس معاہدے میں موجود اس شق کو ختم نہیں کرا لیتا۔ اگر میں اس کوشش میں ناکام ہو گیا تو پھر آپ جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہو گا''...... سر سلطان نے اس بار قدرے تحمل بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ سب آپ کے لئے اتنا آسان نہیں ہو گا سر سلطان۔

معاہدے سے شق حذف کرانے کے لئے آپ کو پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت کی ضرورت پڑے گی اور اس وقت اسمبلی میں کوئی بھی سیاسی جماعت دو تہائی اکثریت نہیں رکھتی''...... ایکسٹو نے کہا۔

''تمام سیاسی جماعتیں یقیناً اس غیر شرعی حکم پر متفق ہو جائیں گی۔ اگر میں یہ نہ کرا سکا تو پھر میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں خود ان سب سے استعفے لے لوں گا اور اپنے عہدے کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دوں گا''...... سر سلطان نے غصے سے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ آپ اپنی کوشش کر دیکھیں۔ جب آپ اپنی کوششوں میں ناکام ہو جائیں تو مجھے بتا دینا۔ اس وقت تک میں اس سلسلے میں ان سے کوئی بات نہیں کروں گا''...... ایکسٹو نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

''اگر ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے۔ میں یہ کوششیں آج سے ہی شروع کر دیتا ہوں اور اب میری یہ کوشش بھی ہو گی کہ آپ جیسے سرد اور خشک مزاج کو ایکسٹو کی سیٹ پر رہنا بھی چاہئے یا نہیں''...... سر سلطان نے اور زیادہ غصے میں آتے ہوئے کہا۔

''تو کیا آپ اب میرے خلاف کارروائی کریں گے''...... ایکسٹو نے جیسے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔ سر سلطان کی یہ بات سن کر ممبران بھی بھونچکے رہ گئے۔

''ہاں۔ جو انسان خود بھی پتھر کا بنا ہوا ہو اور دوسروں کو بھی پتھر

کا سمجھے میں اس کا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں۔ آپ نے میری باتوں کو نظر انداز کیا اور میری سفارش پر کوئی توجہ نہیں دی یہ آپ کی خود سری نہیں تو اور کیا ہے اور میں کسی بھی حال میں ایک خود سر انسان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو“...... سر سلطان نے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے آپ سے جو ہو سکتا ہے وہ آپ کر لیں“۔ ایکسٹو نے اسی انداز میں جواب دیا۔

”میں نے جو کہا ہے اس پر میں ضرور عمل کروں گا۔ اگر پارلیمنٹ نے اس بل کی منظوری نہ دی تو میں اس بل کو پرائم منسٹر کے ایگزیکٹیو آرڈر کے ذریعے پاس کراؤں گا۔ یہ بھی نہ ہوا تو میں یہ معاملہ سپریم کورٹ تک لے جاؤں گا لیکن یہ طے ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کے معاہدے سے میں یہ شق ضرور نکلوا کر رہوں گا چاہے اس کے لئے مجھے آخری حد تک بھی کیوں نہ جانا پڑے“...... سر سلطان نے بری طرح سے بھڑکتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور غصے سے ہونٹ بھینچتے ہوئے بڑے غصیلے انداز میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے دروازے کے پاس گئے اور غصے سے دروازہ کھول کر باہر نکلتے چلے گئے جیسے وہ اس سلسلے میں ایکسٹو سے مزید کوئی بات نہ کرنا چاہتے ہوں۔

سر سلطان کا یہ انداز ان سب نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سر سلطان جس طرح سے غصے میں گئے تھے اس سے لگتا تھا جیسے وہ

اب اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ وہ ان سب کے معاہدوں سے شادی نہ کرانے کی شق حذف نہ کرا دیں۔ ممبران ڈرے اور سہمے ہوئے تھے لیکن یہ بات بھی ان کے دل میں گھر کر گئی تھی کہ کوئی تو تھا جو ایکسٹو سے اس انداز میں بات کر سکتا تھا۔ سر سلطان نے جس طرح سے ایکسٹو کو آڑے ہاتھوں لیا تھا اس سے ان کے دلوں میں سر سلطان کی حیثیت اور عزت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔

سر سلطان کے اس طرح غصے میں اٹھ کر جانے کی وجہ سے ماحول انتہائی گھمبیر ہو گیا تھا۔ ایکسٹو کے سامنے سے غصے سے اس طرح اٹھ کر چلے جانا ایکسٹو کی توہین ہی تھی جس کے لئے ایکسٹو اب سر سلطان کے خلاف سخت سے سخت ایکشن بھی لے سکتا تھا۔ ممبران کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ میٹنگ روم میں یکلخت موت کا سا سناٹا چھا گیا تھا۔

ختم شد

نے جب اس دھمکی کو عملی جامہ پہنایا تو کیا نتیجہ برآمد ہوا ——؟

☆ ہاٹ لائن۔ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم۔جس نے عمران، کرنل فریدی، میجر پرمود، کرنل زیدا ور کرنل ڈیوڈ جیسے تجربہ کار سیکرٹ ایجنٹوں کو چکرا کر رکھ دیا۔؟

☆ پاکیشیا، کافرستان، بلگارنیہ، اراڈان اور اسرائیل کا مشترکہ دشمن جو انہیں تباہ کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا اور ان پانچوں ممالک کے سیکرٹ ایجنٹ اسے تلاش کرنے میں ناکام ہو گئے تھے۔اس خطرناک دشمن کے بارے میں انہیں آخر تک معلوم نہ ہو سکا۔کیوں ——؟

☆ چیکو معصوم اور بھولی بھالی نظر آنے والی حسینہ، ہاٹ لائن کی سفاک اور سنگدل سیکشن انچارج، جو انسانی گوشت کا قیمہ بنا کر افریقہ کے وحشی قبیلے کو کھلا دیتی تھی۔

☆ ٹینا۔کرنل فریدی کی ساتھی جس نے بے ہوش ٹائیگر پر مشین پسٹل سے فائر کھول دیا۔کیا ٹائیگر زندہ بچ سکا ——؟

☆ جب مجرموں کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا تو کرنل فریدی پر مایوسی چھا گئی۔اس مایوسی کا کیا نتیجہ برآمد ہوا ——؟

☆ شالما جنگل۔افریقہ کا خوفناک، ہیبت ناک اور وحشت ناک جنگل جہاں قدم قدم پر موت نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔

☆ اس خوفناک جنگل میں میجر پرمود اور کرنل فریدی کی ٹیموں کے درمیان خونی ٹکراؤ ہو گیا۔نتیجہ کیا نکلا ——؟

☆ رالکا دیوی۔شاؤ کا قبیلے کی حسین اور خونی دیوی جس کے قدموں میں عمران کو قربان کیا جانے لگا۔

☆ عمران رالکا دیوی سے اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگا لیکن خونی دیوی بھلا اسے کیوں چھوڑ دیتی۔کیا عمران کو قربان کر دیا گیا ——؟

☆ ہاٹ لائن نے کرنل فریدی کو قیمہ بنانے کے لئے اس کے جسم میں کٹر مشین فٹ کر دی۔کیا کرنل فریدی کا جسم قیمے میں تبدیل ہو گیا ——؟

☆ شالکانا۔ایک چالاک وعیار وحشی انسان۔جس نے کرنل ڈیوڈ کا ساتھی بن کر اس کی اور اس کے ساتھیوں کی موت کا اہتمام کر دیا۔

☆ کرنل فریدی کے لئے وہ لمحات کس قدر بے بسی کے تھے کہ جنگلی سردار اس کی ساتھی لڑکیوں ریکھا اور روزا سے شادی کر رہا تھا۔

☆ سلور پلان۔جس کی وجہ سے عمران، کرنل فریدی، کرنل زیدا ور میجر پرمود ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے اور وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔

☆ جوزف نے کرنل فریدی کو گولیاں ماردیں۔کیا کرنل فریدی ہلاک ہو گیا؟ کرنل فریدی کو گولیاں مارنے کے بعد جوزف نے خود کو بھی گولیوں سے اڑا دیا؟

سطر سطر سسپنس، لفظ لفظ تحیر، صفحہ صفحہ ایکشن، موڑ موڑ موت کی سنسناہٹ، قدم قدم پر بکھرے خونی واقعات۔جنگل ایڈونچر، ہنگامہ آرائیاں، پل پل بدلتی سچوئیشنز اور مزاح سے بھرپور ایک لازوال و یادگار اور دلوں پر گہرے نقش چھوڑ دینے والا تہلکہ خیز ناول۔ (تحریر۔ارشادالعصر جعفری)

ارسلان پبلی کیشنز
اوقاف بلڈنگ
پاک گیٹ
ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com